مولانا نعیم الدین

جلد سوم

مکتبہ قاسمیہ

۱۷- اردو بازار، لاہور

علمی ○ ادبی ○ تاریخی

جواہر پارے

۳

مولانا نعیم الدین

فاضل جامعہ مدنیہ، لاہور

مکتبہ قاسمیہ

۱۷- اردو بازار، لاہور

نام کتاب .... ﴿جواہر پارے ۳﴾

مصنف .... مولانا نعیم الدین

صفحات ۲۹۶

طبع اوّل .... ذی قعد ۱۴۲۵/ دسمبر ۲۰۰۴ء

پریس ....

کمپوزنگ .... **ابصار** کمپوزنگ سنٹر شاہدرہ، لاہور 7924689

ناشر .... مکتبہ قاسمیہ ۱۷ الفضل مارکیٹ

اُردو بازار، لاہور 7232536: ☎

قیمت ....

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آغازِ سخن

راقم الحروف اللہ تعالیٰ کے حضور میں صمیمِ قلب کے ساتھ شکر گزار ہے کہ اس نے ناچیز کو ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' لاہور میں سلسلہ وار مضمون ''حاصل مطالعہ'' تسلسل کے ساتھ لکھنے کی توفیق عطا فرمائی اور اس سلسلہ کو قبولیت سے نوازا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی بھی مضمون کا تحقیق کے ساتھ باحوالہ لکھنا اچھا خاصا دشوار کام ہوتا ہے۔ بالخصوص جبکہ مضمون نگار نوآموز اور بے بضاعت بھی ہو، پھر اگر وہ مضمون طویل ہو اور تسلسل کے ساتھ لکھنا پڑے تو مزید دشوار ہو جاتا ہے کیونکہ نوع بنوع مضامین کا انتخاب کرنا پھر متعلقہ کتب میں اُنہیں تلاش کر کے سلیقے کے ساتھ نقل کرنا اور اُن کے حوالے درج کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ محض اللہ کی توفیق پر موقوف ہے۔ توفیق ایزدی شامل حال ہو تو یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے ورنہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور توفیق و عنایت سے راقم الحروف کے تحریر کردہ سلسلہ وار مضمون حاصل مطالعہ کی آٹھ سالہ اقساط ''جواہر پارے'' کے نام سے دو جلدوں میں شائع ہو کر عوام و خواص میں مقبول ہو چکی ہیں۔ اب بقیہ چار سالہ اقساط جواہر پارے (جلد سوم) کے نام سے شائع کی جا رہی ہیں۔

حسبِ سابق اِن جواہر پاروں میں بھی کسی خاص ترتیب کا لحاظ نہیں رکھا گیا بلکہ موقع بموقع جو قیمتی موتی میسر آتے رہے اُن کو جواہرات کی لڑی میں پرویا جاتا رہا، اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ وہ ناچیز کی اس حقیر کاوش کو قبول فرما کر مزید کی توفیق عطا فرمائے۔

آخر میں قارئین سے گزارش ہے کہ اگر وہ اس کتاب میں کسی قسم کی کوئی خامی پائیں تو ناچیز کو ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کی جاسکے۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

نعیم الدین

۳ شوال المکرّم ۱۴۲۵ھ

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
لقد کان فی قصصهم عبرة لاولی الالباب
القرآن الکریم
ترجمہ
یقیناً ان کے قصے میں عقل والوں کے لیے
بہت بڑی عبرت ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابو حازم تابعیؒ سلیمان کے دربار میں

اُموی حکمران سلیمان بن عبدالملک (م ۹۹ھ) عبدالملک بن مروان کا بیٹا اور ولید بن عبدالملک کا حقیقی بھائی تھا، سلیمان بعض حیثیتوں سے اپنے پیشروؤں سے زیادہ بہتر حکمران ثابت ہوا تھا اس کا سب سے بڑا کارنامہ جو سینکڑوں کارناموں سے بڑھ کر ہے یہ ہے کہ اس نے اپنی حقیقی اولاد اور سگے بھائیوں کی موجودگی کے باوجود اپنے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ وہ ہستی تھے جنہوں نے اموی سلطنت کو خلافت راشدہ کے قالب میں بدل دیا تھا۔

امام دارمیؒ (م ۲۵۵ھ) نے اپنی سنن میں سلیمان بن عبدالملک کی حضرت ابوحازم تابعیؒ سے ملاقات اور بات چیت کا ایک واقعہ ذکر کیا ہے، یہ واقعہ جہاں اپنی جگہ نہایت ہی اثر انگیز اور سبق آموز ہے وہیں اس سے حضرت ابوحازمؒ کی جرأت و بیباکی، حق گوئی و صاف گوئی اور استغناء و بے نیازی کا بھی پتہ چلتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

حضرت امام دارمیؒ اپنی سند سے روایت فرماتے ہیں کہ

''ایک مرتبہ سلیمان بن عبدالملک مکہ مکرمہ جاتے ہوئے مدینہ طیبہ سے گزرے تو چند روز وہاں قیام کیا، آپ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ مدینہ طیبہ میں اب کوئی ایسا آدمی موجود ہے جس نے کسی صحابی کی صحبت پائی ہو؟ لوگوں نے

کہا کہ ہاں ابوحازمؒ ایسے شخص ہیں۔ سلیمان نے اپنا آدمی بھیج کر اُن کو بلوالیا۔

جب وہ تشریف لائے تو سلیمان نے کہا کہ اے ابوحازم یہ کیا بے مروتی اور بے وفائی ہے؟ ابو حازمؒ نے کہا، امیر المومنین آپ نے میری کیا بے مروتی اور بے وفائی دیکھی ہے؟ سلیمان نے کہا کہ مدینہ کے سب مشہور لوگ مجھ سے ملنے آئے آپ نہیں آئے، ابو حازمؒ نے کہا، امیرالمومنین میں آپ کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں اس سے کہ آپ کوئی ایسی بات کہیں جو واقعہ کے خلاف ہے، آج سے پہلے نہ آپ مجھ سے واقف تھے اور نہ میں نے کبھی آپ کو دیکھا تھا، (ایسے حالات میں خود ملاقات کے لیے آنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بے وفائی کیسی؟) سلیمان نے جواب سن کر ابن شہاب زہری اور حاضرین مجلس کی طرف التفات کیا تو امام زہریؒ نے فرمایا کہ ابوحازم نے صحیح فرمایا، آپ نے غلطی کی، اس کے بعد سلیمان نے رُوئے سُخن بدل کر کچھ سوالات شروع کئے۔

سلیمان: اے ابوحازم یہ کیا بات ہے کہ ہم موت سے گھبراتے ہیں؟

ابوحازم: وجہ یہ ہے کہ آپ نے اپنی آخرت کو ویران اور دنیا کو آباد کیا ہے اس لیے آبادی سے ویرانے میں جانا پسند نہیں۔

سلیمان نے تسلیم کیا اور پوچھا کہ کل اللہ تعالٰی کے سامنے حاضری کیسے ہوگی؟

ابوحازم: نیک عمل کرنے والا تو اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح جائے گا جیسے کوئی مسافر سفر سے واپس اپنے گھر والوں کے پاس جاتا ہے، اور بُرے عمل کرنے والا اس طرح پیش ہو گا جیسے کوئی بھاگا ہوا غلام پکڑ کر آقا کے پاس حاضر کیا جائے۔

سلیمان یہ سن کر رو پڑے اور کہنے لگے کاش ہمیں معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے کیا صورت تجویز کر رکھی ہے؟

ابوحازم: اپنے اعمال کو اللہ تعالیٰ کی کتاب پر پیش کرو تو پتہ لگ جائیگا۔

سلیمان: قرآن کی کس آیت سے یہ پتہ لگے گا؟

ابوحازم: اس آیت سے اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَّ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ، یعنی بلاشبہ نیک عمل کرنے والے جنت کی نعمتوں میں ہیں اور نافرمان گناہ شعار دوزخ میں۔

سلیمان: اللہ تعالیٰ کی رحمت تو بڑی ہے وہ بدکاروں پر بھی حاوی ہے۔

ابوحازم: ''اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ'' یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک عمل کرنے والوں سے قریب ہے۔

سلیمان: ابوحازم اللہ کے بندوں میں سب سے زیادہ عزت والا کون ہے؟

ابوحازم: وہ لوگ جو مروت اور عقل سلیم رکھنے والے ہیں۔

سلیمان نے پوچھا کہ کونسا عمل افضل ہے؟

ابوحازم: فرائض و واجبات کی ادائیگی حرام چیزوں سے بچنے کے ساتھ۔

سلیمان: کون سی دعاء قابل قبول ہے؟

ابوحازم: جس شخص پر احسان کیا گیا ہواس کی دعاء اپنے محسن کے لیے اَقْرَبُ اِلَی الْقبولُ ہے۔

سلیمان: صدقہ کونسا افضل ہے؟

ابوحازم: مصیبت زدہ سائل کے لیے باوجود اپنے افلاس کے جو کچھ ہو سکے اس طرح خرچ کرنا کہ نہ اس سے پہلے احسان جتائے اور نہ ٹال مٹول کر کے ایذاء پہنچائے۔

سلیمان: کلام کونسا افضل ہے؟

ابوحازم: جس شخص سے تم کو خوف ہو یا جس سے تمہاری کوئی ضرورت اور اُمید وابستہ ہو اس کے سامنے بغیر کسی رُورعایت کے حق بات کہہ دینا۔

سلیمان: کونسا مسلمان سب سے زیادہ عقل منداور ہشیار ہے؟

ابوحازم: وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے تحت کام کیا ہو اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دی ہو۔

سلیمان: مسلمانوں میں کون شخص بیوقوف اور احمق ہے؟

ابوحازم: وہ آدمی جو اپنے کسی بھائی کی اس کے ظلم میں امداد کرے جس کا حاصل یہ ہوگا کہ اس نے دوسرے کی دنیا درست کرنے کے لیے اپنا دین بیچ دیا۔

سلیمان: آپ نے صحیح فرمایا، ہمارے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

ابوحازم: مجھے اس سوال سے معاف رکھیں تو بہتر ہے؟

سلیمان: نہیں آپ ضرور کوئی نصیحت کا کلمہ کہیں۔

ابوحازم: امیر المومنین آپ کے آباء و اجداد نے بزور شمشیر لوگوں پر تسلط کیا اور زبردستی ان کی مرضی کے خلاف ان پر حکومت قائم کی اور بہت سے لوگوں کو قتل کیا اور یہ سب کچھ کرنے کے بعد وہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔کاش آپ کو معلوم ہوتا کہ اب وہ مرنے کے بعد کیا کہتے ہیں اور ان کو کیا کہا جاتا ہے؟

حاشیہ نشینوں میں سے ایک شخص نے بادشاہ کے مزاج کے خلاف ابوحازم کی اس صاف گوئی کو سن کر کہا کہ ابو حازم تم نے یہ بہت بُری بات کہی ہے۔ابو حازم نے فرمایا: تم غلط کہتے ہو بری بات نہیں کہی بلکہ وہ بات کہی جس کا ہم کو حکم ہے۔اللہ تعالیٰ نے علماء سے اس کا عہد لیا ہے کہ وہ لوگوں کو حق بات بتلائیں گے چھپائیں گے نہیں۔

سلیمان: اچھا پھر اب ہمارے درست ہونے کا کیا طریقہ ہے؟

ابوحازم: تکبر چھوڑو، مروّت اختیار کرو اور حقوق والوں کو اُن کے حقوق انصاف کے ساتھ تقسیم کرو۔

سلیمان: کیا یہ ہوسکتا ہے کہ آپ ہمارے ساتھ رہیں؟

ابوحازم: خدا کی پناہ۔

سلیمان: یہ کیوں؟

ابوحازم: اس لیے کہ مجھے خطرہ ہے کہ میں تمہارے مال و دولت اور عزت و جاہ کی طرف کچھ مائل ہو جاؤں جس کے نتیجہ میں مجھے عذاب بھگتنا پڑے۔

سلیمان: اچھا آپ کی کوئی حاجت و ضرورت ہو تو بتلائے

ہم اس کو پورا کریں۔

ابوحازم: ہاں ایک حاجت ہے کہ جہنم سے نجات دلا دو اور جنت میں داخل کر دو۔

سلیمان: یہ تو میرے اختیار میں نہیں۔

ابوحازم: پھر مجھے آپ سے اور کوئی حاجت مطلوب نہیں۔

سلیمان: اچھا آپ میرے لیے دعاء کیجئے۔

ابوحازم: یا اللہ اگر سلیمان آپ کا پسندیدہ بندہ ہے تو اس کے لیے دنیا و آخرت کی بہتری کو آسان بنا دے اور اگر وہ آپ کا دشمن ہے تو اس کے بال پکڑ کر اپنی مرضی اور پسندیدہ کاموں کی طرف لے آ۔

سلیمان: آپ نے بس کر دیا، (کچھ مزید فرمایئے؟)

ابوحازم: میں نے اختصار کے ساتھ اکثر باتیں کہہ دی ہیں اگر آپ ان کے اہل ہیں تو فبہا ورنہ مجھے ایسی کمان سے تیر چلانے کا کوئی فائدہ نہیں جس کی تانت نہ ہو۔

سلیمان: مجھے کوئی وصیت فرمائیں۔

ابوحازم: مختصر یہ ہے کہ اپنے ربّ کی عظمت و جلال اس درجہ میں رکھو کہ وہ تمہیں اس مقام پر نہ دیکھے جس سے منع کیا ہے اور اس مقام سے غیر حاضر نہ پائے جس کی طرف آنے کا حکم دیا ہے۔

ابوحازم جب واپس تشریف لے گئے تو سلیمان نے سو اشرفیاں ہدیہ کے طور پر آپ کی خدمت میں بھیجیں اور لکھا کہ یہ آپ اپنے کاموں میں صرف کیجئے۔ مزید بھی میں

پیش کروں گا۔ ابوحازم نے ایک خط کے ساتھ اُن کو واپس کر دیا۔اس خط کے آخر میں لکھا تھا کہ ''اگر یہ سو اشرفیاں میرے کلمات کا معاوضہ ہیں تو میرے نزدیک مردار، خون اور خنزیر کا گوشت اضطراری حالت میں اس سے بہتر ہیں اور اگر اس لیے بھیجی ہیں کہ بیت المال میں میرا حق ہے تو مجھ جیسے ہزاروں علماء اور دین کی خدمت کرنے والے ہیں اگر سب کو آپ نے اتنا ہی دیا ہے تو میں بھی لے سکتا ہوں ورنہ مجھے اس کی ضرورت نہیں'' [۱]

حضرت ابوحازم کا اصل نام سلمہ ہے والد کا نام دینار ہے۔آپ جلیل القدر تابعی بہت بڑے محدث، فقیہ، واعظ اور عابد و زاہد تھے، محمد بن اسحاق بن خزیمہؒ کا کہنا ہے کہ ''آپ کے زمانہ میں کوئی آپ کا مثل نہ تھا''۔ [۲]

آپ مدینہ طیبہ کے قاضی اور شیخ تھے،

ابن سعد کا بیان ہے کہ ''آپ مسجد مدینہ میں فجر اور عصر کے بعد وعظ فرماتے تھے'' [۳] اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکمت و دانائی سے بہرہ مند فرمایا تھا اس لیے آپ نہایت ہی حکیمانہ کلام فرمایا کرتے تھے۔

آپ نے فرمایا کہ: تم اس وقت تک عالم نہیں بن سکتے جب تک تم میں تین باتیں نہ پائی جائیں۔(۱) اپنے سے زیادہ درجہ رکھنے والے کی جستجو میں نہ رہو (۲) اپنے سے کم درجے والے کی تحقیر نہ کرو (۳) اپنے علم سے دنیا حاصل نہ کرو۔ [۴]

---

[۱] سنن الدارمی ج: ۱، ص: ۱۶۳ [۲] سیر اعلام النبلاء ج: ۶، ص: ۹۷

[۳] ایضاً ص ۱۰۱ [۴] ایضاً ص ۹۸

فرمایا: اپنی نیکیاں ایسے چھپاؤ جیسے اپنی برائیاں چھپاتے ہو۔ [۱]

فرمایا: ایسی تمام چیزیں جن کی وجہ سے تمہیں موت کا آنا گراں گزرتا ہو وہ چھوڑ دو پھر جس وقت بھی موت آجائے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ [۲]

فرمایا: جو بندہ اپنے اور اپنے رب کے درمیان فرائض و تعلقات کو اچھا اور درست رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور دوسرے بندوں کے تعلقات کو درست رکھتا ہے اور جو بندہ اپنے اور اپنے ربّ کے فرائض میں کوتاہی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے اور دوسرے بندوں کے درمیان فرائض میں کوتاہی پیدا فرما دیتا ہے۔ایک شخص سے تعلقات خوشگوار رکھنا بہت سے لوگوں کے ساتھ تعلقات خوشگوار رکھنے سے زیادہ آسان ہے۔[۳] (یعنی اگر ایک خدا سے تعلقات خوشگوار ہونگے تو ساری دنیا سے تعلقات خوشگوار ہو جائیں گے) راجح قول کے مطابق ۱۴۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

---

[۱] سیر اعلام النبلاء ج:۶ ص ۱۰۰ [۲] ایضاً ص ۹۸ [۳] ایضاً ص ۱۰۰
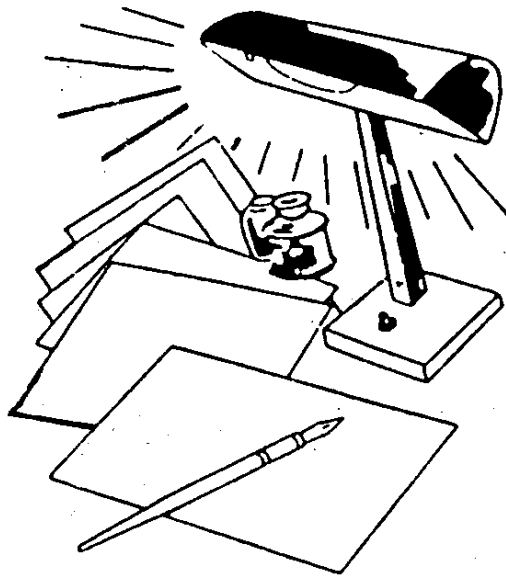
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک پیشینگوئی

حدیث شریف میں آتا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یُوْشِکُ اِنْ طَالَتْ بِکَ مُدَّۃٌ اَنْ تَرٰی قَوْمًا فِیْ اَیْدِیْھِمْ مِثْلَ اَذْنَابِ الْبَقَرِ یَغْدُوْنَ فِیْ غَضَبِ اللّٰہِ وَ یَرُوْحُوْنَ فِیْ سَخَطِ اللّٰہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فِیْ لَعْنَۃِ اللّٰہِ"۔ [1]

اگر تم مدت دراز تک زندہ رہے تو قریب ہے کہ تم ایسے لوگوں کو دیکھو گے جن کے ہاتھوں میں گائے کی دُموں کی مانند چیز ہوگی۔ وہ اللہ کے غضب میں صبح کریں گے اور اللہ کی ناراضگی میں شام کریں گے اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ کی لعنت میں شام کریں گے۔

علماء نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا ہے کہ "ان کے ہاتھوں میں گائے کی دموں کی مانند چیز ہوگی"۔ اس سے مراد کوڑے ہیں، اور ان لوگوں سے مراد ظالم اُمراء کے اعوان و انصار ہیں۔ ہمارے زمانہ میں کوڑے تو رہے نہیں ان کی جگہ بید کی چھڑی، لاٹھی اور ڈنڈے آگئے ہیں اور ظالم اُمراء کے اعوان و انصار پولیس والے بن گئے ہیں جو ظالم اُمراء کی خوشنودی اور اپنی نوکری کی خاطر انتہائی ظالمانہ انداز سے لوگوں کو مارتے ہیں اور بے گناہوں کو ایسی سزائیں دیتے ہیں کہ انسانیت سر پیٹ کر رہ جاتی ہے۔ ان حضرات کو آنحضرت ﷺ کی مذکورہ پیشین گوئی سے سبق حاصل کرنا چاہئے اور سوچنا چاہئے کہ کہیں وہ خدا

---

[1] مسلم شریف بحوالہ مشکوٰۃ ص ۳۰۶

کے غضب اور اس کی ناراضگی کا شکار تو نہیں ہو رہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"صِنْفَانِ مِنْ اَهْلِ النَّارِ لَمْ اَرَهُمَا قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَاَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ، وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيْلَاتٌ، مَائِلَاتٌ رُءُوْسُهُنَّ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ، لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيْحَهَا وَاِنَّ رِيْحَهَا لَتُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ كَذَاوَ كَذَا" [1]

دو قسم کے دوزخی ایسے ہیں جنہیں میں نے نہیں دیکھا (یعنی وہ میرے زمانہ میں نہیں ہیں آئندہ زمانے میں پیدا ہوں گے) ایک تو وہ لوگ ہیں جن کے پاس کوڑے ہونگے گائے کی دُموں کی مانند جن سے وہ لوگوں کو (ناحق) ماریں گے، دوسرے ایسی عورتیں ہیں جو (بظاہر) لباس میں ہوں گی (حقیقت میں) ننگی ہوں گی، جو دوسروں کو مائل کرنے والی اور خود مائل ہونیوالی ہونگی۔ اُن کے سر بختی اُونٹوں کے ملتے کوہانوں کی طرح ہونگے نہ تو وہ جنت میں داخل ہوں گی اور نہ اُس کی خوشبو سونگھ سکیں گی حالانکہ جنت کی خوشبو اِتنی اِتنی مسافت سے محسوس کی جا رہی ہوگی۔

اس ارشاد پاک میں آنحضرتﷺ نے دو قسم کے لوگوں کو دوزخی فرمایا ہے۔

نمبر۱:- وہ لوگ جن کے ہاتھوں میں کوڑے ہوں گے، ان لوگوں سے مراد پہلی حدیث کی تشریح کے مطابق ظالم اُمراء کے اعوان و انصار ہیں جو لوگوں پر ناروا ظلم کرتے ہیں۔

---

[1] مسلم شریف جلد۲ ص: ۲۰۵

نمبر۲:- وہ خواتین جو درج ذیل قباحتوں کا شکار ہوں گی۔

①كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ :- بظاہر لباس پہنے ہونگی۔حقیقت میں ننگی ہونگی،ایسی عورتوں سے مراد وہ عورتیں ہیں جو یا تو اس قدر تنگ و چست لباس پہنتی ہیں کہ جس سے بدن کے تمام اعضاء کی بناوٹ جھلکتی ہے یا پھر اس قدر باریک کپڑے پہنتی ہیں کہ جس سے ان کا جسم جھلکتا ہے۔

ہمارے دور میں بدقسمتی سے بہت سی ایسی خواتین پائی جاتی ہیں جو نہایت تنگ و چست لباس پہنتی ہیں پھر ان میں بھی کچھ تو ایسی ہیں جو عورتوں کا لباس ہی استعمال کرتی ہیں اور کچھ ایسی ہیں جو مردوں کی طرح نہایت تنگ و چست جینز کی پینٹ اور شرٹ استعمال کرتی ہیں۔اور بہت سی خواتین ایسی پائی جاتی ہیں جو نہایت باریک لباس استعمال کرتی ہیں جس سے ان کا بدن صاف جھلکتا ہوا نظر آتا ہے۔پھر ان میں بھی کچھ تو ایسی ہیں جو پورا لباس استعمال کرتی ہیں اور کچھ ایسی ہیں جن کے سینے کھلے، آستینیں آدھی، سروں پر دوپٹے ندارد اور پنڈلیاں برہنہ ہوتی ہیں۔

② مُمِيلَاتٌ مَائِلَاتٌ :- دوسروں کو مائل کرنے والی اور خود مائل ہونے والی ہوں گی۔اس سے کیا مراد ہے؟ محدثین کے اس کی تشریح میں مختلف اقوال نقل کئے گئے ہیں۔

(ا) ایسی عورتیں جو خود بھی اللہ تعالیٰ کی طاعت و بندگی سے ہٹی ہوئی ہیں اور دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کی طاعت و بندگی سے ہٹاتی ہیں۔

(ب) ایسی عورتیں جو متکبرانہ انداز سے نیز مٹک مٹک کر چلتی ہیں۔

(ج) ایسی عورتیں جو شرم و حیا سے عاری ہو کر لوگوں کی طرف مائل ہوتی ہیں اور خوب زیب و زینت کر کے لوگوں کے قلوب اپنی طرف مائل کرتی ہیں۔

(د) بدکار عورتوں کی طرح اپنے بال اور دوسری عورتوں کے بال بناتی ہیں۔

موجودہ دور میں اس کی شکل بیوٹی پارلروں کی معلوم ہوتی ہے کہ وہ خود بھی اپنے بالوں کی تراش خراش کرتی ہیں اور دوسری عورتوں کے بھی۔

۳ رُءُوْسُهُنَّ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ:- ان کے سر بختی اونٹوں کے ہلتے ہوئے کوہانوں کی طرح ہوں گے۔اس سے مراد وہ عورتیں ہیں جو یا تو اپنی چوٹیوں کو جوڑے کی شکل میں سر پر باندھ لیتی ہیں اور جس طرح بختی (یعنی عربی) اونٹ کے کوہان فربہی کی وجہ سے اِدھر اُدھر ہلتے رہتے ہیں اسی طرح ان کے سر کے جوڑے بھی اِدھر اُدھر ہلتے رہتے ہیں۔یا پھر مستقلاً جوڑے باندھتی ہیں جو ان کے سروں پر اِدھر اُدھر ہلتے رہتے ہیں۔

مذکورہ بالا قباحتیں رکھنے والی عورتوں کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ عورتیں نہ تو جنت میں داخل ہونگی اور نہ ہی اس کی خوشبو سونگھ سکیں گی، حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے محسوس کی جا رہی ہوگی، بعض روایات میں اس کی تحدید چالیس سال آئی ہے، یعنی چالیس سال میں جتنی مسافت طے کی جا سکتی ہے اتنی دور کی مسافت سے جنت کی مہک محسوس کی جا رہی ہوگی۔

بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں مرد و زن کے اندر اس قدر تیزی کے ساتھ یہ قباحتیں پھیل رہی ہیں کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔

ہماری خواتین اسلامی معاشرت سے اس قدر دور اور مغربی تہذیب سے اس قدر متاثر ہیں کہ خدا کی پناہ، اچھی اچھی دیندار کہلانے والی خواتین میں وہ باتیں پائی جا رہی ہیں جن کی حضور ﷺ نے پیش گوئی فرمائی تھی۔ اُنہیں سوچنا چاہیے کہ وہ مسلمان کہلانے کے باوجود اس تہذیب کو اپنا کر کیا کھو رہی ہیں اور کیا پا رہی ہیں۔سدا دنیا میں نہیں رہنا ایک دن سب کچھ چھوڑ کر یہاں سے جانا ہے اس لیے وہاں کی فکر بھی کرنی چاہیے اور ان فیشنوں سے بچنا چاہیے جو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا سبب ہوں، اللہ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

نماز سے متعلق عبرت انگیز واقعات

علامہ ذہبی رحمہ اللہ آٹھویں صدی ہجری کے بہت بڑے محدث، محقق، ناقد اور مؤرخ اسلام، شافعی المسلک بزرگ ہیں آپ نے بہت سی کتابیں تحریر فرمائی ہیں جن میں سے ایک کتاب کبیرہ گناہوں سے متعلق ہے۔اس کتاب کا نام ''کتاب الکبائر'' ہے۔اس کتاب میں آپ نے ستر کبیرہ گناہوں کی تفصیل دی ہے اور ان گناہوں سے متعلق آیات کریمہ اوراحادیث مبارکہ میں جو وعیدین آئی ہیں وہ ذکر فرمائی ہیں۔ضمناً آپ بہت سی مفید باتیں نیز حکایات اور واقعات بھی لائے ہیں جو نہایت سبق آموز اور عبرت انگیز ہیں جی چاہا کہ اپنے قارئین کو بھی ان واقعات سے روشناس کرایا جائے شاید کسی کے لیے عبرت و موعظت کا سامان بن جائے اور وہ راہ راست پر آجائے۔

جان بوجھ کر نماز چھوڑنے کا گناہ

علامہ ذہبیؒ نے نماز چھوڑنے سے متعلق نہایت شدید وعیدیں ذکر کرنے کے بعد درج ذیل واقعات ذکر فرمائے ہیں۔

① ''مروی ہے کہ ایک بنی اسرائیلی عورت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں آئی اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھ سے ایک بہت ہی بڑا گناہ ہو گیا تھا جس سے میں نے اللہ کے حضور میں توبہ کر لی ہے آپ اللہ سے دعاء کیجئے کہ وہ میرا گناہ معاف کر دے اور میری توبہ کو قبول فرما لے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ تو نے کیا گناہ کیا تھا؟ وہ بولی کہ اے اللہ کے نبی میں نے زنا کیا تھا جس کے سبب میرے یہاں بچہ ہوا تھا، میں نے (اپنے گناہ کو چھپانے کی

خاطر) اس بچے کو قتل کر دیا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا: اے بدکار عورت تو فوراً یہاں سے نکل جا کہیں ایسا نہ ہو کہ آسمان سے آگ اُترے اور تیری نحوست کے سبب ہم سب کو جلا دے وہ عورت ٹوٹے دل کے ساتھ وہاں سے نکل کھڑی ہوئی۔ فوراً ہی حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لے آئے اور فرمایا! موسیٰ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے موسیٰ ایک توبہ کرنے والی کو تم نے کیوں واپس کر دیا، کیا تم نے اس سے بھی بدتر گناہ کرنے والا کوئی نہیں پایا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ اس سے بھی زیادہ بدتر گناہ کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا: جان بوجھ کر نماز کو چھوڑنے والا''۔[1]

(۲) ''ایک بزرگ سے مروی ہے کہ وہ اپنی بہن کی تدفین میں شریک ہوئے اتفاق سے ان کی ایک تھیلی جس میں مال تھا قبر میں گر گئی اور کسی کو بھی اس کے گرنے کا پتہ نہ چلا، یہ بزرگ تدفین سے فارغ ہو کر گھر چلے آئے، یہاں آکر یاد آیا کہ تھیلی تو قبر میں رہ گئی۔ واپس قبر پر گئے اور لوگوں کے جانے کے بعد قبر کو کھودا، کیا دیکھتے ہیں کہ قبر آگ کے شعلوں سے بھری ہوئی ہے۔ انہوں نے قبر پر مٹی ڈالی اور روتے ہوئے ماں کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ اماں جان مجھے بتلایئے میری بہن کیا عمل کرتی تھی؟ ماں نے پوچھا کیا ہوا کیوں پوچھ رہے ہو؟ بولے اماں جی میں نے

---

[1] کتاب الکبائر ص ۲۶

اس کی قبر کو آگ کے شعلوں سے بھرا ہوا دیکھا ہے یہ سن کر ماں بھی رونے لگی اور بولی بیٹا تیری بہن نماز میں سستی کرتی تھی اور وقت ٹلا کر نماز پڑھتی تھی۔ یہ حکایت ذکر فرما کر علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں: یہ حال تو اس کا ہے جو نماز کو وقت ٹلا کر پڑھتی تھی ان مرد و زن کا کیا حال ہوگا جو سرے سے نماز ہی نہیں پڑھتے؟'' [۱]

عذر کی وجہ سے جماعت میں شریک نہ ہونے سے ثواب میں کمی

علامہ ذہبیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام بخاریؒ و امام مسلمؒ کے اُستاذ حضرت عبیداللہ بن عمر قواریری رحمہ اللہ (م:۲۳۵ھ) فرماتے ہیں کہ

''میری عشاء کی نماز کبھی بھی جماعت سے نہیں رہی تھی (ہمیشہ میں نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی تھی) اتفاقاً ایسا ہوا کہ ایک رات میرے یہاں ایک مہمان تشریف لے آئے جن میں مشغولیت کے سبب میری عشاء کی جماعت نکل گئی۔ میں بصرہ کی مسجدوں کو دیکھنے نکلا کہ شاید کہیں جماعت مل جائے لیکن میں نے دیکھا کہ سب لوگ نماز پڑھ کر فارغ ہو چکے ہیں اور مسجدیں بند کر دی گئی ہیں میں گھر واپس آیا اور جی میں کہنے لگا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جماعت کیساتھ نماز پڑھنے کا ثواب تنہا پڑھنے کی بہ نسبت ستائیس درجے زیادہ ملتا ہے (چلو میں ستائیس مرتبہ پڑھ لیتا ہوں) چنانچہ میں نے ستائیس مرتبہ عشاء کی نماز پڑھی اور سو

---

[۱] کتاب الکبائر ص ۲۶

گیا۔میں نے خواب میں دیکھا کہ میں گھڑسواروں کے ساتھ ہوں اور خود میں بھی گھوڑے پر سوار ہوں ہم گھڑ دوڑ میں مصروف ہیں (میرا گھوڑا اُن سے پیچھے ہے) میں گھوڑے کو ایڑ لگاتا ہوں کہ ان سے مل جاؤں لیکن میں ان سے مل نہیں پاتا، ان میں سے ایک شخص یہ حالت دیکھ کر کہتا ہے کہ اپنے گھوڑے کو مشقت میں مت ڈال تو ہم سے نہیں مل سکتا۔میں پوچھتا ہوں کہ کیوں نہیں مل سکتا؟ وہ کہتا ہے کہ ہم نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی تھی اور تو نے تنہا پڑھی تھی، میں یہ خواب دیکھ کر بیدار ہوا تو مجھے بڑا ہی افسوس اور رنج ہوا''۔ [1]

اسی قسم کا ایک واقعہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ نے امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے شاگرد محمد بن سماعہ رحمہ اللہ (م:۲۳۳ھ) کا تحریر فرمایا ہے وہ بھی ملاحظہ فرماتے چلیں، حضرت لکھتے ہیں۔

''محمد بن سماعہؒ ایک بزرگ عالم ہیں جو امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ کے شاگرد ہیں، ایک سو تین برس کی عمر میں انتقال ہوا، اس وقت دوسو رکعات نفل روزانہ پڑھتے تھے، کہتے ہیں کہ مسلسل چالیس برس تک میری ایک مرتبہ کے علاوہ تکبیر اُولیٰ فوت نہیں ہوئی صرف ایک مرتبہ جس دن میری والدہ کا انتقال ہوا ہے۔اس کی مشغولی کی وجہ سے تکبیر اولیٰ فوت ہوگئی تھی، یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری جماعت کی نماز فوت ہو گئی تھی تو میں نے اس وجہ سے کہ جماعت کی نماز کا ثواب

---

[1] کتاب الکبائر ص ۳۴

پچیس درجے زیادہ ہے اس نماز کو پچیس دفعہ پڑھا تا کہ وہ عدد پورا ہو جائے تو خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ : محمد پچیس دفعہ نماز تو پڑھ لی مگر ملائکہ کی آمین کا کیا ہوگا؟ ملائکہ کی آمین کا مطلب یہ ہے کہ بہت سی احادیث میں یہ ارشاد نبوی آیا ہے کہ جب امام سورۂ فاتحہ کے بعد آمین کہتا ہے تو ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں جس شخص کی آمین ملائکہ کی آمین کے ساتھ ہو جاتی ہے اس کے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو خواب میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ مولانا عبدالحیؒ صاحب فرماتے ہیں کہ اس قصہ میں اس طرف اشارہ ہے کہ جماعت کا ثواب مجموعی طور سے جو حاصل ہوتا ہے وہ اکیلے میں حاصل ہو ہی نہیں سکتا چاہے ایک ہزار مرتبہ اس نماز کو پڑھ لے۔" [1]

تین چیزیں جو تین چیزوں کے بغیر قبول نہیں

"قال ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما ثلاث آیات نزلت مقرونة بثلاث لاتقبل منها واحدة بغیر قرینتها احداها قوله تعالیٰ اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرسول فمن

تین آیتیں ایسی ہیں جن میں تین چیزیں دوسری تین چیزوں کے ساتھ مل کر اُتری ہیں یہ چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں سے کوئی سی چیز بھی دوسری چیز کے بغیر قبول نہیں ہوتی، پہلی آیت یہ ہے اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ، اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو اللہ کے رسول کی اب اگر کسی نے اللہ کی اطاعت تو کی

[1] فضائل نماز ص ۵۱ مشمولہ فضائل اعمال طبع مکتبہ مدنیہ، لاہور

اطاع الله ولم يطع الرسول لم يقبل منه، الثانية قوله تعالیٰ "واقيمواالصلوة و آتوا الزكوة" فمن صلى ولم يزک لم يقبل منه، الثالثة قوله تعالىٰ ان اشكرلی ولوالدیک فمن شكرالله ولم يشكرلوالديه لم يقبل منه"۔ [1]

لیکن اللہ کے رسول کی اطاعت نہ کی تو اللہ کی اطاعت قبول نہیں ہو گی۔ دوسری آیت یہ ہے وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَآتُوا الزَّکٰوۃَ، نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ اب اگر کسی نے نماز تو قائم کی لیکن زکوٰۃ ادا نہ کی تو اس کی نماز قبول نہیں ہو گی۔ تیسری آیت یہ ہے۔ اَنِ اشْکُرْلِیْ وَلِوَالِدَیْکَ، شکر ادا کر میرا اور اپنے والدین کا۔ اب اگر کوئی شخص اللہ کا شکر تو ادا کرتا ہے لیکن اپنے والدین کا شکر ادا نہیں کرتا تو اللہ کا شکر قبول نہیں ہوگا۔

---

[1] کتاب الکبائر ص:۴۳

اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے میں دُنیا کی بھی سلامتی ہے اور آخرت کی بھی

''مرید کے (جی این این) جدید تحقیقات کے مطابق دنیا بھر میں مسلمان سب سے کم خطرناک بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں۔ خطرناک بیماریوں کا سب سے زیادہ شکار یہودی، دوسرے نمبر پر عیسائی تیسرے نمبر پر سکھ اور ہندو، چوتھے نمبر پر مختلف قومیں جبکہ مسلمان صرف پانچ فیصد سے بھی کم ہوتے ہیں۔'' جی این این' کے سروے کے مطابق اگر دنیا میں کل سو کینسر کے مریض ہیں تو مذہبی لحاظ سے ۴۰ فیصد یہودی، ۳۰ فیصد عیسائی، ۱۵ فیصد ہندو سکھ ۱۰ فیصد مختلف قوموں کے افراد جبکہ مسلمان صرف ۵ فیصد اس موذی مرض کا شکار ہونگے۔ تحقیقات کے مطابق مسلمان اس موذی مرض سے روزانہ ''مسواک'' کرنے کے عمل سے بچتا ہے۔ منہ کے اندر ایسے اجزاء اور جراثیم جو ٹوتھ پیسٹ اور ٹوتھ برش سے بچ نکلتے ہیں۔ مسواک کے باریک ریشوں کی مدد سے دفع ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے مسلمان منہ اور معدے کے کینسر سے بچے رہتے ہیں۔ مسلمانوں کی صحت کا دوسرا راز تہجد کی نماز میں ہے۔ تحقیقات کے مطابق تہجد کی نماز چار گھنٹے کی ورزش کا متبادل ثابت ہوتی ہے کیونکہ یہ مذہبی فریضہ سورج نکلنے سے تین یا چار گھنٹے قبل ادا کیا جاتا ہے۔ اس وقت فضا میں وافر آکسیجن ہوتی ہے۔ یہ مذہبی فریضہ ۵ منٹ میں مکمل ہوتا ہے۔ تحقیقات کے مطابق اگر دنیا میں آنکھوں اور

دماغ کے سو مریض ہوں تو ۲۰ فیصد یہودی، ۳۵ فیصد عیسائی، ۲۵ فیصد ہندو اور سکھ ۱۷ فیصد مختلف دوسری قومیں اور صرف ۳ فیصد مسلمان ہونگے کیونکہ مسلمان جب پنجگانہ نماز جو کہ ایک مذہبی فریضہ ہے دوران نماز جب سجدہ کرتے ہیں تو اس عمل سے پاؤں میں موجود خون پاؤں میں رہتا ہے اور سر اور آنکھوں میں موجود خون سر اور آنکھوں میں ہی رہتا ہے جس سے انکی جسمانی اور روحانی ورزش مکمل ہو جاتی ہے جس سے دماغ اور آنکھوں کی بیماریوں سے مسلمان بچے رہتے ہیں۔ نماز سے قبل وضو جس سے مسلمان ہاتھ منہ اور پاؤں اچھی طرح دن میں پانچ وقت دھوتے ہیں جس سے ہر قسم کے جراثیم خارج ہو جاتے ہیں۔ تحقیقات کے مطابق حیران کن بات سامنے آئی ہے کہ مسلمانوں میں دوسری قوموں کی نسبت منہ کی بیماریاں بہت کم ہیں کیونکہ مسلمان کا دین اسلام ''جمائی'' لیتے وقت منہ پر ہاتھ رکھنا سکھلاتا ہے جبکہ دنیا کے دوسرے مذاہب اسکی تعلیم نہیں دیتے اگر منہ پر ہاتھ نہ رکھا جائے تو ہوا میں موجود ''وائرس اور بیکٹیریا'' منہ میں داخل ہو کر دانتوں، مسوڑھوں کو نقصان پہنچاتے ہیں جس سے پہلے دانتوں میں کیڑا لگتا ہے۔ بعد میں دانت بہت جلد گر جاتے ہیں چاہے کتنی باقاعدگی سے ٹوتھ پیسٹ کیا جائے اس چھوٹے سے عمل سے مسلمانوں میں یہ بیماری بہت کم پائی جاتی ہے''۔

(روزنامہ نوائے وقت ۲/ دسمبر ۱۹۹۹ء)

حجاب کا استعمال کینسر سے بچاتا ہے:

شریعت مطہرہ نے خواتین کو حجاب یعنی برقع استعمال کرنے کا حکم دیا ہے۔ حجاب کے بہت سے فائدے شریعت نے بتلائے ہیں۔ حال ہی میں ڈاکٹروں نے حجاب کا ایک انتہائی اہم فائدہ بتلایا ہے ملاحظہ فرمایئے اور شریعت کی صداقت کی داد دیجئے۔

’’جدہ (آن لائن) اسلامی حجاب استعمال کرنے والی خواتین میں منہ اور حلق کے کینسر کے امکانات بہت کم ہو جاتے ہیں۔ سعودی عرب سے شائع ہونے والے اخبار کی رپورٹ کے مطابق حال ہی میں سعودی نیشنل گارڈ ہسپتال جدہ کے شعبہ آنکالوجی کے ماہرین نے ایک تحقیق کی ہے جس کے مطابق حجاب کی پابندی کرنے والی خواتین میں منہ اور حلق کے مختلف حصوں کے کینسر کی شرح بہت کم ہے۔ سینئر عہدیدار ڈاکٹر کمال ملاکار نے بتایا کہ تین سالہ تحقیق سے یہ بات نوٹ کی گئی کہ ریاض، جدہ اور اسیر کے علاقوں میں خواتین میں منہ اور حلق کے کینسر کے بہت کم کیس سامنے آئے اس کی بنیادی وجہ اسلامی حجاب کا استعمال ہے‘‘۔ (روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۸، محرم الحرام ۱۴۲۵ھ، ۲۰ مارچ ۲۰۰۴ء صفحہ آخر)۔

حضرت شیخ الہندؒ کا خطاب

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں۔

’’مالٹا کی قید سے واپس آنے کے بعد ایک رات بعد عشاء دارالعلوم میں تشریف فرما تھے، علماء کا بڑا مجمع سامنے تھا اس وقت فرمایا ہم نے تو مالٹا کی زندگی میں دو سبق سیکھے ہیں یہ الفاظ سن کر سارا مجمع ہمہ تن گوش ہو گیا کہ اس اُستاذ العلماء درویش نے اسّی سال علماء کو درس دینے کے بعد آخر عمر میں جو سبق سیکھے ہیں وہ کیا ہیں؟

فرمایا کہ:

میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیوی ہر حیثیت سے کیوں تباہ ہورہے ہیں تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے۔ (۱) ایک ان کا قرآن کو چھوڑ دینا۔ (۲) دوسرے آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی۔ اس لیے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف کروں کہ قرآن کریم کو لفظاً اور معنیً عام کیا جائے۔ بچوں کے لیے لفظی تعلیم کے مکاتب ہر ہر بستی میں قائم کیے جائیں۔ بڑوں کو عوامی درس قرآن کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس کرایا جائے اور قرآنی تعلیمات پر عمل کے لیے آمادہ کیا جائے اور مسلمانوں کے باہمی جنگ و جدال کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا جائے۔ [۱]

[۱] وحدت اُمت ص: ۴۸

سورۂ کہف کی تلاوت کی برکت

احادیث مبارکہ میں سورہ کہف کی بڑی فضیلت اور اس کی تلاوت کی بہت سی برکات ذکر کی گئی ہیں۔حضرت ابو دَرْدَاءؓ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے سورۂ کہف کی پہلی دس آیتیں حفظ کرلیں وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا''۔ [1]

حضرت ابو دَرْدَاءؓ سے ایک دوسری روایت میں یہ منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے سورۂ کہف کی آخری دس آیتیں تلاوت کیں وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا''۔ [2]

حضرت معاذ بن انس جُہنیؓ حضور اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص سورۂ کہف کی شروع کی اور آخر کی آیتیں پڑھتا ہے اس کے لیے اس کے قدم سے سر تک ایک نور ہو جاتا ہے اور جو شخص پوری سورت پڑھتا ہے تو اس کے لیے زمین سے آسمان تک نور ہو جاتا ہے۔'' [3]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف کی تلاوت کرے گا اس کے قدم سے لیکر آسمان کی بلندی تک نور ہو جائے گا جو

---

[1] مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مسند احمد، بحوالہ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۷۰ [2] ایضاً ص ۷۰
[3] مسند احمد بحوالہ تفسیر ابن کثیر ج:۳، ص ۷۰

قیامت کے دن روشنی دیگا اور پچھلے جمعہ سے اِس جمعہ تک
کے اس کے سب گناہ معاف کر دیئے جائینگے''۔ [۱]

حضرت ابوسعید خدریؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف کی تلاوت کرتا ہے اس
کے لیے اِس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک ایک نور روشن کر دیا
جاتا ہے''۔ [۲]

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھے گا وہ آٹھ روز تک
ہر فتنہ سے محفوظ رہے گا اور اگر دجال نکل آیا تو یہ اس کے
فتنہ سے بھی بچا رہے گا''۔ [۳]

علامہ قرطبی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں نقل فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ نے فرمایا:

''جو شخص سورۂ کہف کی تلاوت کرتا ہے اسے ایک نور دیا
جاتا ہے جو زمین سے آسمان تک دراز ہوتا ہے اور اسے
عذاب قبر سے بچا لیا جاتا ہے''۔ [۴]

حضرت اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کیا میں تمہیں ایسی سورت نہ بتاؤں جس کے ساتھ ستر
ہزار فرشتے آئے تھے، جس کی بڑائی نے آسمان و زمین کے
درمیان کو بھر دیا تھا، جس کی تلاوت کرنے والے کو اتنا ہی
اجر ملتا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ کیوں نہیں ضرور بتلائیے،

---

[۱] تفسیر ابن کثیر ج:۳ ص ۷۰ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ روایت موقوف ہے۔
[۲] مستدرک حاکم بحوالہ تفسیر ابن کثیر ج:۳ ص ۷۱ [۳] المختارہ للضیاء المقدسی بحوالہ تفسیر ابن کثیر ج:۳ ص ۷۱ [۴] الجامع لاحکام القرآن ج: ۱۰ ص: ۳۴۶

آپ ﷺ نے فرمایا: وہ سورۂ اصحابِ کہف ہے، جو شخص جمعہ کے دن اس کی تلاوت کرتا ہے اس کے اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور تین دن کے مزید بھی اور اسے ایک نور دیا جاتا ہے جو زمین سے آسمان تک پہنچتا ہے اور اسے دجال کے فتنہ سے بچا لیا جاتا ہے۔ [۱]

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص سورۂ کہف کی دس آیتیں زبانی پڑھے گا دجال کا فتنہ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا اور جو پوری سورت پڑھے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' [۲]

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

''جس گھر میں (رات کو) سورۂ کہف پڑھی جاتی ہے اس گھر میں اس رات شیطان داخل نہیں ہو پاتا''۔ [۳]

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص سوتے وقت سورۂ کہف کی آخری پانچ آیتیں پڑھے گا تو جس وقت وہ بیدار ہونا چاہے گا اللہ تعالیٰ اسے بیدار فرما دیں گے''۔ [۴]

یہ روایت صاحب روح المعانی علامہ محمود آلوسی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں نقل کی ہے اور فرمایا ہے کہ میں نے اس کا بار ہا تجربہ کیا ہے۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بہت سے ائمہ کرام نے شب جمعہ میں اور جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھنے کو مسنون قرار دیا ہے، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا

---

[۱] الجامع لاحکام القرآن ج: ۱۰، ص: ۳۴۶ [۲] الجامع لاحکام القرآن ج: ۱۰، ص: ۳۴۶
[۳] روح المعانی ج: ۵ ص: ۲۰۰ [۴] روح المعانی ج: ۵ ص: ۲۰۰

معمول تھا کہ آپ ہر شب سورۂ کہف کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

سورۂ کہف کی عظمت کا اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ پوری کی پوری سورت ایک وقت میں نازل ہوئی تھی اور ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ آئے تھے۔ [1] اس سورت کے جو فضائل و برکات احادیثِ مبارکہ میں ذکر کئے گئے ہیں ان پر اعتقاد و یقین کے ساتھ ہر جمعہ کو اس کی تلاوت کرنی چاہیئے۔

علامہ ابن حجر شافعی رحمہ اللہ (م: ۸۵۲ھ) نے اپنی ایک کتاب میں سورۂ کہف کی تلاوت کی برکت سے متعلق ایک واقعہ ذکر فرمایا ہے جس سے ان احادیث مبارکہ کی صداقت کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ واقعہ نظر سے گزرا تو جی چاہا کہ اپنے قارئین کے گوش گزار کیا جائے۔ ملاحظہ فرمایئے۔ علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔

''صفد کے قاضی محمد بن عبدالرحمٰن عثمانی فرماتے ہیں کہ مجھے امیر سیف الدین بلبان الحسامی نے کہا کہ ایک روز میں صحرا کی جانب نکلا، کیا دیکھتا ہوں کہ ابن دقیق العید قبرستان میں ایک قبر پر کھڑے قراءتِ قرآن اور دعاء میں مشغول ہیں اور زاروقطار رو رہے ہیں۔ میں نے رونے کا سبب پوچھا تو کہنے لگے کہ یہ قبر والا میرے شاگردوں میں سے تھا۔ میرے پاس قرآن پڑھتا تھا اس کا انتقال ہو گیا۔ رات میں نے اس کو خواب میں دیکھا میں نے اسکی حالت دریافت کی تو کہنے لگا کہ جب تم نے مجھے قبر میں رکھا تو میرے پاس ایک چت کبری کتا درندے کی مانند آیا اور مجھے ڈرانے لگا، میں اس سے گھبرا گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ اسی وقت ایک دراز قد خوب صورت شخص آیا اور اس نے کتے کو

---

[1] رُوح المعانی ج: ۵، ص: ۱۹۹

بھگا دیا، پھر میرے پاس آ کر بیٹھ گیا اور مجھے مانوس کرنے لگا میں نے کہا کہ آپ کون ہیں، کہا کہ میں تمہاری سورت الکہف کی تلاوت کا ثواب ہوں جو تم جمعہ کے روز پابندی سے پڑھتے تھے"۔ ؎۱

؎۱ الدر الکامنۃ ج:۴ ص: ۹۵
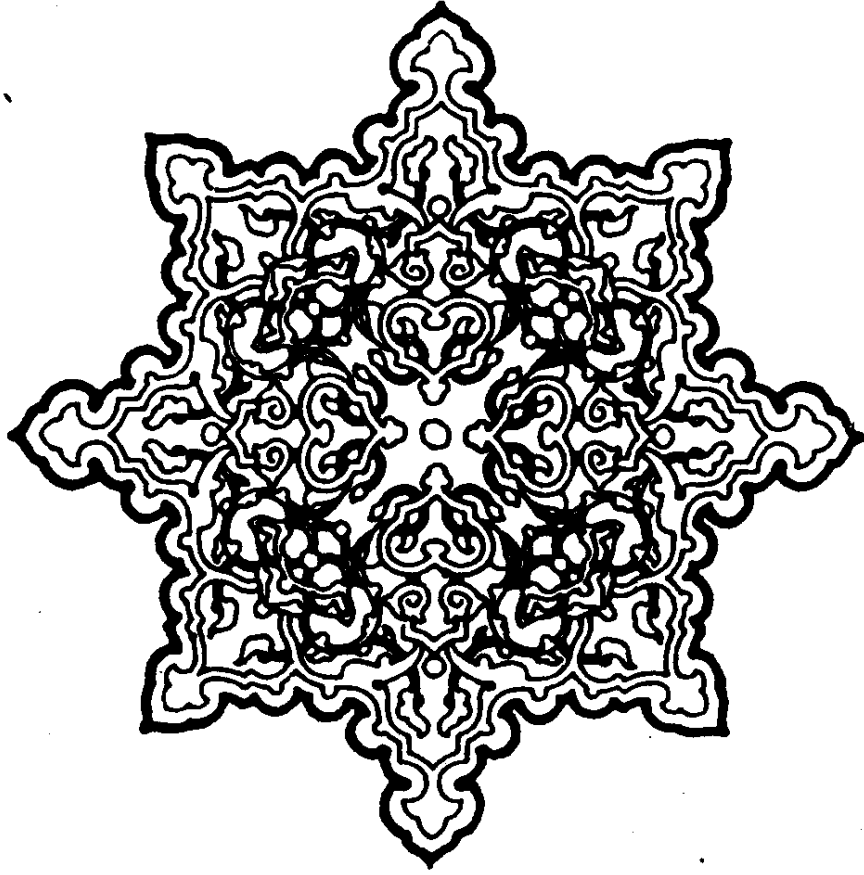
لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کی برکت

احادیث مبارکہ میں لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کی بہت سی فضیلتیں اور برکتیں ذکر کی گئی ہیں ذیل میں لاحول کی چند فضیلتیں اور برکتیں ذکر کی جا رہی ہیں اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

جنت کا خزانہ

① عن ابی موسیٰ رضی اللّٰہ عنہ ان النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلم قال لہ قل لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ فَاِنَّھَا کَنْزٌ مِنْ کُنُوْزِ الْجَنَّۃِ۔ [1]

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا: ''لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ'' کہا کرو، یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

② عَنْ ابی هریرة رضی اللّٰہ عنہ قال قال لی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم اَکْثِرْ مِنْ قَوْلِ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ فَاِنَّھَا مِنْ کَنْزِ الْجَنَّۃِ [2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ کثرت سے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھا کرو۔ یہ جنت کے خزانوں میں سے ہے۔

---

[1] بخاری، مسلم، ابوداود، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ بحوالہ الترغیب والترہیب ج:۲، ص ۲۹۰

[2] ترمذی بحوالہ الترغیب ج:۲، ص ۲۹۰

ننانوے بیماریوں کی دوا

③ عن ابی هریرة رضی الله عنه عن رسول الله صلّی الله علیه وسلّم قال مَنْ قَالَ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کَانَ دَوَاءً مِنْ تِسْعَةٍ وَتِسْعِیْنَ دَاءً اَیْسَرُهَا الْهَمُّ۔ ۱

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھتا ہے تو یہ اس کے لیے ننانوے بیماریوں کی دوابن جاتا ہے جن میں سب سے کم درجہ کی بیماری ''غم'' ہے۔

جنت کا دروازہ

④ عن معاذ بن جبل رضی الله عنه ان رسول الله صلّی الله علیه وسلّم قال ''اَلاَ اَدُلُّکَ عَلٰی بَابٍ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ قَالَ وَ مَاهُوَ قَالَ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ'' ۔ ۲

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں جنت کے دروازوں میں سے ایک (خاص) دروازہ نہ بتلاؤں عرض کیا کہ وہ کون سا ہے؟ فرمایا لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

جنت کے پودے

⑤ عن ابی ایوب الانصاری رضی الله عنه ان

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

---

۱ معجم طبرانی اوسط۔ مستدرک حاکم بحوالہ الترغیب ج:۲،ص:۲۹۱

۲ مسند احمد بحوالہ الترغیب ج:۲،ص:۲۹۰

رسول الله صلی الله علیه وسلم لیلة اسری به مر علی ابراهیم علیه الصلاۃ والسلام فقال من معک یا جبرائیل؟ قال هذا محمد فقال له ابراهیم علیه الصلوة والسلام یا محمد: مُرْ امتک فلیکثروا من غراس الجنة فان تربتها طیبة وارضها واسعة قال وما غراس الجنة؟ قال لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ"۔ [1]

رسول اکرم ﷺ کو جس رات معراج کرائی گئی اس رات آپ کا گزر حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہوا تو آپ ﷺ نے جبریل امین علیہ السلام سے پوچھا یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ یہ محمد ﷺ ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آپ سے فرمایا: اے محمد (ﷺ) آپ اپنی اُمت کو حکم دیجئے کہ وہ کثرت سے جنت کے پودے لگائیں اس لیے کہ اس کی مٹی پاک اور اس کی زمین وسیع ہے آپ نے دریافت کیا کہ جنت میں پودا لگانا کیا ہے؟ فرمایا لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

نعمت باقی رکھنے کی دعاء

⑥ روی عن عقبة بن عامر رضی اللہ عنه قال قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلم مَنْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ نِعْمَةً فَاَرَادَ بَقَاءَهَا فَلْیُکْثِرْ مِنْ قَوْلِ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" [2]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کسی کو کوئی نعمت دیں اور وہ چاہے کہ یہ نعمت باقی رہے تو اسے چاہئے کہ وہ کثرت سے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھا کرے۔

---

[1] الترغیب ج:۲،ص۲۹۱ [2] رواہ الطبرانی بحوالہ الترغیب ج:۲ص۲۹۲

لاحَوۡلَ میں اللہ کی فرمانبرداری ہے

⑦ عن ابن عمر "انه قال سبحان اللّٰه هي صلوة الخلائق والحمد للّٰه كلمة الشكر، ولا اله الا اللّٰه كلمة الاخلاص واللّٰه اكبر تملأ مابين السماء والارض و اذا قال العبد لا حول ولا قوة الا باللّٰه قال تعالىٰ اسلم واستسلم"۔ [1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سبحان اللہ مخلوقات کی عبادت ہے، الحمدللہ شکر کا کلمہ ہے لاَ اِلٰہَ اِلَّا اللہ اخلاص کا کلمہ ہے اور اللہ اکبر کا ثواب زمین وآسمان کے درمیان کو بھر دیتا ہے اور جب کوئی بندہ حضور قلب کے ساتھ لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ بندہ فرمانبردار ہوا اور بہت فرمانبردار ہوا۔

قیدی کا قید سے رہا ہونا

⑧ محمد بن اسحاق نے بیان کیا کہ حضرت مالک اشجعیؓ حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ میرا بیٹا عوف گرفتار ہو گیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کسی آدمی سے اس کے پاس کہلا دو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے حکم دیا ہے کہ تو کثرت کے ساتھ لَاحَوۡلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھ، قاصد نے آکر اسے خبر دی تو عوفؓ اپنا سر جھکا کر لَاحَوۡلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھنے لگے (کفار نے انہیں تانتوں سے باندھ رکھا تھا) ساری تانتیں ٹوٹ کر گر گئیں اور یہ قید سے باہر آئے انہوں نے دشمنوں کی اونٹنی دیکھی اوراس پر سوار ہو کر گھر کی طرف متوجہ ہوئے۔

---

[1] رواہ رزین بحوالہ مشکوٰۃ ص: ۲۰۲

یہ قوم کی چراگاہ میں تھے جہاں سارے جانور چر رہے تھے انہوں نے ان جانوروں کو پکارا ان جانوروں کا اول و آخر سب اسی اونٹنی کے پیچھے ہولیا (اور یہ گھر پہنچ گئے) ان کے ماں باپ کو اس بات سے بڑا اچنبھا ہوا کہ انہوں نے دروازہ پر پکارا، ان کے باپ نے کہا کہ رب کعبہ کی قسم! عوفؓ آگیا، ان کی ماں نے کہا، ہائے برائی! اور عوفؓ تانت میں باندھے جانے کے الم سے نڈھال ہو رہے تھے، چنانچہ ان کے باپ اور خادم ان کی طرف لپک کر گئے تو عوفؓ نے سارا میدانِ اُونٹوں سے بھر رکھا تھا، انہوں نے اپنے باپ سے اپنا اور اونٹوں کا سارا قصہ کہہ سنایا۔ ان کے باپ حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور آپ ﷺ کو عوفؓ کی اور اونٹوں کی خبر سنائی ان سے آپ ﷺ نے فرمایا: ان اونٹوں کے ساتھ جو تمہارا جی چاہے کرو، میں تمہارے ان اونٹوں میں کوئی مداخلت کرنے والا نہیں اور یہ آیت اُتری وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۭ [1]

(سورۃ نمبر ۶۵، آیت نمبر ۳)

ترجمہ: اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے مضرتوں سے نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص اللہ پر توکل کریگا تو اللہ اس کے لیے کافی ہے۔

---

[1] الترغیب والترہیب ج:۲ ص:۲۹۲

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ

مبارک بن واضح ایک شخص کے غلام تھے اور اس کے باغ میں بطور مالی کے کام کرتے تھے ایک مدت تک یہ سلسلہ چلتا رہا، ایک مرتبہ ان کا آقا (باغ میں) ان کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ میٹھا انار کھانے کو جی چاہتا ہے، مبارک ایک درخت سے انار توڑ کر لائے اور آقا کو دیا۔ آقا نے اسے توڑ کر کھایا تو وہ کھٹا تھا اسے بڑا غصہ آیا: بولا کہ میں تم سے میٹھا انار مانگ رہا ہوں اور تم کھٹا لا رہے ہو؟ جاؤ کوئی میٹھا انار لے کر آؤ، مبارک گئے اور ایک دوسرے درخت سے انار توڑ کر لائے، آقا نے اسے توڑ کر کھایا تو وہ بھی کھٹا نکلا اسے اور غصہ آیا، بھڑک کر بولا کیا بات ہے میں تم سے میٹھا لانے کو کہتا ہوں تم کھٹا لاتے ہو؟ مبارک گئے اور ایک تیسرے درخت سے انار توڑ کر لائے خدا کا کرنا کہ اِس دفعہ بھی ایسے ہی ہوا کہ انار کھٹا ہی نکلا۔ اِس دفعہ اِن کے آقا نے پوچھا کہ کیا بات ہے تمہیں ابھی کھٹے میٹھے کی پہچان بھی نہیں ہو سکی؟ مبارک بولے، جی ہاں ایسا ہی ہے، آقا نے پوچھا یہ کیوں؟ مبارک نے کہا کہ میں نے کبھی کوئی انار کھایا ہی نہیں کہ مجھے کھٹے میٹھے کا پتہ چل سکے، آقا نے پوچھا کیوں نہیں کھایا؟ مجھے آپ نے اجازت ہی نہیں دی تھی جو میں کھاتا۔ آقا نے اپنے طور پر مبارک کی اس بات کی تحقیق کی تو اسے سچ پایا، آقا کے

نزدیک یہ بات بہت بڑی تھی۔اس سے اس کے دل میں مبارک کی عظمت بیٹھ گئی، چنانچہ اس نے اپنی بیٹی کی شادی مبارک سے کر دی،اسی لڑکی سے مبارک کے یہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام انہوں نے عبداللہ رکھا''۔ [1]

یہ ہیں حضرت عبداللہ بن مبارکؒ جو اپنے زمانے کے شیخ الاسلام محدث کبیر، عابد و زاہد اور مجاہد فی سبیل اللہ تھے، امام ذہبی رحمہ اللہ نے آپ کا تذکرہ لکھنا شروع کیا تو پہلے یہ القاب تحریر فرمائے، **شیخ الاسلام فَخْرُ الْمُجَاهِدِیْنَ، قُدْوَۃُ الزَّاهِدِیْنَ**''۔ اس کے بعد اپنی عقیدت و محبت کا اظہار اِن الفاظ میں کیا۔

''واللہ انی لاحبہ فی اللہ وارجوالخیر بحبہٖ لِمَا مَنَحہ اللہ من التقوٰی والعبادۃ والاخلاص والجهاد وسعة العلم والانفاق والمواساۃ والفتوۃ والصفات الحمیدۃ'' [2]	خدا کی قسم میں ان سے خدا کے لیے محبت رکھتا ہوں اور اس محبت سے میں خیر کا امیدوار ہوں ان کی ان خوبیوں کی وجہ سے جو اللہ نے ان کو عطا فرمائی تھیں، یعنی تقویٰ، عبادات، اخلاص، جہاد، علم کی وسعت اور اس کا استحکام غمخواری و ہمدردی جوانمردی اور دیگر پسندیدہ اوصاف۔
....	
....	

محدث کبیر حضرت علامہ حبیب الرحمٰن اعظمیؒ نے امام عبداللہ بن مبارکؒ کا مختصر سا تذکرہ لکھا ہے جی چاہتا ہے کہ اس موقع پر پیش کیا جائے۔
حضرت علامہ تحریر فرماتے ہیں۔

''بلا شبہ ابن مبارک کی برگزیدہ ہستی ان ہستیوں میں سے ہے جن کی نظیر اسلام میں بھی کم پیدا ہوئی ہے۔فقہ و حدیث

---

[1] وفیات الاعیان ج:۳ ص:۳۲ [2] تذکرۃ الحفاظ ج:۱ ص

کے مسلم الثبوت امام ہونے کے علاوہ نحو و لغت اور شعر و فصاحت میں بھی ان کو اونچا مقام حاصل تھا اور ان کمالات کے ساتھ وہ ایک پُرجوش مجاہد ایک مرتاض عابد و زاہد ایک کامیاب تاجر جن کی ساری دولت محتاجوں کی امداد و اعانت، رفیقوں کے ساتھ سخاوت و ایثار پیشگی اور کار خیر کے لیے وقف تھی، رات میں تہجد گزار اور دن میں شہسوار بھی تھے۔علم و عمل دونوں میں وہ اپنی نظیر آپ تھے۔ابن مہدی نے کہا کان نسیج وحدہ۔ (وہ اپنی مثال آپ تھے) اور فضیل بن عیاض نے فرمایا وَ رَبِّ هٰذَا الْبَيْتِ مَارَأَتْ عَيْنَایَ مِثْلَ ابْنِ الْمُبَارَکِ (اس گھر خانہ کعبہ کے مالک کی قسم میری آنکھوں نے ابن مبارک کی مثال نہیں دیکھی)۔

آپ کو شوقِ جہاد کے ساتھ ساتھ حج سے بھی بڑا شغف تھا، امام ذہبیؒ نے لکھا ہے:

افنٰی عمرہ فی الاسفار حاجاً و مجاهداً و تاجرًا (ج: ۱ ص ۲۵۳)

(انہوں نے حج یا جہاد یا تجارت کی غرض سے ساری عمر سفر میں گزاری)

سوید بن سعیدؒ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مبارک کو دیکھا کہ انہوں نے چاہ زمزم سے پانی نکالا پھر کعبہ کی طرف منہ کر کے کہا:

اللّٰهم ان ابن الموالی حدثنا عن محمد بن المنكدر عن جابر عن النبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم اَنَّهٗ قَالَ مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهٗ، وَهٰذَا اَشْرَبُهٗ لِعَطْشِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

(اے اللہ، ابن ابی الموالی نے مجھ سے بیان کیا، ان سے

محمد بن المنکدرؒ نے ان سے جابرؓ نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ زمزم کا پانی جس مقصد کے لیے پیا جائے وہ پورا ہوگا، تو میں اس کو قیامت کی تشنگی سے بچنے کے لیے پیتا ہوں)

یہ کہہ کر انہوں نے زمزم کا پانی پیا۔

ان کے سفر حج کی شان بھی بالکل نرالی تھی، جب حج کا زمانہ قریب آتا تو ان کے دوست احباب ان کے پاس آتے اور کہتے ہم بھی آپ کی رفاقت میں چلیں گے وہ اس کو منظور کر لیتے اور ہر ایک سے اس کے مصارف سفر وصول کر کے ایک صندوق میں رکھ کر اس کو مقفل کر دیتے اس کے بعد سب کے لیے مرو سے بغداد تک کرایہ کی سواریوں کا انتظام کر کے روانہ ہوتے اور راستہ بھر ان کو عمدہ عمدہ کھانا اور حلوا کھلاتے۔ کھانے کے سوا بھی ان پر جو خرچ ہوتا اس کو خود برداشت کرتے، بغداد پہنچ کر سب کو عمدہ پوشاک اور بہترین ہیئت میں کر کے مدینہ کے لیے روانہ ہوتے مدینہ پہنچ کر ہر ایک سے فرداً فرداً پوچھتے کہ تمہارے گھر والوں نے مدینہ کا کیا کیا تحفہ خریدنے کو کہا ہے جو رفیق جو بتاتا وہ اس کے لیے خریدتے، پھر جب مکہ آتے اور مناسک سے فارغ ہو کر روانگی کی تیاری کرتے تو پھر ہر ایک سے پوچھتے کہ مکہ سے کیا کیا لانے کی فرمائش گھر والوں نے کی تھی، اس کے بعد ہر ایک کے لیے سوغات کی چیزیں خرید کر وطن روانہ ہوتے اور واپسی

میں بھی رفقاء کے سارے اخراجات کی خود کفالت فرماتے
پھر وطن پہنچ کر تین دن کے بعد ان سب کی دعوت کرتے
اور کپڑے پہناتے اس کے بعد رفقاء کے مصارفِ سفر والا
مقفل صندوق منگوا کر ہر ایک کی رقم جو الگ الگ تھیلی میں
ہوتی جس پر مالک کا نام لکھا ہوا ہوتا نکال کر بجنسہٖ اس کو
واپس کر دیتے ان کے خادم کا بیان ہے کہ اُنہوں نے حج
کے آخری سفر کے بعد جو دعوت کی تھی اس میں فالودہ کے
پچیس دسترخوان لوگوں کے سامنے تھے۔

وہ حضرت فضیلؒ سے فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم لوگ (یعنی
وہ لوگ جو عبادت گزاری اور یاد الٰہی کے لیے ایسے وقف
ہیں کہ کسب معاش بھی نہیں کرتے) نہ ہوتے تو میں تجارت
میں نہ پھنستا۔ایک واقف کار کا بیان ہے کہ فقراء و محتاجین
پر سالانہ ایک لاکھ درہم وہ خرچ کرتے تھے۔

ایک شخص سات سو درہم کا مقروض تھا اس نے ابن مبارکؒ
سے درخواست کی کہ مجھ کو اس بار سے سبکدوش فرما دیجئے،
انہوں نے ایک خط لکھ کر اس کو دیا کہ میرے وکیل کے
پاس لے جاؤ۔ وکیل نے خط پڑھا تو اس میں بجائے سات
سو کے غلطی سے سات ہزار لکھا ہوا تھا اس نے خط لکھ کر
اس کی اطلاع کی اور لکھا کہ سات ہزار دینے سے تو ساری
موجودہ آمدنی ہی فنا ہو جائیگی۔انہوں نے جواب میں لکھا
کہ تحریر میں بے شک غلطی ہوگئی ہے مگر اب تو جو کچھ لکھا گیا
ہے وہی دے دو۔ باقی اگر آمدنی فنا ہو جائے گی تو عمر بھی فنا

ہی ہو چکی ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی مسلمان سے اس کے بھائی کو اچانک بلا وہم و گمان کوئی مسرت و شادمانی حاصل ہو جائے تو اس مسلمان کی مغفرت ہو جائیگی، لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ اس مقروض کو مجھ سے ایک نہیں بلکہ دو غیر متوقع مسرتیں حاصل ہوں۔

اسماعیل بن عیاش کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے اصحاب نے بیان کیا کہ ہم مصر سے مکہ تک ابن المبارک کے رفیق سفر رہے ہیں، اس پوری مسافت میں وہ ہم کو خبیص (ایک قسم کا حلوا) کھلاتے رہے اور خود مسلسل روزے رکھتے رہے۔(صفة الصفوة)۔

عبداللہ بن سنان کہتے ہیں کہ ایک بار ابن المبارک مکہ آئے تو میں وہاں موجود تھا میں نے دیکھا کہ جب وہ واپس ہونے لگے تو ابن عیینہ اور فضیل بن عیاض ان کو رخصت کرنے کے لیے تھوڑی دور ان کے ساتھ چلے جب الوداع کہہ چکے تو ایک نے کہا ھٰذا فَقِیۡہُ اھلِ الۡمَشۡرِقِ (یہ اہل مشرق کے فقیہ ہیں) تو دوسرے نے کہا وَفَقِیۡہُ اھلِ الۡمَغۡرِبِ (اور اہل مغرب کے بھی یہ فقیہ ہیں)۔

مگر علم و عمل کے اس بلند مقام پر پہنچنے کے بعد ان کی فروتنی اور بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ ایک بار ان کی ''کتاب المناسک'' انکے سامنے پڑھی جا رہی تھی پڑھتے پڑھتے ایک حدیث کے خاتمہ پر قاری نے یہ پڑھا کہ ''ابن المبارک نے کہا کہ اسی کو ہم بھی لیتے ہیں (یعنی یہی ہمارا قول بھی ہے) یہ سنکر وہ ایک

دم چونک پڑے پوچھا یہ کس نے لکھ دیا کہا گیا جس کاتب نے یہ نسخہ لکھا ہے اسی نے یہ لکھا ہے۔ پھر انہوں نے کتاب خود لے لی اور اتنی عبارت کو رگڑ رگڑ کر مٹا ڈالا اور فرمایا کہ میں کون ہوتا ہوں کہ میرا قول بھی لکھا جائے۔

ایک دفعہ کوفہ میں سقایہ کے پاس پانی پینے گئے، وہاں اور بھی بہت سے لوگ پانی پی رہے تھے ان کو کوئی پہچانتا نہ تھا جب پانی کے قریب گئے تو خوب دھکا کھایا جب وہاں سے چلے تو فرمایا کہ بس زندگی یونہی گزرنی چاہیے کہ نہ کوئی پہچانے نہ تعظیم وتوقیر کرے۔

فرماتے تھے کہ میں مرو سے اسی لیے تو بھاگ کر کوفہ آیا ہوں کہ وہاں بڑی شہرت تھی کوئی بھی بات آ پڑتی تو لوگ میرے پاس آتے کوئی مسئلہ پیش آتا تو سب یہی کہتے کہ ابن المبارک سے پوچھو، یہاں بہت عافیت سے ہوں کہ نہ تو کوئی آتا ہے نہ جاتا ہے۔

آپ کی وفات ۱۳؍رمضان ۱۸۱ھ کو ہوئی''۔ [1]

[1] اعیان الحجاج - ج:۱، ص:۱۲۱ -

لَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ کِتَابًا فِیْهِ ذِکْرُکُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ

مندرجہ بالا آیت کریمہ کا ترجمہ ہے '' ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل کی جس میں تمہارا تذکرہ ہے کیا تم نہیں سمجھتے ہو''۔ اس آیت کے ذیل میں حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے حضرت احنف بن قیسؒ کا ایک واقعہ تحریر فرمایا ہے جو سبق آموز ہونے کے ساتھ ساتھ عبرت انگیز بھی ہے جی چاہا قارئین کے سامنے پیش کیا جائے۔ ملاحظہ فرمایئے حضرت لکھتے ہیں۔

''مشہور محدث اور امام احمد بن حنبلؒ کے شاگرد رشید شیخ الاسلام ابوعبداللہ محمد بن نصر مروزی بغدادی (۲۰۲-۲۹۴ھ) نے اپنی کتاب قیام اللیل [۲] میں ایک عبرت انگیز واقعہ نقل کیا ہے جس سے اس آیت کے فہم میں مدد ملتی ہے اور سلف کے فہم قرآن اور تدبر قرآن پر روشنی پڑتی ہے۔

جلیل القدر تابعی اور عرب سردار احنف بن قیس [۳] ایک دن بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے یہ آیت پڑھی۔

---

[۱] ذکر کی دو تفسیریں ہیں ایک ''شرف'' جیسے کہ ابن عباسؓ سے منقول ہے، دوسری حدیث (تذکرہ) جیسا کہ مجاہدؒ سے مروی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

[۲] یہ کتاب قیام اللیل و قیام رمضان و کتاب الوتر کے نام سے مصر و ملتان سے شائع ہوئی ہے، اصلاً ان کی یہ تین تصنیفات کا مجموعہ ہے جس کا خلاصہ علامہ احمد بن علی (م۸۴۵) نے کیا۔

[۳] ولادت (۳ قبل ہجرت وفات ۷۲ھ) قبیلہ بنوتمیم کے سردار حلم و بُردباری میں ضرب المثل تھے، ایران کے عظیم فاتحین میں اُن کا شمار ہے۔ حضرت علیؓ سے اختصاص خاص تھا۔

لَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ كِتٰباً فِيْهِ ذِكْرُكُمْ اَفَلاَ تَعْقِلُوْنَ ۞ (سورۃ الانبیاء۔ع-۱)	ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل کی جس میں تمہارا تذکرہ ہے، کیا تم نہیں سمجھتے ہو۔

وہ چونک پڑے اور کہا کہ ذرا قرآن مجید تو لانا اس میں میں اپنا تذکرہ تلاش کروں اور دیکھوں کہ میں کن لوگوں کے ساتھ ہوں اور کن سے مجھے مشابہت ہے؟ انہوں نے قرآن مجید کھولا، کچھ لوگوں کے پاس سے انکا گزر ہوا جن کی یہ تعریف کی گئی تھی۔

كَانُوْا قَلِيْلاً مِّنَ الَّيْلِ مَايَهْجَعُوْنَ ۞ وَبِالْاَسْحَارِهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۞ وَفِيْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۞ (الذّریٰت۔ع-۱)	رات کے تھوڑے حصے میں سوتے تھے اور اوقاتِ سحر میں بخشش مانگا کرتے تھے اور اُن کے مال میں مانگنے والے اور نہ مانگنے والے (دونوں) کا حق ہوتا تھا۔

....

کچھ اور لوگ نظر آئے جن کا حال یہ تھا۔

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفاً وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۞ (السجدۃ۔ع-۲)	ان کے پہلو بچھونوں سے الگ رہتے ہیں (اور) وہ اپنے پروردگار کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں اور جو (مال) ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

کچھ اور لوگ نظر آئے جن کا حال یہ تھا۔

يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ۞ (الفرقان۔ع-۶)	اور جو اپنے پروردگار کے آگے سجدہ کر کے اور (عجز و ادب سے) کھڑے رہ کر راتیں بسر کرتے ہیں۔

اور کچھ لوگ نظر آئے جن کا تذکرہ ان الفاظ میں ہے۔

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۝ (آل عمران۔ع۔۱۴)

جو آسودگی اور تنگی میں (اپنا مال خدا کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں اور غصہ کو روکتے اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں اور خدا نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے۔

اور کچھ لوگ ملے جن کی حالت یہ تھی۔

يُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝ (الحشر۔ع۔۱)

(اور) دوسروں کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود احتیاج ہی ہو اور جو شخص حرصِ نفس سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہوتے ہیں۔

اور کچھ لوگوں کی زیارت ہوئی جن کے اخلاق یہ تھے۔

وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَاغَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ۝ (الشوریٰ۔ع۔۴)

اور جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے پرہیز کرتے ہیں اور جب غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ص وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ص وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۝ (الشوریٰ۔ع۔۴)

اور جو اپنے پروردگار کا فرمان قبول کرتے ہیں۔ اور نماز پڑھتے ہیں اور اپنے کام آپس کے مشورہ سے کرتے ہیں اور جو مال ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

وہ یہاں پہنچ کر ٹھٹک کر رہ گئے اور کہا کہ اے اللہ میں اپنے حال سے

واقف ہوں، میں تو ان لوگوں میں نظر نہیں آتا۔

پھر انہوں نے ایک دوسرا راستہ لیا اب ان کو کچھ لوگ نظر آئے جن کا حال یہ تھا۔

اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ؕ (سورۂ صافات-ع-۲)

ان کا حال یہ تھا کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں تو غرور کرتے تھے......اور کہتے تھے کہ بھلا ہم ایک دیوانہ شاعر کے کہنے سے کہیں اپنے معبودوں کو چھوڑ دینے والے ہیں؟

پھر اُن لوگوں کا سامنا ہوا جن کی حالت یہ تھی۔

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ (الزمر-ع-۵)

اور جب تنہا خدا کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اُن کے دِل منقبض ہو جاتے ہیں اور جب اس کے سوا اوروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے چہرے کھل اُٹھتے ہیں۔

کچھ اور لوگوں کے پاس سے گزر ہوا جن سے جب پوچھا گیا:

مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۙ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ۙ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ۙ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۙ حَتّٰىٓ اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ؕ (المدثر-ع-۲)

کہ تم دوزخ میں کیوں پڑے؟ وہ جواب دینگے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور نہ فقیروں کو کھانا کھلاتے تھے اور ہم جھوٹ سچ باتیں بنانے والوں کے ساتھ باتیں بنایا کرتے اور روز جزا کو جھوٹ قرار دیتے تھے، یہاں تک کہ ہمیں اس یقینی چیز سے سابقہ پیش آ گیا۔

یہاں بھی پہنچ کر وہ تھوڑی دیر کے لیے دم بخود کھڑے رہے پھر کانوں پر ہاتھ رکھ کر کہا اے اللہ! ان لوگوں سے تیری پناہ، میں ان لوگوں سے بری ہوں۔

اب وہ قرآن مجید کے ورقوں کو اُلٹ رہے تھے اور اپنا تذکرہ تلاش کر رہے تھے یہاں تک کہ اس آیت پر جا کر ٹھہرے۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلاً صَالِحاً وَّ اٰخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (التوبہ-ع-۱۳)

اور کچھ اور لوگ ہیں جن کو اپنے گناہوں کا (صاف) اقرار ہے، انہوں نے اچھے اور برے عملوں کو ملا جلا دیا تھا قریب ہے کہ خدا ان پر مہربانی سے توجہ فرمائے، بے شک خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

اس موقع پر ان کی زبان سے بے ساختہ نکلا، ہاں ہاں! یہ بے شک میرا حال ہے"۔ [1]

قبرستانِ قاسمی دیوبند

دیوبند میں واقع قبرستان جسے "قبرستان قاسمی" اور "خطۂ صالحین" کہا جاتا ہے نہایت ہی بابرکت قبرستان ہے۔اس قبرستان میں اکابر علماء دیوبند حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حکیم الاسلام حضرت قاری طیب صاحبؒ، شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ، جامع المنقول والمعقول حضرت علامہ ابراہیم بلیاوی صاحبؒ، مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ اور ان جیسے بیسیوں بزرگوں کے مزارات ہیں۔اس قبرستان کے متعلق مشہور مؤرخ و ناقد پروفیسر محمد اسلم مرحوم لکھتے ہیں۔

"دہلی میں مہندیوں کے قبرستان میں خاندان ولی اللٰہی کی قبور کے علاوہ پورے برِاعظم میں کوئی مقام نہیں جہاں علم وتقوٰی کا

---

[1] مطالعہ قرآن کے اصول و مبادی ص: ۳۶ تا ۴۱

اتنا بڑا خزانہ دفن ہو۔ "مِنهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنهَا نُخرِجُكُمْ تَارَةً اُخرٰى" کے فرمان خداوندی کے مطابق یہ شرف دیوبند کے اس چھوٹے سے خطے کو جسے عرف عام میں "خطۂ صالحین" کہتے ہیں حاصل ہے کہ اس کی خاک پاک سے ایسی عظیم ہستیوں کا خمیر اٹھایا گیا ہے جن کی صدائے قال اللہ و قال الرسول سے برعظیم کے علاوہ عرب وعجم بھی گونج اُٹھے۔

یک بار نالہ کردہ ام از درد اشتیاق
از شش جہت ہنوز صدا میتواں شنید

ان بزرگوں کی کچی قبریں بالشت بھر سے اونچی اور تین فٹ سے زیادہ طویل نہیں ہیں، یہاں نہ عرس ہوتا ہے اور نہ چراغ و اگربتی جلانے کا اہتمام کیا جاتا ہے یہاں قبروں کو دھو کر پینے، ان پر چادریں چڑھانے، سہرے باندھنے نذریں پیش کرنے اور مشرکانہ نعرے لگانے کی ریت نہیں"۔ [۱]

اس قبرستان کے متعلق حضرت مولانا رشید الدین صاحبؒ سابق مہتمم مدرسہ شاہی مراد آباد اپنے ایک مضمون "والد مرحوم کی یاد" میں تحریر فرماتے ہیں۔

"قاری اصغر علی صاحب مرحوم دارالعلوم دیو بند میں مدرس بھی تھے اور میرے حفظ قرآن کے اُستاذ بھی تھے۔ انہوں نے اس واقعہ کو کئی مرتبہ سنایا کہ میرا متعدد بار حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ کے ساتھ فاتحہ خوانی کے لیے قبرستان قاسمی جانا ہوا۔ وہاں حضرت مدنیؒ نے اس خطہ کی طرف

---

[۱] سفرنامۂ ہند ص: ۲۹۹

اشارہ کر کے جہاں حضرت نانوتویؒ حضرت شیخ الہندؒ اور دیگر
اکابر رحمہم اللہ محو استراحت ہیں فرمایا کہ اگر اس خطہ میں کسی
کو سر چھپانے کی بھی جگہ مل جائے تو انشاء اللہ نجات کے
لیے کافی ہے۔اس بنا پر قاری[1] صاحب مرحوم جب بھی
اپنے وطن سہارنپور تشریف لے جاتے تھے تو یہ وصیت کر
کے جاتے تھے کہ اگر میرا وہاں انتقال ہو جائے تو میت کو
یہیں لا کر قبرستان قاسمی میں دفن کیا جائے''۔[2]

راقم الحروف کو متعدد اسفار میں بارہا اس قبرستان میں جانے اور مزارات اکابر پر فاتحہ پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ناچیز جب بھی وہاں گیا انتہائی درجہ کا سکون پایا یوں محسوس ہوا جیسے سارے قبرستان پر ابررحمت سایہ فگن ہے۔ناچیز کی بارگاہ خدا وندی میں بڑی لجاجت کے ساتھ اولاً تو یہ دعاء ہے ''اللهم ارزقني شهادة في سبيلك واجعل موتي ببلد رسولك''اور ثانیاً یہ درخواست ہے کہ آخرت میں اکابر کی رفاقت نصیب ہو جائے۔(آمین)

دُنیا کی بادشاہت کی قدر و قیمت

حکیم الأمت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

''ایک بزرگ تھے ان کو کسی بادشاہ کو نصیحت کرنا منظور تھا
اس لیے انہوں نے اس بادشاہ سے کہا کہ: کیوں جی اگر تم
جنگل میں ہو اور رفیقوں سے بچھڑ جاؤ اور پیاس تم کو لگے
اور کہیں پانی اس جنگل میں نہ ملے حتیٰ کہ پیاس کے مارے

---

[1] قاری اصغر علی صاحبؒ حضرت مدنی رحمہ اللہ کے خادم خاص اور خلیفہ مجاز تھے، دارالعلوم دیوبند میں تدریس کیا کرتے تھے، صرف ونحو میں آپ کو مہارت حاصل تھی آپ نے صرف کی معروف کتاب علم الصیغہ کی شرح تسہیل علم الصیغہ کے نام سے اور نحو میر کی شرح ہدیۂ صغیر کے نام سے لکھی تھی۔ سنہ میں آپ کا انتقال ہوا اور وصیت کے مطابق قبرستان قاسمی میں تدفین ہوئی رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔[2] مشاہدات وتأثرات ص: ۴۷

مرنے لگو اور اس وقت کوئی شخص ایک کٹورہ پانی کا تمہارے سامنے لائے اور یہ کہے کہ آدھی سلطنت دو تو میں یہ کٹورہ پانی کا تم کو دوں تم اس وقت کیا کرو گے؟ بادشاہ نے کہا کہ میں فوراً دے دوں گا، پھر کہا: اگر خدانخواستہ تمہارا پیشاب بند ہو جائے اور تمام اَطباء اور حکماء علاج سے عاجز ہو جائیں اور کوئی تدبیر نہ ہو اور کوئی شخص یہ کہے کہ اگر نصف سلطنت مجھ کو دے دو تمہارا پیشاب ابھی کھل جائے تو تم دے دو گے؟ کہا کہ بیشک دے دوں گا، ان بزرگ نے فرمایا کہ بس دیکھ لو آپ کی سلطنت کا یہ نرخ ہے یعنی ایک پیالہ پانی اور ایک پیالہ مُوت''۔(پیشاب) [1]

ڈاڑھی منڈانا حضور اکرم ﷺ کو ستانا اور ایذاء دینا ہے

حضور اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو ڈاڑھی رکھنے اور مونچھیں کٹانے کا حکم دیا ہے، ڈاڑھی منڈانے سے آپ کو ایذاء اور تکلیف ہوتی ہے۔آپ نے ڈاڑھی منڈانے کو مشرکین اور مجوسیوں کا فعل قرار دیا ہے اور اس پر اظہار ناراضگی فرمایا ہے۔ کتب حدیث و سِیَر میں ایک واقعہ آتا ہے جس سے اس حقیقت کا اظہار ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مختلف بادشاہوں کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط روانہ کئے تھے جن میں سے ایک خط ایران کے بادشاہ خسرو پرویز کے نام بھی ارسال فرمایا، جب شاہ ایران خسرو پرویز کے پاس حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] وعظ الباقی مشمولہ دُنیا و آخرت ص: ۲۳۸

کا تبلیغی والا نامہ پہنچا تو اس نے نامہ مبارک دیکھتے ہی غصے سے چاک کر دیا اور یوں بکنے لگا کہ ''ہماری رعایا کا ادنیٰ شخص ہمیں خط لکھتا ہے اور اپنا نام ہمارے نام سے پہلے لکھتا ہے''۔ اس کے بعد کسریٰ نے باذان کو جو اس کی طرف سے یمن کا گورنر تھا اور عرب کا تمام ملک اس کے زیرِ نگیں سمجھا جاتا تھا حکم بھیجا کہ دو مضبوط آدمی بھیجو جو اس مدعی نبوت کو گرفتار کر کے میرے پاس لے آئیں۔ باذان نے ایک فوجی دستہ تیار کیا جس کے افسر کا نام خرخسرو تھا، نیز حالاتِ محمدیہ (علی صاحبها الف الف تحیة) پر گہری نظر ڈالنے کے لیے ایک ملکی افسر بھی اس کے ساتھ کر دیا جس کا نام بانویہ تھا یہ دونوں افسر جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو نبوت کے رعب کی وجہ سے ان کی گردن کی رگیں تھر تھر کانپنے لگیں، یہ لوگ چونکہ آتش پرست تھے اس لیے ڈاڑھیاں منڈی ہوئی اور مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں......

''فکره النظر الیهما وقال: ویلکما من امرکما بهذا؟ فقالا امرنا بهذا ربنا یعنیان کسریٰ فقال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلم لکن ربی امرنی باعفاء لحیتی و قص شاربی'' ان کے چہرے پر نظر ڈال کر آپ کو تکلیف پہنچی آپ نے پہلا سوال ان سے یہ کیا کہ ایسی صورت بنانے کا تم سے کس نے کہا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے رب کسریٰ نے (وہ اپنے بادشاہ کسریٰ کو رب کہا کرتے تھے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مگر میرے ربّ نے تو مجھے یہ حکم دیا ہے کہ ڈاڑھی بڑھاؤں اور

مونچھیں کترواؤں''۔ ۱؎

مرزا بیدل کا واقعہ

ہندوستان کے ایک شاعر مرزا بیدل کا عبرت انگیز واقعہ بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔

''ہند میں ایک فارسی شاعر مرزا بیدل تھے ان کے نعتیہ کلام سے متاثر ہو کر ایران سے ایک صاحب ان کی ملاقات کے اشتیاق میں ہندوستان آئے۔ شاعر مرزا بیدل سے ملاقات ہوئی تو اتفاق سے وہ ڈاڑھی منڈوانے میں مشغول تھے، ایرانی مسافر نے بڑے تعجب اور دکھ سے کہا کہ: ''آغا ریش می تراشی؟'' آقا آپ ڈاڑھی منڈاتے ہیں اس نے کہا ''بلے دل کسے رانمی خراشم'' ہاں، لیکن کسی کا دل نہیں دکھاتا، ایرانی مسافر نے برجستہ کہا ''آرے دلِ رسولِ خدامی خراشی'' تو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل دکھاتا ہے، تب اس کی آنکھیں کھلیں اور قالاً یا حالاً کہا ۔

جزاک اللہ کہ چشم باز کردی   مرابا جانِ جاں ہمراز کر دی ۲؎

خدا تجھے جزا دے تو نے میری آنکھیں کھول دیں اور مجھے جان جاں (محبوب) کے ہمراز کر دیا۔

ایک انگریز کا عبرت انگیز واقعہ

حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالن پوری اُستاذ الحدیث دارالعلوم دیوبند تحریر فرماتے ہیں۔

۱؎ الوفا باحوال المصطفیٰ لابن الجوزی ج:۲،ص:۳۳۷ طبقات ابن سعد جلد اوّل ص مصنف ابن ابی شیبہ ج: ص سیرت حلبیہ ج: ص ۲؎ ڈاڑھی اور انبیاء کی سنتیں ص: ۹۳

''ایک انگریز اسلام کا مطالعہ کرنے کے بعد مسلمان ہو گیا اور اسلام قبول کرتے ہی اس نے ڈاڑھی منڈانی چھوڑ دی کچھ لوگ اس سے کہنے لگے کہ ''ڈاڑھی رکھنا اسلام میں کچھ ضروری نہیں ہے آپ نے خواہ مخواہ ڈاڑھی مونڈنی چھوڑ دی''۔ اس نومسلم انگریز نے جواب دیا کہ میں ''ضروری اور غیر ضروری کی تقسیم نہیں جانتا۔ میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی رکھنے کا حکم دیا ہے اور جب میں نے ان کی اطاعت قبول کر لی تو اب ان کا حکم بجا لانا میرا فرض ہے کسی کے ماتحت کا یہ کام نہیں کہ افسر بالا کے احکام میں سے کسی کو ضروری اور کسی کو غیر ضروری قرار دے'' [1]

ایک مشت کے برابر ڈاڑھی رکھنا واجب ہے اور اس سے کم کرانا یا منڈوا تمام ائمہ کے نزدیک حرام ہے۔ کفار و مشرکین کے ساتھ مشابہت اور حضور علیہ السلام کی ایذاء دہی کا سبب ہے۔ اللہ ہمیں اس سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہمدردانِ اسلام کی اسلام کے ساتھ خیر خواہی

حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

''ایک شاہی باز اڑ کر ایک بڑھیا کے یہاں جا بیٹھا۔ بڑھیا نے اس کو پکڑ لیا اور اس کی چونچ اور پنجوں کو دیکھ کر بڑا رحم آیا۔ دیکھا چونچ ٹیڑھی ہے ناخن کس قدر بڑھے ہوئے ہیں اور ٹیڑھے بھی ہیں اور اس کو گود میں لے کر رونا شروع کر دیا کہ ہائے بچے تو کیسے زمین پر بیٹھتا ہوگا، تیری

---

[1] ڈاڑھی اور انبیاء کی سنتیں ص: ۸۸

انگلیاں ٹیڑھی ہیں، ناخن اتنے بڑھ گئے ہیں، اور کھاتا کیسے ہوگا، کیونکہ چونچ بھی ٹیڑھی ہے معلوم ہوتا ہے کہ بے ماں باپ کے ہے کوئی تیری دیکھ ویکھ کرنے والا نہیں ہے جو ناخن کاٹتا اور چونچ کو درست کرتا۔ رحم نے شفقت کا ایسا زور کیا کہ قینچی لے کر اس کے ناخن سب کاٹ دیئے اور چونچ بھی تراش دی۔ اپنے نزدیک تو بڑھیا نے اس کی بڑی خیر خواہی اور ہمدردی کی مگر خدا بچائے ایسی ہمدردی سے کہ اس کو برباد ہی کر دیا نہ وہ شکار کے پکڑنے کے کام کا رہا اور نہ کھانے کے''۔

یہ حکایت بیان کر کے حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں۔

''یہی خیر خواہی اسلام کے ساتھ آج کل ہمدردان اسلام کرتے ہیں کہ یہ بھی فضول اور وہ بھی فضول ،نماز بھی زائد ہے۔روزہ بھی زائد ہے، زکوٰۃ کی حاجت نہیں، حج بھی فضول ہے اور پھر مسلمان ہونے کے مدعی، معلوم نہیں اسلام کس چیز کا نام ہے۔کوٹ کا نام ہے یا پتلون کا نام ہے؟''[1]

ہماری دین پر عمل کرنے کی حالت؟

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں۔

''مولانا رومؒ نے مثنوی میں ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک شخص نے ایک گودنے والے سے کہا: میری پیٹھ پر شیر کی تصویر بنا دو تا کہ کمر میں قوت رہے وہ تصویر بنانے بیٹھا اور سوئی چبھوئی، اس نے ایک آہ کی اور پوچھا کہ کیا بناتے ہو

[1] حضرت تھانوی کے پسندیدہ واقعات ص: ۲۸۰

اس نے کہا دم بناتا ہوں، آپ بولے کہ دم نہ بناؤ۔ یہ کوئی مکھیاں تھوڑا اُڑائے گا۔اس نے دم چھوڑ کر دوسری طرف سوئی چبھوئی، پھر آہ کی اور پوچھا اب کیا کرتے ہو، اس نے کہا کہ سر بناتا ہوں، آپ نے کہا یہ کوئی دیکھے گا تھوڑا ہی ایسا ہی رہنے دو۔ پھر اس نے پیٹ بنانا چاہا تو آپ کہتے ہیں کہ کوئی کھائے گا تھوڑا ہی غرض جس عضو کو بناتا تھا آپ یہی کہتے تھے کہ اس کو کیوں بناتے ہو؟ اس پر بنانے والے نے سوئی پھینک دی اور کہا۔

شیر بے گوش و سروشکم کہ دید   ایں چنیں شیر خدا ہم نافرید

بغیر کان، سر اور پیٹ کا شیر کس نے دیکھا ہے ایسا شیر تو خدا نے بھی نہیں بنایا میں کیا بناؤں گا۔

آگے مولانا فرماتے ہیں۔

چوں نہ داری طاقت سوزن زدن   از چنیں شیر زیاں بس دم مزن

اگر تمہارے اندر اتنی بھی طاقت نہیں کہ سوئی کو برداشت کرسکو تو شیر کا نام بھی مت لو"۔ [1]

دین میں عیب نکالنا، اپنے اندر عیب ہونے کی وجہ سے ہے

"ایک حبشی کی حکایت لکھی ہے کہ اس کو کہیں سے ایک آئینہ پڑا ہوا مل گیا، اس کو اٹھا کر دیکھا تو اس میں اپنی کالی کالی صورت شریف نظر پڑی کہنے لگا کہ کم بخت جب تو ایسا بدصورت تھا تب ہی تو کوئی تجھ کو یہاں پھینک گیا ہے"۔ [2]

[1] حضرت تھانوی کے پسندیدہ واقعات ص: ۶۰   [2] وعظ مظاہر الاحوال مشمولہ فضائل علم ص: ۴۰۵

اللہ کے سامنے جواب دہی

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں:

''ایک بزرگ کی حکایت لکھی ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ صاحبزادے دن بھر جو کام کیا کرو شام کو ہم کو اس کا حساب دیا کرو، اس بیچارے کو بڑی دقت ہوئی اوّل تو ہر کام کو سوچ بچار کر کے کرتا، پھر اس کو یاد رکھتا۔ پھر ابا جان کے سامنے ہر کام کی وجہ اور اس کی ضرورت اور توجیہ بیان کرتا، کئی روز اسی پریشانی میں گزرے، ایک روز اس نے کہا کہ ابا اس سے کیا فائدہ ہے جو کچھ آپ کو نصیحت کرنا ہو ویسے ہی کر دیا کرو انہوں نے فرمایا کہ بیٹا اس میں یہ حکمت ہے کہ تم کو یہ معلوم ہو جائے کہ جب میں ایک بڈھے باپ کے سامنے حساب نہیں دے سکتا تو حق تعالیٰ جو عالم الغیب والشھادۃ اور قادر مطلق ہے اس کے سامنے کیسے حساب دوں گا''۔ [1]

محدث کثیر بن عبیدؒ کی امامت

شارح ابوداؤد حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ (م: ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۹ء) تیسری صدی کے ایک جلیل القدر محدث کثیر بن عُبَید بن نُمَیر اَلمُذحِجی ....(م ۲۵۰ھ) کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

[1] وعظ الخضوع مشمولہ حقیقت عبادت ص: ۳۰۱

”کان یقال انه اَمَّ باھل حمص ستین سنة فما سھا فی صلوته“ ؎۱	آپ کے متعلق آپ کے زمانہ میں کہا جاتا تھا کہ آپ نے اہل حمص کی ساٹھ برس امامت کی اور اس عرصہ میں ایک دفعہ بھی آپ کو اپنی نماز میں سہو لاحق نہیں ہوا (یعنی ایک مرتبہ بھی سجدہ سہو کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی)
....	

ابوالحسن احمد بن محمد بن عمر حمصیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت کثیر بن عبیدؒ سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا:

”مادخلت من باب المسجد قط وفی نفسی غیر اللّٰه“۔؎۲	کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں مسجد کے دروازے سے اندر داخل ہوا ہوں اور میرے دل میں غیر اللہ کا تصور بھی آیا ہو۔

حضرت کثیر بن عبیدؒ اپنے زمانہ کے بہت بڑے محدث تھے امام ابوداؤدؒ امام نسائیؒ اور امام ابن ماجہؒ نے اپنی اپنی کتابوں میں ان کی احادیث ذکر کی ہیں۔ یہ ساٹھ برس تک حمص کی جامع مسجد میں اہل حمص کی امامت کرتے رہے اور معاش کے لیے جفت سازی کا پیشہ اپنایا، جوتے بناتے تھے اور ان کو فروخت کر کے رزق حلال کماتے تھے اسی نسبت سے اَلْحَذَّاءُ مشہور تھے۔ عربی میں حَذَّاءُ جوتے بنانے والے کو کہتے ہیں ۲۵۰ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً محدث کثیر بن عبیدؒ کے حالات سے ہمیں درج ذیل سبق حاصل ہوتے ہیں۔

① انسان جب نماز پڑھے تو اپنے قلب کو ماسوی اللہ سے خالی کر کے کامل حضور اور توجہ سے نماز پڑھے اس طرح نماز پڑھنے سے کبھی سہو لاحق نہیں ہوگا۔ ہم لوگ چونکہ تمام قسم کے خیالات دل میں بسا کر نماز پڑھتے ہیں اس لیے ہمیں کثرت سے سہو و نسیان لاحق ہوتا رہتا

؎۱ بذل المجهود ج:۱ ص:۳۷۲ ؎۲ تہذیب الکمال ج:۲۴ ص:۱۴۲

ہے۔اس موقع پر ناچیز کو حضرت بشر حافی رحمہ اللہ کا واقعہ یاد آ گیا۔ موقع کی مناسبت سے اسے بھی ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں۔

''بشر حافیؒ بڑے مرتبہ کے بزرگ ہیں ایک بار حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے امتحاناً ان سے مسئلہ زکوٰۃ کا پوچھا انہوں نے فرمایا کہ: تمہاری زکوٰۃ تو یہ ہے کہ جب نصاب پورا ہو اور ایک سال گزر جائے تو چالیسواں حصہ مساکین کو دے دے باقی خود رکھے اور ہماری زکوٰۃ یہ ہے کہ اتنا جمع ہی نہ ہونے دے کہ زکوٰۃ واجب ہو۔ پھر نماز میں سہو ہو جانے کے متعلق پوچھا: فرمایا: ایسے قلب کو سزا دینا چاہیے جو خدا کے سامنے کھڑا ہو کر اس سے غافل ہو۔ حضرت امام احمدؒ اس روز سے (آپ کے) معتقد ہو گئے''۔ [1]

(۲) رزق حلال کمانے کے لیے کوئی نہ کوئی پیشہ اپنانا چاہیے اس سے جہاں انسان کے معاش کا مسئلہ حل ہوتا ہے وہیں اس کی عزت نفس بھی قائم رہتی ہے اور وہ بے باکی سے حق بیان کرتا ہے اس زمانہ کے اکثر بزرگ کسی نہ کسی پیشہ سے منسلک تھے اور اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے، افسوس کہ طبقہ علماء نے آج کل اپنے ہاتھ سے کمانا چھوڑ دیا۔ اس لیے حق گوئی اور بے باکی میں نمایاں کمی آ گئی۔

(۳) رزق حلال کی جستجو میں کسی بھی جائز پیشہ کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔ محدث کثیر بن عبیدؒ نے جلیل القدر محدث اور امام ہونے کے باوجود ایک معمولی پیشہ اپنایا کہ جوتیاں بنا کر رزق حلال حاصل کرتے رہے۔

یہ دُنیا ہے

علامہ دِمیَری رحمہ اللہ (م ۸۰۸ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

---

[1] ملفوظات حسن العزیز۔ ج: ۲، ص: ۲۵۲

''جریر نے لیث سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا نبی اللہ! میں آپ کی صحبت میں رہنا چاہتا ہوں (آپ نے فرمایا بہتر ہے) چنانچہ ایک دن آپ اس رفیق کو ساتھ لے کر باہر نکلے اور جب ایک نہر کے کنارے پر پہنچے تو دونوں نے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا، ناشتہ دان میں صرف تین روٹیاں تھیں۔ دو انہوں نے کھالیں اور ایک بچ گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُٹھ کر نہر پر تشریف لے گئے اور پانی پی کر واپس تشریف لائے آکر دیکھا تو ناشتہ دان سے بچی ہوئی روٹی غائب تھی۔آپ نے اپنے رفیق سے دریافت فرمایا کہ وہ تیسری روٹی کہاں گئی؟ اس نے جواب دیا کہ لَا اَدْرِیْ (مجھے معلوم نہیں) آپ نے فرمایا کہ اچھا چلیے۔ راستہ میں ان کو ایک ہرنی ملی اس کے ساتھ اس کے دو بچے بھی تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہرنی کے دو بچوں میں سے ایک کو اپنے پاس بلالیا اور اس کو ذبح کر کے پکایا اور پھر دونوں نے مل کر کھایا۔جب کھانے سے فارغ ہو چکے تو آپ نے فرمایا ''قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ (اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا) چنانچہ وہ پھر زندہ ہو کر کودتا ہوا دوڑ کر اپنی ماں کے پاس پہنچ گیا۔پھر آپ نے اپنے رفیق سے فرمایا میں تجھ کو اس ذات پاک کی جس نے تجھے یہ معجزہ دکھلایا قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ وہ تیسری روٹی کہاں گئی مگر اس نے پھر وہی جواب دیا کہ مجھ کو معلوم نہیں۔اس کے بعد دونوں

آگے بڑھے اور ایک دریا پر پہنچے آپ نے اپنے رفیق کا ہاتھ پکڑا اور دریا کے پانی میں چلنے لگے، جب دونوں نے دریا پار کرلیا تو آپ نے اپنے اس رفیق سے فرمایا کہ میں تجھ کو اس ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے تجھے یہ معجزہ دکھلایا کہ وہ تیسری روٹی کہاں گئی؟ مگر اس نے پھر وہی جواب دیا کہ مجھ کو معلوم نہیں، اس کے بعد دونوں چلے اور ایک میدان میں پہنچے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وہاں سے ریت اور مٹی اُٹھا کر فرمایا "بحکم خدا سونا ہو جا" چنانچہ وہ ریت اور مٹی سونا بن گئے۔ آپ نے اس سونے کے تین حصے کیے اور فرمایا کہ ایک حصہ میرا ایک تیرا اور ایک اس شخص کا جس نے تیسری روٹی کھائی تھی۔

یہ سُن کر بولا کہ (یا روح اللہ) وہ تیسری روٹی میں نے ہی کھائی تھی (اپنے رفیق سے تیسری روٹی کا اعتراف کرانے کے بعد) آپ نے فرمایا کہ یہ سب سونا میں نے تجھ ہی کو دیا اور یہ کہہ کر آپ وہاں سے چل دیئے۔ وہ شخص جنگل میں تنہا بیٹھا ہوا اس مال کی حفاظت کرتا رہا۔ کچھ دیر کے بعد دو شخص وہاں آئے اور سونا دیکھ کر انہوں نے اس کو مارنے اور سونا لینے کا قصد کیا، اس شخص نے کہا کہ مجھے مارو نہیں بلکہ یہ کرو کہ اس سونے کو تین حصوں میں تقسیم کرلو۔ ایک ایک حصہ تم دونوں کا اور ایک حصہ میرا ہو جائیگا (چنانچہ اس تقسیم پر وہ دونوں راضی ہو گئے) اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفیق نے کہا کہ ایسا کرو کہ فی الحال تم دونوں

میں سے کوئی ایک شہر جا کر کھانا لے آئے (تا کہ کھانا کھانے کے بعد اطمینان سے اس سونے کی تقسیم کی جا سکے، چنانچہ ان میں سے ایک شہر میں کھانا لانے کے لیے چلا گیا) لیکن راستہ میں کھانا لانے والے شخص نے سوچا کہ اگر میں کھانے میں زہر ملا دوں تو یہ سب سونا میرا ہو جائیگا چنانچہ اس نے کھانے میں زہر ملا دیا اور کھانا لے کر ان کے پاس پہنچا لیکن یہ دونوں شخص اس کے آنے سے پہلے ہی آپس میں مشورہ کر چکے تھے کہ کھانا لانے والے کو آتے ہی مار ڈالا جائے تا کہ یہ سونا ہم آپس میں آدھا آدھا تقسیم کر لیں۔ چنانچہ جیسے ہی یہ تیسرا شخص کھانا لے کر پہنچا تو دونوں نے مل کر اُس کو مار ڈالا اور اس کو مارنے کے بعد وہ اطمینان سے کھانا کھانے بیٹھے تا کہ کھانا کھانے کے بعد سونا آدھا آدھا تقسیم کر لیا جائے لیکن کھانا زہر آلود تھا جس کی وجہ سے دونوں کھانا کھاتے ہی مر گئے اور مال جوں کا توں رکھا رہا۔ اتفاق سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پھر اُدھر سے گزر ہوا جب آپ نے یہ منظر دیکھا کہ وہ تینوں مرے پڑے ہیں اور مال جوں کا توں رکھا ہوا ہے تو اپنے حواریین سے مخاطب ہو کر فرمایا: یہ دنیا ہے اور یہ دنیا داروں کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرتی ہے"۔ [1]

اپنے لیے ملائکہ سے دعاء کرانے کی شکل

حدیث شریف میں آتا ہے حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے

[1] حیاۃ الحیوان عربی، ج:۱، ص:۴۱۶، طبع مصر

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ فرما رہے تھے۔

"اِذَا دَعَا الرَّجُلُ لِاَخِیْہِ بِظَھْرِ الْغَیْبِ قَالَتِ الْمَلَائِکَۃُ آمِیْنَ وَلَکَ بِمِثْلٍ" ۱؎	جو شخص اپنے بھائی کے لیے اس کے پس پشت دُعا کرتا ہے تو فرشتے اس کی دُعا پر آمین کہتے ہیں اور کہتے ہیں تجھ کو بھی اللہ یہی چیز نصیب فرمائے۔

اس حدیث شریف سے مستفاد ہو رہا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے لیے کسی معاملہ میں فرشتوں سے دُعا کرانا چاہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ وہی دُعا اپنے کسی مسلمان بھائی کے لیے اس کے پس پشت کرے۔

شراح حدیث نے لکھا ہے کہ "پس پشت کے حکم میں یہ بھی ہے کہ کسی کے لیے سراً یعنی آہستگی کے ساتھ دعا کرے جس کو وہ سن نہ رہا ہو اگرچہ اسی مجلس میں ہو یا اسی دسترخوان پر ہو"۔

امام ابوعاصم النبیلؒ

حضرت ابو عاصم ضَحَّاکُ بن مَخْلَدُ اَلنَّبِیْل رحمہ اللہ (م ۲۱۲ھ) اپنے زمانہ کے بہت بڑے محدث جلیل القدر تبع تابعی حضرت امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد اور حضرت امام بخاریؒ کے اُستاذ ہیں، حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

> "ابوعاصم نبیل مشہور ائمہ حدیث میں سے ہیں، حافظ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ لکھا ہے محدث صَیمرِی نے ان کو امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب میں شمار کیا ہے اور حافظ عبدالقادر قرشیؒ نے "الجواھر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ"

۱؎ ابوداوٗد شریف ج:۱، ص: ۲۱۴ طبع ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی

میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ان کا نام ضحاک بن مَخْلَدْ اور
نَبِیْلُ لقب ہے۔ ''نبیل'' کے معنی معزز کے ہیں۔اس امر
میں اختلاف ہے کہ یہ لقب کیوں ہوا۔تذکرہ نویسوں نے
اس سلسلہ میں مختلف باتیں نقل کی ہیں لیکن امام طحاویؒ اور
حافظ دولابیؒ نے خود ان کا بیان اس سلسلہ میں جو نقل کیا
ہے وہ یہ ہے کہ امام زفرؒ کے یہاں اکثر ان کی حاضری
ہوا کرتی۔ اتفاق سے امام موصوف کے یہاں اسی نام کے
ایک اور شخص بھی آیا کرتے تھے جن کی وضع قطع بالکل گئی
گزری تھی ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ انہوں نے حسب معمول
امام زفرؒ کے دروازہ پر دستک دی، لونڈی نے آکر پوچھا،
جواب ملا ابوعاصم لونڈی نے اندر جا کر اطلاع دی کہ
ابوعاصم دروازہ پر حاضر ہیں، امام زفرؒ نے دریافت فرمایا ان
دونوں میں سے کون سے ابوعاصم ہیں۔لونڈی کی زبان
سے نکلا اَلنَّبِیْلُ مِنْهُمَا (جو ان دونوں میں معزز ہیں)
ابوعاصم اجازت لے کر اندر آئے تو امام موصوف فرمانے
لگے کہ اس لونڈی نے تمہیں وہ لقب دیا ہے کہ جو میرے
خیال میں تم سے کبھی جدا نہ ہوگا۔اس نے تمہیں نبیل کے
لقب سے مُلَقَّبْ کیا ہے، ابو عاصم کا بیان ہے کہ اس روز
سے میرا یہ لقب پڑ گیا، حافظ ابن العوامؒ نے بھی اس واقعہ
کو بسند متصل نقل کیا ہے ،ابو عاصم کی وفات ۲۱۲ھ میں ہوئی
اس وقت آپ کی عمر نوے سال کی تھی۔رحمہ اللہ، امام
بخاریؒ انکے شاگرد ہیں، فقہاء میں بھی بڑے نامور تھے ابن

سعدؒ ان کے متعلق لکھتے ہیں۔ ''كَانَ ثِقَةً فقيهًا'' عجلی کہتے ہیں ''ثِقَةٌ كَثِيرُ الْحَدِيثِ وَكَانَ لَهُ فِقْهٌ'' [۱]

تین طبیب بہنیں

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ (م: ۵۹۷ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

''صلت بن محمد جحدری کہتے ہیں کہ ہم سے بشر بن فضل نے بیان کیا کہ ہم حج کے ارادہ سے نکلے تو ہمارا عرب کے پانیوں میں سے ایک پانی پر گزر ہوا۔ اس جگہ ہم سے بیان کیا گیا کہ یہاں تین بہنیں ہیں جو بہت خوبصورت ہیں اور تینوں طبیب ہیں۔ علاج معالجہ کرتی ہیں یہ سن کر ہمیں ان کے دیکھنے کا اشتیاق ہوا ہم نے اس کا یہ حیلہ کیا کہ اپنے ایک ساتھی کی پنڈلی کو ایک لکڑی سے چھیل دیا جس سے وہ خون آلود ہوگئی۔ پھر ہم نے اپنے ساتھی کو ہاتھوں پر اُٹھایا اور لوگوں سے کہا کہ اسے سانپ نے ڈس لیا ہے ''فَهَلْ مِنْ رَاقٍ'' کیا کوئی جھاڑنے والا ہے؟ ان میں سے چھوٹی بہن نکل کر آئی ایسی خوبصورت کہ لگتا تھا سورج نکل آیا وہ آکر ہمارے ساتھی کے پاس کھڑی ہوگئی اور کہنے لگی اسے سانپ نے نہیں ڈسا ہم نے کہا وہ کیسے؟ اس نے کہا اس کا جسم ایسی لکڑی سے چھل گیا ہے جس پر نر سانپ نے پیشاب کیا تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب اس کے بدن کو دھوپ لگے گی تو یہ مر جائیگا۔ واقعی جب سورج طلوع ہوا تو وہ شخص مر گیا ہمیں اس پر بڑا ہی تعجب ہوا''۔ [۲]

---

[۱] حاشیہ ابن ماجہ اور علم حدیث ص: ۵۶ [۲] کتاب الاذکیاء عربی ص: ۲۴۶

دہشت سے موت

علامہ دمیری رحمہ اللہ (م:۸۰۸ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

''ماہرین حیوانات کا خیال ہے کہ صرف دہشت ہی ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے زہر میں ہیجان پیدا ہوتا ہے کیونکہ دہشت کی وجہ سے انسانی بدن کے مسامات کھل جاتے ہیں اور زہر بہ آسانی بدن میں سرایت کر جاتا ہے، چنانچہ حکایت ہے کہ ایک شخص درخت کے نیچے پڑا سو رہا تھا درخت کی ایک شاخ پر سانپ تھا اس نے لٹک کر اس شخص کے سر میں کاٹ لیا جس سے اس شخص کی آنکھ کھل گئی اور چہرہ سرخ ہوگیا اس نے اِدھر اُدھر دیکھا لیکن کوئی چیز نظر نہ آئی، وہ سر کھجاتا ہوا پھر سو گیا، (اس کو زہر کا کچھ اثر نہ ہوا) جب اس واقعہ کو کئی دن گزر گئے تو ایک آدمی جس نے سانپ کو کاٹتے دیکھا تھا اس نے اس سونے والے سے کہا پتہ ہے تم درخت کے نیچے سو رہے تھے تو تمہاری آنکھ کیوں کھلی تھی؟ اس نے کہا بخدا مجھے تو کچھ بھی پتہ نہیں، اس نے کہا کہ اس دن ایک سانپ نے درخت کی شاخ سے لٹک کر تمہارے سر میں ڈس لیا تھا یہ سنتے ہی اس شخص پر خوف اور گھبراہٹ طاری ہوئی اور مر گیا''۔ [1]

ذکر سے غافل مچھلی

علامہ دِمُیَرِیؒ رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

[1] حیاۃ الحیوان، ج:۱، ص:۳۹۴ طبع مصر

''کتاب صفتہ الصفوۃ کے آخر میں ابوالعباس بن مسروق سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں یمن میں تھا وہاں میں نے ایک ماہی گیر کو دیکھا کہ دریا کے کنارے بیٹھا ہوا مچھلیاں پکڑ رہا ہے اور اس کے ایک طرف اس کی لڑکی بیٹھی ہوئی ہے، جب بھی وہ ماہی گیر مچھلی پکڑ کر زنبیل میں ڈالتا لڑکی اس کو پکڑ کر (باپ کی بے خبری میں) دریا میں ڈال دیتی ایک مرتبہ اس نے پیچھے مڑ کر یہ دیکھنا چاہا کہ مچھلیاں کتنی ہوگئی ہیں تو دیکھا کہ زنبیل خالی ہے اس نے لڑکی سے پوچھا بیٹی مچھلیوں کا کیا بنا؟ (وہ کہاں گئیں) لڑکی نے جواب دیا ابا جان میں نے آپ کو سنا تھا کہ آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث روایت کر رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''وہی مچھلی جال میں پھنستی ہے جو اللہ کے ذکر سے غافل ہوتی ہے''۔ لہٰذا مجھے یہ اچھا نہیں لگا کہ میں ایسی چیز کھاؤں جو اللہ کے ذکر سے غافل ہو، لڑکی کا یہ جواب سن کر باپ رو پڑا اور جال کو پھینک دیا''۔ [۱]

ادائے قرض کی دُعاء

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی تشریف لائے تو دیکھا کہ ایک انصاری صحابی جنہیں ابو اُمامہ کہا جاتا ہے وہ بیٹھے ہوئے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

---

[۱] احیاۃ الحیوان ج:۱ص: ۵۶۸/ روض الریاحین (ص:۲۴۱) میں یہ واقعہ بصرہ میں پیش آنے کا ذکر ہے وہی صحیح لگتا ہے۔

''اے ابو اُمامہ کیا بات ہے میں تمہیں نماز کے وقت کے بغیر ہی مسجد میں بیٹھا دیکھ رہا ہوں''؟ انہوں نے عرض کیا کہ ''هُمُوْمٌ لَزِمَتْنِيْ وَدُيُوْنٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے فکر وغم نے گھیر رکھا ہے اور قرضوں نے جکڑ رکھا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایک ایسی دُعا نہ بتلادوں جسے اگر تم پڑھ لیا کرو تو اللہ تعالیٰ تمہاری فکر دور کر دے اور قرض سے تمہیں نجات دے۔ ابو اُمَامَہؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ جی ہاں ضرور بتلایئے آپ ﷺ نے فرمایا صبح وشام دونوں وقت یہ دُعا پڑھا کرو ''اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ'' اے اللہ میں آپ سے پناہ چاہتا ہوں فکر وغم سے اور پناہ چاہتا ہوں آپ کی، ناتوانی اور سستی سے اور پناہ چاہتا ہوں آپ کی، بزدلی اور بخیلی سے اور پناہ چاہتا ہوں آپ کی، قرض کے غلبہ اور لوگوں کے سخت دباؤ سے، حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے ہی کیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے میری فکر دور فرمادی اور میرے اوپر سے قرض کا بوجھ اتار دیا''۔ [1]

''حضرت ابووائل کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک مکاتَب غلام آکر کہنے لگا کہ میں اپنا بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز ہوں لہٰذا آپ میری مدد کیجئے،

---

[1] ابوداؤد شریف ج:۱، ص:۲۱۷، طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

حضرت علیؓ نے فرمایا: کیا تمہیں میں وہ دُعا نہ بتادوں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکھلائی تھی (جس کی برکت سے) اگر تمہارے اوپر پہاڑ کی مانند بھی قرض ہوتو اللہ تعالیٰ تمہارے ذمہ سے ادا کردے گا (وہ دُعا یہ ہے اس کو) پڑھ لیا کرو اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلاَلِکَ عَنْ حَرَامِکَ، وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ۔ اے اللہ مجھے اپنے حلال مال کے ذریعہ حرام مال سے بے نیاز کردے (یعنی مجھے رزق حلال عطا فرما تاکہ اس کی وجہ سے حرام سے مستغنی ہو جاؤں) اور اپنے فضل وکرم کے ذریعہ اپنے ماسوا سے مجھے مستغنی کردے۔ [1]

مذکورہ دونوں دعاؤں کو کثرت سے پڑھنے سے بہت جلد قرض اتر جاتا ہے ممکن ہوتو ایک تسبیح صبح اور ایک تسبیح شام پڑھ لی جائے۔

خدمت واحترام اُستاذ

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے اُستاذ حضرت حماد بن ابی سلیمانؒ کی ہمشیرہ عاتکہ فرماتی ہیں کہ:

''ابوحنیفہؒ ہمارے دروازے پر روئی دُھنتے تھے اور ہمارے لیے دُودھ اور سبزی وغیرہ لاتے تھے۔ [2]

ابو بشیر محمد بن حسنؒ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مقولہ نقل فرماتے ہیں کہ ''میں نے کوئی نماز ایسی نہیں پڑھی کہ اس کے بعد اپنے والدین کے ساتھ اپنے اساتذہ اور امام حمادؒ کے لیے دُعاءِ

---

[1] ترمذی ج:۲، ص: ۱۹۶- طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔

[2] طبقات المحدثین باصفہان ج:۱، ص:۳۳۔

مغفرت نہ کی ہو۔ [1]

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

''میں نے اپنے اُستاذ (حمادؒ) کی تعظیم وتکریم کی بنا پر کبھی بھی ان کے گھر کی طرف پیر نہیں پھیلائے جبکہ میرے اور ان کے گھر کے درمیان سات گلیوں کا فاصلہ تھا''۔ [2]

اللہ کو یہ پسند نہیں کہ ان کی کتاب کے علاوہ کوئی اور کتاب صحیح ہو

امام عبدالعزیز بخاری رحمہ اللہ (م:۷۳۰ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

امام مُزَنِیؒ فرماتے ہیں میں نے ''اَلرِّسَالَۃُ'' نامی کتاب حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کو پڑھ کر سنائی انہوں نے چند غلطیوں کی نشاندہی کی میں نے پھر پڑھ کر سنائی، اس مرتبہ آپ نے قابل تصحیح مقامات کی تصحیح کی ، غرض میں اسی طرح پڑھ کر سناتا رہا اور ہر بار نئی اغلاط سامنے آتی رہیں یہاں تک کہ اسّی مرتبہ ایسے ہی ہوا۔آخری بار حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''هِيهِ اَبَى اللّٰهُ اَنْ يَكُوْنَ كِتَابٌ صَحِيْحًا غَيْرَ كِتَابِهٖ'' اجی رہنے دیجئے اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں کہ ان کی کتاب (قرآن پاک) کے علاوہ کوئی اور کتاب (مکمل طور پر) صحیح اور اغلاط سے مبرا ہو۔ [3]

اولیاء اللہ پر تنقید کا انجام

آج کل اولیاء اللہ اور مقربان بارگاہِ الٰہی پر تنقید کرنا اور ان کو سب وشتم کا

---

[1] مناقب ابی حنیفہ للامام الکردری ص: ۲۵۷ [2] مناقب ابی حنیفہ للامام الکردری ص: ۲۵۷

[3] کشف الاسرار ج:۱،ص:۴۰

نشانہ بنانا فیشن بنتا جا رہا ہے،ایسے لوگ جن کی علمی و عملی کوئی حیثیت نہیں وہ ان ذَوَاتِ مقدسہ کے خلاف جو منہ میں آتا ہے بک دیتے ہیں اور اس کی قطعاً کوئی پروانہیں کرتے کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ نتیجۃً خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

یاد رکھیے ایسے لوگ جو اہل اللہ پر زبان درازی کرتے ہیں ان کا انجام بھیانک ہوتا ہے۔تاریخ میں ایسے بہت سے واقعات بھرے پڑے ہیں راقم کی نظر سے ایک انتہائی عبرت انگیز واقعہ گزرا جی چاہا کہ اپنے قارئین کو سنایا جائے۔ شاید کسی کے لیے موعظت کا سبب بن جائے۔

چھٹی صدی ہجری میں ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ یوسف بن ایوب ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ آپ اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم، فقیہ، زاہد و عابد اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔بغداد میں مدرسہ نظامیہ میں وعظ فرمایا کرتے تھے، آپ کا ایک واقعہ ابوالفضل صافی بن عبداللہ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

> ''ایک دفعہ میں مدرسہ نظامیہ میں اپنے شیخ یوسف ہمدانی کی مجلس وعظ میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ کا وعظ سننے کے لیے ایک عالم اکٹھا ہوا ہوا ہے۔مجمعے میں سے ایک فقیہ جس کا نام ابن السقاء تھا وہ اُٹھا اور اعتراضات کرنے شروع کر دیئے اور محض آپ کو اذیت دینے کے لیے کسی مسئلہ پر بحث شروع کردی، امام یوسف نے فرمایا: بیٹھ جا مجھے تیری باتوں سے کفر کی بُو محسوس ہو رہی ہے، شاید تیرا خاتمہ ایمان پر نہ ہو، ابوالفضل کہتے ہیں کہ بات آئی گئی ہو گئی، پھر ایسا ہوا کہ ایک مدت کے بعد شاہِ روم کا ایک

نصرانی سفیر خلیفہ وقت کے پاس آیا تو ابن السقاء اس کے پاس گیا اور اس سے درخواست کی کہ آپ مجھے اپنے ساتھ لے چلیں، ابن السقاء نے اس سفیر سے یہ بھی کہا کہ میں اپنا دین چھوڑ کر آپ کے دین میں داخل ہوتا ہوں، نصرانی سفیر نے ابن السقاء کی بات مان لی اور اُسے اپنے ساتھ لے کر قسطنطنیہ چلا گیا وہاں جا کر ابن السقاء شاہِ رُوم سے جا ملا اور عیسائی بن گیا اور عیسائیت پر ہی اس کا خاتمہ ہو گیا ابن النجار بغدادی فرماتے ہیں کہ میں نے ابو الکرم عبدالسلام بن احمد سے سنا وہ فرما رہے تھے کہ ابن السقاء قرآن کا قاری تھا۔ تجوید کے ساتھ قرآن پڑھا کرتا تھا مجھے ایک شخص نے بتلایا جس نے ابن السقاء کو قسطنطنیہ میں دیکھا تھا۔ ابن السقاء ایک چبوترہ پر بیمار پڑا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک بوسیدہ سا پنکھا تھا جس سے مکھیاں اُڑا رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کیا تمہیں کلام پاک یاد ہے؟ ابن السقاء نے جواب دیا کہ میں پورا کلام بھول چکا ہوں۔ سوائے اس آیت کے ”رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ“[۱] ایک وقت ایسا آئے گا کہ کافر لوگ یہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔

ایک لقمہ کی برکت

تاریخ ابن نجار میں حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں ”بنی اسرائیل کی ایک عورت دریا کے ساحل پر کپڑے دھو

---

[۱] وفیات الاعیان ج: ۷، ص: ۷۸

رہی تھی اور اس کے پاس اس کا بچہ کھیل رہا تھا اتنے میں ایک سائل آیا اور اس نے عورت سے سوال کیا، عورت کے پاس روٹی تھی اس نے اس میں سے ایک لقمہ توڑ کر سائل کو دے دیا۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ایک بھیڑیا آیا اور بچہ کو اُٹھا کر لے گیا عورت بھیڑیے کے پیچھے میرا بچہ میرا بچہ کہتے ہوئے دوڑی، اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا جس نے بھیڑیئے کے منہ سے بچے کو چھڑا کر عورت کے سامنے لا ڈالا اور کہا کہ یہ لقمہ اس لقمہ کے بدلے میں ہے جو تم نے ابھی سائل کو دیا تھا''۔ [1]

پہلے تولو پھر بولو

علامہ ابن جوزیؒ (م:۵۹۷) فرماتے ہیں۔

''ہم سے معافیٰ بن زکریا نے حکایت بیان کی ہے کہ کہتے ہیں شیر، بھیڑیا اور لومڑی ایک دفعہ ساتھی بن کر شکار کے لیے نکلے، تینوں نے مل کر گدھے، ہرن اور خرگوش کا شکار کیا (شکار سے فارغ ہو کر) شیر نے بھیڑیے سے کہا ہمارے درمیان شکار تقسیم کر دو، بھیڑیئے نے کہا کہ معاملہ تو بالکل صاف ہے گدھا تمہارے لیے ہے خرگوش لومڑی کے لیے اور ہرن میرے لیے ہے، شیر نے (یہ سنا تو) پنجہ مار کر بھیڑیئے کی کھوپڑی اُڑا دی اور لومڑی کی طرف متوجہ ہو کر بولا خدا اسے ہلاک کرے تقسیم کے بارے میں یہ کس قدر

---

[1] حیاۃ الحیوان عربی، ج:۱، ص: ۵۱۷

جاہل واقع ہوا ہے ، پھر لومڑی سے کہا کہ تم تقسیم کرو،
لومڑی نے کہا ابوالحارث (شیر کی کنیت ہے) یہ بات بالکل
واضح ہے گدھا آپ کے ناشتے کے لیے، ہرن رات کے
کھانے کے لیے اور خرگوش کا تخلل درمیان میں کر لیجئے،
شیر بولا واہ کمبخت واہ تو نے کیا خوب فیصلہ دیا ہے، یہ تجھے
کس نے سکھایا؟ لومڑی بولی میری نگاہوں کے سامنے جو
بھیڑیئے کا کٹا ہوا سر پڑا ہوا ہے''۔ [۱] (اس نے سکھایا)

چغل خوری؟

چغل خوری اسے کہتے ہیں کہ کوئی فتنہ فساد ڈلوانے کی غرض سے اِدھر کی بات اُدھر نقل کرتا پھرے اور اُدھر کی اِدھر۔

یہ خصلت انتہائی بری ہے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شخص سے سخت ناراض ہیں ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''**لَایَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَّامٌ**''۔[۲] چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔

ایک حدیث شریف میں اس طرح مروی ہے کہ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا:

''ان دونوں قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور ان کو یہ عذاب کسی ایسے گناہوں کی وجہ سے نہیں دیا جا رہا جن سے بچنا مشکل ہو، ایک کو تو اس لیے عذاب ہو رہا ہے کہ وہ پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرے کو اس لیے عذاب ہو رہا ہے کہ وہ چغل خوری کرتا تھا''۔ [۳]

چغل خوری بہت سے فتنہ و فساد کا سبب بنتی ہے اس لیے اسے کسی بھی مہذب معاشرہ میں اچھا نہیں سمجھا جاتا۔علامہ ذہبی رحمہ اللہ (م: ۷۴۸ھ) نے ایک

---

[۱] کتاب الاذکیاء عربی، ص: ۳۲۶ [۲] کتاب الکبائر ص: ۱۷۲ [۳] کتاب الکبائر ص: ۱۷۲

چغل خور کی چغل خوری سے پیدا ہونے والے فتنہ و فساد کا ایک واقعہ تحریر فرمایا ہے جو نہایت ہی عبرت انگیز ہے ملاحظہ فرمائیے امام ذہبیؒ لکھتے ہیں۔

"ایک شخص نے ایک غلام فروخت ہوتے ہوئے دیکھا جس کے بارے میں یہ آواز لگائی جا رہی تھی کہ اس غلام میں کوئی عیب نہیں ہے سوائے اس کے کہ یہ چغل خور ہے۔اس شخص نے عیب کو معمولی سمجھتے ہوئے اس غلام کو خرید لیا، کچھ دن تو وہ غلام اس شخص کے پاس ٹھیک ٹھاک رہا، پھر ایک دن ایسا ہوا کہ اس نے اپنے آقا کی بیوی سے کہا: میرے آقا یا تو دوسری شادی کرنا چاہتے ہیں یا اپنے لیے کسی باندی کا انتخاب کرنا چاہتے ہیں، انہیں تجھ سے کوئی محبت نہیں ہے، اگر تو چاہے کہ تیرا خاوند تجھ پر مہربان ہو جائے اور اپنے ارادہ سے باز آجائے تو ایسا کر کہ جب تیرا خاوند سو جائے تو اُسترے سے اس کی ڈاڑھی کے نیچے کے چند بال کاٹ کر اپنے پاس رکھ لے۔ اِس عورت نے جی میں کہا کہ ٹھیک ہے ایسا ہی کرونگی،عورت کے دل میں یہ بات جم گئی اور اُس نے تہیہ کر لیا کہ جب میاں سوئے گا تو یہ کام ضرور کروں گی، پھر یہ غلام اِس عورت کے خاوند کے پاس آیا اور کہا کہ میرے آقا: میرے سردار آپ کی اہلیہ نے آپ کے علاوہ ایک شخص سے دوستی کر لی ہے اور اسے اپنا محبوب بنا لیا ہے اور وہ چاہتی ہے کہ کسی طرح آپ سے خلاصی حاصل کرے، چنانچہ آج رات اس کا ارادہ آپ کو قتل کرنے کا ہے اگر آپ میری تصدیق کرنا چاہیں تو آپ

رات کو یہ ظاہر کریں کہ گویا آپ سو رہے ہیں۔ پھر دیکھیں کہ وہ ہاتھ میں اُسترہ لے کر آئے گی اور اُسترے سے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کریگی اس شخص نے غلام کی بات کا یقین کر لیا، چنانچہ رات ہوئی تو اس شخص کی بیوی پروگرام کے مطابق اُسترہ لے کر آئی تاکہ میاں کی ڈاڑھی کے نیچے کے کچھ بال حاصل کرے میاں بن کر لیٹا رہا اور یہ ظاہر کرتا رہا گویا سو رہا ہے جی میں کہنے لگا: بخدا غلام نے سچ کہا تھا جب اس شخص کی بیوی نے اس کے حلق پر اُسترہ چلانے کا ارادہ کیا تو یہ شخص اُٹھ کھڑا ہوا اور اس سے اُسترہ چھین کر اسے قتل کر دیا بیوی کے میکے والوں نے جب اپنی بیٹی کو مقتول پایا تو اُنہوں نے اس کے میاں کو قتل کر دیا اور اس طرح دو خاندانوں میں اس منحوس غلام کی بدولت قتل و قتال کا ایک سلسلہ چل پڑا"۔ [1]

---

[1] کتاب الکبائر ص: ۱۷۵

چغل خوری سے جہاں فتنہ وفساد کی آگ بھڑکتی ہے وہیں چغل خور کا انجام بھی کچھ اچھا نہیں ہوتا علامہ ابن جوزیؒ (م:۵۹۷ھ) نے حیوانات کا ایک واقعہ چغل خوری سے متعلق ذکر کیا ہے جس سے چغل خور کا انجام نظر آتا ہے۔ واقعہ دلچسپ ہے یہ بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔ علامہ ابن جوزیؒ تحریر فرماتے ہیں۔

''امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کوئی شیر بیمار ہوا تو اس کی عیادت کے لیے سارے درندے پہنچے سوائے لومڑ کے (لومڑ کو غائب دیکھ کر) ایک بھیڑیے نے شیر کے سامنے اس کی چغلی کی کہ: بادشاہ سلامت آپ بیمار ہوئے تو سارے جانور آپ کی عیادت کے لیے آئے لومڑ نہیں آیا، شیر نے کہا کہ اچھا جب لومڑ آئے تو بتلانا، بھیڑیے کی اس چغلی کا لومڑ کو بھی پتہ چل گیا لومڑ شیر کے پاس آیا تو شیر نے کہا کہ اے ابوالحصین (یہ لومڑ کی کنیت ہے) یہ کیا بات ہے کہ ہم بیمار ہوئے تو ہماری عیادت کے لیے سب آئے تم نہیں آئے؟ لومڑ نے کہا مجھے بادشاہ سلامت کے بیمار ہونیکا علم ہو گیا تھا لیکن میں اس لیے نہیں آ سکا کہ میں آپ کے لیے دوا کی تلاش میں تھا۔ شیر نے کہا کہ پھر تم کس نتیجے پر پہنچے؟ لومڑ نے جواب دیا، حکماء کا کہنا ہے کہ بھیڑیے کی پنڈلی میں ایک مہرہ آپ کے لیے مناسب ہے کہ وہ نکال کر اُسے استعمال کریں شیر نے یہ سنتے ہی بھیڑیے کی پنڈلی پر پنجہ مارا لومڑ وہاں سے چپ کر کے کھسک گیا اور راستے میں جا بیٹھا، بھیڑیا لومڑ کے پاس سے گزرا تو اس کی پنڈلی

سے خون بہہ رہا تھا، لومڑ نے اُسے مخاطب کر کے کہا:
یَاصَاحِبَ الْخُفِّ الْاَحْمَرِ اے سُرخ موزے والے
آئندہ تو اگر بادشاہ کا ہم نشین بنے تو اس کا خیال رکھ کہ
تیرے سر میں سے کیا نکل رہا ہے''۔ [1]

کسی نے سچ کہا ہے۔ ع چغل خور خدا کا چور

اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ

مندرجہ بالا عنوان ایک حدیث شریف کا ٹکڑا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ''جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہونا چاہئے'' اُسے چاہئے کہ مشورہ لینے والے کو اُسی چیز کا مشورہ دے جس میں اس کی خیر اور بھلائی ہو پوری حدیث شریف اس طرح ہے۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی اَبُو الْهَيْثَمْ بِنْ تَيِّهَانْ سے پوچھا: تمہارے پاس کوئی خادم ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں آپ نے فرمایا جب ہمارے پاس کہیں سے غلام آئیں تو تم آنا (میں تمہیں غلام دیدوں گا) چنانچہ (کچھ عرصہ بعد) جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو غلام لائے گئے تو ابوالہیثم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اِخْتَرْ مِنْهُمَا ان دونوں غلاموں میں سے کسی ایک کو اپنے لیے پسند کرلو، اس پر ابوالہیثم نے عرض کیا ''یَا نَبِيَّ اللّٰهِ اِخْتَرْ لِيْ'' یا نبی اللہ آپ ہی میرے لیے کوئی غلام منتخب فرما دیجئے۔اس موقع پر

---

[1] کتاب الاذکیاء ص: ۳۲۴

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "اِنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ" (کیونکہ ضابطہ یہ ہے) جس شخص سے مشورہ لیا جائے اس کو امین ہونا چاہئے (اور تم غلام کا انتخاب میرے سُپرد کر رہے ہو اور مجھ سے گویا اس سلسلہ میں مشورہ چاہتے ہو اس لیے میں تمہیں وہی غلام دوں گا جو تمہارے لیے بہتر اور مناسب ہوگا اس کے بعد آپ نے دونوں غلاموں میں سے ایک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:) اس غلام کو لے جاؤ کیونکہ میں نے اس کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، میں تمہیں اس کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں اُس پر عمل کرنا"۔ [1]

افسوس: آج کل لوگوں نے حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد مبارک کو پس پشت ڈال رکھا ہے اور مشورہ دینے میں انتہائی خیانت سے کام لینے لگے ہیں۔ اپنا ہو یا پرایا مشورہ دیتے وقت اس کی بھلائی کا خیال نہیں کرتے اور قصداً وارادتاً غلط مشورہ دیتے ہیں اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہ اس کے برعکس ہمارے اسلاف واکابر کا یہ حال تھا کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد گرامی پر سختی سے عمل کرتے تھے، اپنا ہو یا پرایا دوست ہو یا دُشمن ہر حال میں مشورہ صحیح دیتے تھے۔ تاریخ نے اپنے دامن میں اسلاف کے ایسے بہت سے واقعات محفوظ کئے ہوئے ہیں، ایک واقعہ نذر قارئین کیا جاتا ہے۔

علامہ ابن جوزیؒ (م: ۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ زیاد نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لکھا: امیرالمومنین میں آپ کے لیے اپنے بائیں ہاتھ سے عراق کو قابو کر چکا ہوں اور میرا دایاں ہاتھ آپ کی

---

[1] ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ص: ۴۳۰

اطاعت و فرمانبرداری کے لیے فارغ ہے اس لیے آپ
مجھے حجاز کا والی بنا دیجیے اس زمانہ میں حضرت عبداللہ بن عمر
رضی اللہ عنہما حیات تھے اور مکہ مکرمہ میں سکونت پذیر تھے
آپ کو زیاد کی یہ بات پہنچی تو آپ نے دعاء فرمائی ''الٰہی
زیاد کے دائیں ہاتھ کو ہماری طرف سے پھیر کر باقی جس
چیز سے آپ چاہیں مشغول فرما دیں'' اس بددعا کا یہ اثر ہوا
کہ زیاد کے دائیں ہاتھ میں طاعون کا مرض پیدا ہو گیا،
اطباء سے رجوع کیا گیا تو سب کی اجتماعی رائے یہ ہوئی کہ
ہاتھ کاٹ دیا جائے، زیاد نے اطباء کی رائے کے بارہ میں
قاضی شریحؒ سے مشورہ کیا، قاضی شریحؒ نے یہ مشورہ دیا کہ
آپ ہاتھ نہ کٹوائیں ، آپ نے فرمایا کہ دیکھئے آپ کا
رزق تقسیم ہو چکا ہے اور آپ کی موت کا وقت طے ہو چکا
ہے مجھے یہ بُرا معلوم ہوتا ہے کہ اگر آپ کی زندگی باقی ہے
تو آپ بغیر ہاتھ کے جئیں،اور اگر آپ کی موت کا وقت
قریب آچکا ہے تو آپ اللہ سے کٹے ہوئے ہاتھ کے ساتھ
ملیں پھر اللہ تعالیٰ جب آپ سے سوال کریں کہ یہ ہاتھ
کیوں کاٹا ہے تو آپ جواب میں یہ کہیں کہ آپ کی قضاء و
قدر سے بچنے اور آپ کی ملاقات سے نفرت کی بنا پر، کہتے
ہیں زیاد اسی دن مر گیا،لوگ قاضی شریحؒ کو بُرا بھلا کہنے
لگے کہ تم نے اسے ہاتھ کٹوانے سے کیوں روکا؟ وجہ یہ تھی
کہ اکثر لوگ زیاد سے نفرت کرتے تھے (اور چاہتے تھے کہ
یہ کسی طرح مر جائے) قاضی شریحؒ نے جواب دیا کہ دیکھو

اس نے مجھ سے مشورہ کیا تھا اور اگر حدیث میں یہ نہ آیا ہوتا کہ جس سے مشورہ لیا جائے اسے امانتدار ہونا چاہئے تو میری بھی یہی خواہش ہوتی کہ ایک دن اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ، دوسرے دن پاؤں کاٹا جاتا اور ہرروز ایک ایک کر کے اس کے سارے اعضاء کاٹ دیے جاتے"۔ [1]

ایک دفعہ سبحان اللہ کہنے کی قدر و قیمت:

"حضرت امام احمد بن حنبلؒ اپنی سند سے حضرت وہب بن مُنَبِّہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت شاہی کے ایک ہزار کمرے تھے جن کے اُوپر کا حصہ شیشے کا اور نیچے کا حصہ لوہے کا تھا ایک دفعہ آپ ہوا کے دوش چلے تو آپ کا گزر ایک کسان پر ہوا، کسان نے آپ کی شان وشوکت کو دیکھ کر کہا کہ: آل داؤد کو بڑی عظیم سلطنت عطا کی گئی ہے، ہوا نے یہ بات جناب سلیمان علیہ السلام کے کانوں تک پہنچا دی۔ وہب بن مُنَبِّہؒ کہتے ہیں آپ تخت سے اُتر کر کسان کے پاس آئے اور فرمایا میں نے تمہاری بات سن لی ہے میں تمہارے پاس یہ بتلانے آیا ہوں کہ تمہیں اس چیز کی تمنا نہیں کرنی چاہئے جس پر تم قادر نہیں ہو، یاد رکھو ایک دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہ کہنا جو بارگاہِ خداوندی میں قبول ہو جائے وہ آل داؤد کی سلطنت سے بڑھ کر ہے، کسان یہ سن کر بولا خدا آپ کی فکرات کو دُور فرمائے جس طرح آپ نے میری فکر دُور فرمائی ہے"۔ [2]

---

[1] حیاۃ الحیوان عربی ج:۱، ص:۳۳ [2] کتاب الزہد للامام احمدؒ ص:۵۱

صدقہ کی برکت:

حضرت امام احمد بن حنبلؒ اپنی سند کے ساتھ مسلم بن ابی الجعدؒ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: حضرت صالح علیہ السلام کی قوم میں ایک شخص لوگوں کو بہت ستایا کرتا تھا، لوگوں نے حضرت صالح علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ اس کے لیے بددعاء کریں آپ نے فرمایا: جاؤ اس شخص سے تمہاری کفایت کر لی گئی ہے۔ یعنی تم اس کے شر سے محفوظ ہو گئے ہو، مسلم بن ابی الجعدؒ کہتے ہیں کہ وہ شخص روزانہ لکڑیاں چننے جایا کرتا تھا چنانچہ وہ اس روز بھی اس ارادے سے نکلا اس کے پاس دو چپاتیاں تھیں جن میں سے ایک اس نے کھالی اور دوسری صدقہ کر دی، غرض وہ گیا اور لکڑیاں چن کر شام کو صحیح سالم لوٹ آیا (اسے کچھ بھی نہیں ہوا) لوگوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ وہ شخص تو لکڑیاں چن کر صحیح و سالم لوٹ آیا اُسے کچھ نہیں ہوا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اُسے بلایا اور اس سے پوچھا کہ تم نے آج کیا عمل کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں گھر سے چلا تو میرے پاس دو چپاتیاں تھیں جن میں سے ایک میں نے کھالی اور دوسری صدقہ کر دی، حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا، اچھا لکڑیوں کا یہ گٹھر کھولو اس نے گٹھر کھولا تو دیکھا کہ اس میں ایک سیاہ سانپ درخت کے تنے کی مانند پڑا ہوا ہے اور

اس نے اپنے دانت ایک موٹے تنے پر گاڑے ہوئے ہیں۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا، اس نے جو چپاتی صدقہ کی تھی اس کی برکت سے یہ بچ گیا۔ [۱]

---

[۱] کتاب الزہد ص: ۱۲۰
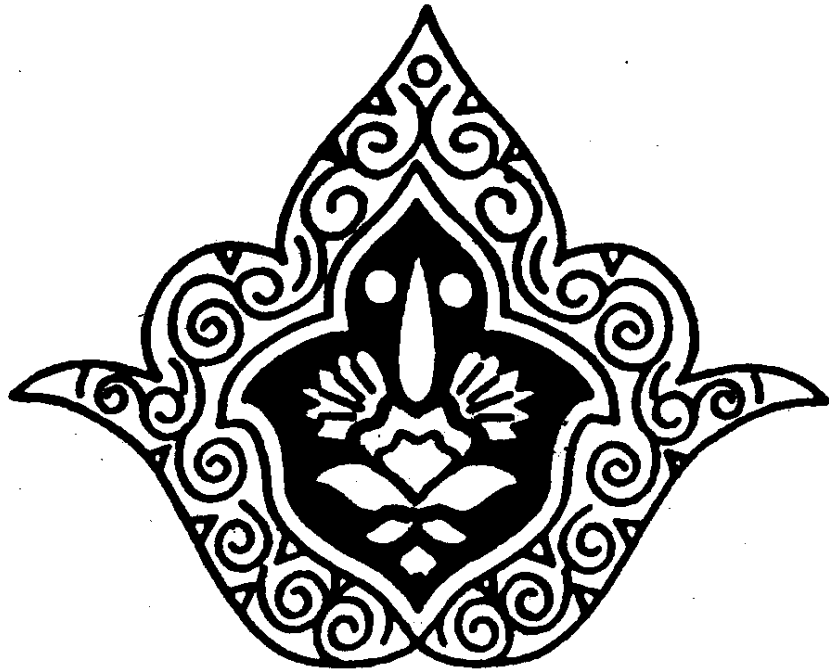
رمضان اور قرآن

قارئین محترم رمضان کی آمد آمد ہے اور رمضان و قرآن کا چولی دامن کا ساتھ ہے اس لیے اس موقع پر ہم قرآن کی روشنی میں کچھ باتیں عرض کریں گے۔

وَرَبُّکَ یَخْلُقُ مَایَشَآءُ وَیَخْتَارُ

مذکورہ عنوان سورۂ قصص کی ایک آیت کے شروع کا حصہ ہے پوری آیت اس طرح ہے۔

وَرَبُّکَ یَخْلُقُ مَایَشَآءُ وَیَخْتَارُ ط مَاکَانَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ ط سُبْحَانَ اللّٰہِ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ
(۲۸:۶۸)

آپ کے پروردگار جو چاہتے ہیں پیدا کرتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں منتخب فرما لیتے ہیں، ان لوگوں کو (اپنی مرضی سے) انتخاب کا کوئی حق نہیں اللہ پاک و برتر ہیں ان چیزوں سے جنہیں یہ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔

....

اس آیت مبارکہ کا نزول بعض مفسرین کے کہنے کے مطابق اس وقت ہوا جبکہ اہل مکہ نے کہا کہ محمد ﷺ میں آخر کیا ایسی خوبی پائی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کے لیے انکا انتخاب فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجنا ہی تھا تو مکہ اور طائف کے کسی بڑے آدمی کو رسول بنا کر بھیج دیتے، مکہ میں ولید بن مغیرہ اور طائف میں عروہ بن مسعود ثقفی جیسے لوگ موجود ہیں ان میں سے کسی کو نبی و رسول بنا کر بھیج دیتے، چنانچہ اللہ تعالیٰ اہل مکہ کا قول نقل فرماتے ہیں۔

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ (۴۳:۱۳)

اور اُنہوں نے کہا کہ کیوں نہیں اُترا یہ قرآن ان دونوں بستیوں (مکہ و طائف) کے کسی بڑے آدمی پر، مذکورہ بالا آیت سے اہل مکہ کو جواب دیا گیا کہ تمہیں یہ بات کہنے کا کوئی حق نہیں اس لیے کہ منصب نبوت و رسالت ایسے منصب ہیں کہ ان کے لیے افرادِ کار کا انتخاب اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں۔

بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ اس آیت کا نزول اس موقع پر ہوا جبکہ یہودیوں نے یہ کہا کہ اگر نبی علیہ السلام کی طرف وحی لانے والے فرشتے جبریل کے علاوہ کوئی اور ہوتے تو ہم آپ پر ایمان لے آتے، مذکورہ آیت سے ان کا جواب دیا گیا کہ تمہیں اس قسم کی بات کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا کیونکہ تخلیق و اختیار کا حق اللہ تعالیٰ کو ہے۔ وہی ہر ایک کو پیدا فرماتے ہیں اور وہی انتخاب فرماتے ہیں کہ کون کس منصب کے لائق ہے۔

فضلیت کا معیار اختیار خداوندی ہے:

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا آیت سے ایک عظیم ضابطہ اخذ کیا ہے وہ یہ کہ ”دنیا میں جو ایک جگہ کو دوسری جگہ پر یا ایک چیز کو دوسری چیز پر فضیلت دی جاتی ہے یہ اس چیز کے کسب و عمل کا نتیجہ نہیں ہوتا بلکہ وہ بلا واسطہ خالق کائنات کے انتخاب و اختیار کا نتیجہ ہوتا ہے“۔

علامہ اسماعیل حقیؒ (م:۱۱۳۷ھ) نے اس آیت کے ذیل میں بہت سی ایسی چیزیں ذکر فرمائی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے دیگر چیزوں میں سے منتخب فرما کر انہیں فضیلت عطا فرمائی ہے۔

چنانچہ علامہ حقیؒ فرماتے ہیں۔

① اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا فرمایا اور ان میں سے چار فرشتوں جبرائیل میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل کو منتخب فرمایا (پھر ان سب کا جبریل امین کو سردار بنایا)

② اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا فرمایا اور ان میں سے پیغمبروں کو منتخب فرمایا، اور پیغمبروں میں سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ حضرت عیسیٰ روح اللہ اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کو منتخب فرمایا (پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کا سردار بنایا)

③ اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام کو پیدا فرمایا اور ان میں سے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کو منتخب فرمایا۔

④ بسیطِ ارض کو بنایا اور اس میں سے مکہ مکرمہ کو حضور علیہ السلام کی ولادت کے لیے مدینہ طیبہ کو ہجرت کے لیے اور بیت المقدس کو معراج کے لیے منتخب فرمایا۔

⑤ اللہ تعالیٰ نے دن پیدا فرمائے ان میں سے جمعہ کو منتخب فرمایا کہ یہ اجابتِ دُعاء کا دن ہے۔ یوم عرفہ (نویں ذی الحجہ) کو منتخب فرمایا کہ یہ فرشتوں پر فخر ومباہات کا دن ہے۔ عید کے دن کو منتخب فرمایا کہ یہ جائزہ اور بدلے کا دن ہے، یوم عاشوراء (دسویں محرم) کو منتخب فرمایا کہ یہ عطاءِ خلعت کا دن ہے، (اللہ تعالیٰ نے مہینے پیدا فرمائے اور ان میں سے رمضان کو منتخب فرمایا کہ یہ مہینہ رحمتوں اور برکتوں کے نزول کا مہینہ ہے)

⑥ اللہ تعالیٰ نے راتیں پیدا فرمائیں ان میں سے شب براءت کو منتخب فرمایا کہ اس میں اللہ تعالیٰ پہلے آسمان پر نزولِ اِجلال فرماتے ہیں اور بندوں کو نداء فرماتے ہیں اور رحمتوں اور برکتوں سے نوازتے ہیں۔ شب قدر کو منتخب فرمایا کہ اس رات اللہ تعالیٰ آسمان کے فرشتے زمین

کے سنگریزوں کی مقدار زمین پر بھیجتے ہیں اور بندوں پر رحمت نچھاور کرتے ہیں۔ عید کی رات کو منتخب فرمایا کہ اس رات اللہ تعالیٰ رحمت کے دروازے کھول دیتے ہیں اور گنہگاروں کو بخشتے ہیں۔

⑦ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پیدا فرمائے اور ان میں سے کوہِ طور کو منتخب فرمایا کہ وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے مناجات کے لیے تشریف لے گئے، جبل جودی کو منتخب فرمایا کہ وہاں حضرت نوح علیہ السلام طوفان سے نجات پا کر اترے، جبل نور کو منتخب فرمایا کہ اسی کے غار حراء میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبوت و رسالت سے سرفراز ہوئے۔

⑧ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا اور اس کے دل و زبان کو منتخب فرمایا کہ دل معرفتِ الٰہی کے نور کا محل ہے اور زبان سے کلمۂ شہادت نکلتا ہے۔

⑨ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بہت سی کتابیں نازل فرمائیں اور ان میں سے چار کو منتخب فرمایا (۱) تورات (۲) زبور (۳) انجیل (۴) قرآن مجید۔

⑩ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو بہت سے مبارک کلمات دیئے اور ان میں سے ان چار کو منتخب فرمایا۔

''سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکۡبَرُ''۔ [1]

اللہ تعالیٰ نے فارسیوں میں سے حضرت سلمان فارسی کو رومیوں میں سے حضرت صہیب رومی کو حبشیوں میں سے حضرت بلال حبشی کو فضیلت بخشی رضی اللہ عنہم۔

اللہ تعالیٰ نے تمام بستیوں میں سے مکہ مکرمہ کی بستی کو، تمام وادیوں میں سے بیت المقدس کو، تمام پتھروں میں سے حجرِ اسود کو، تمام کنوؤں میں سے زمزم کے کنویں کو، تمام لاٹھیوں میں سے عصاء موسیٰ کو، تمام مچھلیوں میں سے یونس علیہ السلام کی مچھلی کو، تمام اُونٹنیوں میں سے حضرت صالح علیہ السلام کی اُونٹنی کو، تمام

---

[1] تفسیر رُوح البیان ج:۶، ص:۴۲۴

چیونٹیوں میں سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی کو، مینڈھوں میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں آنے والے مینڈھے کو، فضلیت بخشی۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء۔

اَخلاقِ فاضلہ کی جامع تین آیتیں

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

"امام تفسیر ابن کثیرؒ نے اس جگہ ایک عجیب بات یہ لکھی ہے کہ پورے قرآن میں تین آیتیں اخلاق فاضلہ کی تعلیم و تلقین کے لیے جامع آئی ہیں اور تینوں کے آخر میں شیطان سے پناہ مانگنے کا ذکر ہے ایک تو یہی سورۂ اعراف کی آیت ہے۔

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ○ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ

سرسری برتاؤ کو قبول کر لیا کیجئے اور نیک کام کی تعلیم کر دیا کیجئے اور اگر آپ کو کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے آنے لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے، بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

دوسری سورۂ مؤمنون کی یہ آیت ہے۔

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ط نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ۹۶○ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۹۷○ وَاَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ مؤمنون ۹۸○

یعنی دفع کرو برائی کو بھلائی سے ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ یہ کہا کرتے ہیں اور آپ یوں دُعاء کیجئے اے میرے پروردگار میں آپ سے پناہ مانگتا ہوں شیطانوں کے دباؤ سے اور اے میرے پروردگار میں آپ سے پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ شیطان میرے پاس آئیں۔

....

تیسری آیت سورۂ حٰم سجدہ کی یہ ہے۔

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ ط اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ○ وَمَا یُلَقّٰھَآ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْاج وَمَا یُلَقّٰھَا اِلَّا ذُوْحَظٍّ عَظِیْمٍ ○ وَاِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ ط اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ.

(۴۱: ۳۴-۳۵-۳۶)

یعنی نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی، آپ نیک برتاؤ سے ٹال دیا کریں، پھر یکا یک آپ میں اور جس شخص میں عداوت تھی وہ ایسا ہوجاوے گا جیسا کوئی دلی دوست ہوتا ہے اور یہ بات انہیں لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے مستقل مزاج ہیں اور یہ بات اسی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑا صاحب نصیب ہو اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے کچھ وسوسہ آنے لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے، بلاشبہ وہ خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔

....

ان تینوں آیتوں میں غصہ دلانے والوں سے عفوو درگزر اور برائی کے بدلہ میں بھلائی کرنے کی ہدایت کے ساتھ ساتھ شیطان سے پناہ مانگنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کو انسانی جھگڑوں سے خاص دلچسپی ہے۔جہاں جھگڑے کا کوئی موقع پیش آتا ہے۔شیاطین اس کو اپنی شکار گاہ بنا لیتے ہیں اور بڑے سے بڑے بُردبار باوقار آدمی کو غصہ دلا کر حدود سے نکال دینے کی کوشش کرتے ہیں۔اس کا علاج یہ ہے کہ جب غصہ قابو میں نہ آتا دیکھیں تو سمجھ جائیں کہ شیطان مجھ پر غالب آرہا ہے اور اللہ کی طرف رجوع ہو کر اس سے پناہ مانگیں تب مکارم اخلاق کی تکمیل ہو سکے گی''۔ [۱]

---

[۱] معارف القرآن ج:۴،ص:۱۵۹

وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ

مذکورہ بالا سرخی قرآن پاک کی ایک آیت کا حصہ ہے پوری آیت اس طرح ہے۔

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ط وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ج (۳:۱۳۴)	وہ ایسے لوگ ہیں جو خرچ کئے جاتے ہیں خوشی میں بھی اور تکلیف میں بھی اور غصہ کو ضبط کرنے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں کو محبوب رکھتے ہیں۔

....

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مومنینِ متقین کی خاص صفات وعلامات بتلائی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

(۱) وہ خوشی اور غمی ہر حال میں اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں۔

(۲) غصہ کو پی جاتے ہیں۔

(۳) لوگوں سے عفو و درگزر سے کام لیتے ہیں۔

ہمارے اکابر و اسلاف کے اندر یہ صفات کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔ تاریخ میں بہت سے ایسے واقعات ملتے ہیں جن سے اکابر کی ان صفات کا اظہار ہوتا ہے۔ نصیحت وموعظت کے لیے ایک دو واقعات ذکر کیے جاتے ہیں۔

امام بیہقی رحمہ اللہ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ ''حضرت امام زین العابدینؒ کی ایک باندی آپ کو نماز کے لیے وضو کروارہی تھی کہ اچانک پانی کا برتن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر امام صاحبؒ کے اوپر آگرا جس سے (آپ کے کپڑے تو بھیگے ہی) آپ زخمی بھی ہو گئے آپ نے نگاہ اُٹھا کر باندی کی طرف دیکھا تو اس نے فوراً کہا کہ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ”وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ“ (متقی لوگ وہ ہوتے ہیں جو غصہ کو پی جاتے ہیں) آپ نے فرمایا: میں نے اپنا غصہ پی لیا، باندی نے جب یہ دیکھا تو آیت کا اگلا جملہ پڑھ دیا۔ ”وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ“ (متقی وہ ہوتے ہیں جو لوگوں سے درگزر سے کام لیتے ہیں) امام صاحبؒ نے فرمایا: خدا تجھ سے درگزر فرمائے اس کے بعد باندی نے آیت کا آخری جملہ بھی پڑھ دیا ”وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ“ اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کو محبوب رکھتے ہیں، یہ سن کر امام عالی مقام نے فرمایا: جا میں نے تجھے خدا واسطے آزاد کیا“۔ [1]

علامہ قرطبیؒ (م:۶۷۱ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

”مروی ہے کہ حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ (م:۱۱۷ھ) کی باندی ایک دن ایک پلیٹ لیکر آئی پلیٹ میں گرم گرم شوربا تھا، حضرت میمون کی خدمت میں بہت سے مہمان آئے ہوئے تھے اس باندی کا پاؤں پھسل گیا جس کی وجہ سے سارا شوربا حضرت میمون پر آپڑا۔ حضرت میمون اسے مارنے کے لیے اُٹھے تو وہ باندی بولی: میرے آقا اس آیت پر عمل کیجئے ”وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ“ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے میں نے اس پر عمل کیا۔ وہ بولی اس کے بعد جو ارشاد ہے اس پر بھی عمل کیجئے یعنی ”وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ“ آپ نے فرمایا: قدعفوتُ عنکِ، جا میں نے تجھے معاف کیا۔ وہ باندی کہنے لگی ”وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ“، آپ نے فرمایا: قداحسنت الیک فانت حرة لِوجه اللّٰه۔ میں نے تیرے ساتھ احسان کیا جا تو اللہ کے لیے آزاد ہے۔ [2]

---

[1] شعب الایمان ج:۶،ص: ۳۱۷
[2] الجامع لاحکام القرآن ج:۴،ص: ۲۰۷

ہم لوگ جو ایمان کے دعویدار ہیں ہمیں اپنی زندگیوں کا جائزہ لینا چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ کیا ان صفات میں سے کوئی صفت ہمارے اندر بھی پائی جاتی ہے۔

ایک رُومی دہقانی کے ایمان لانے کا واقعہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام اسلمؓ ذکر فرماتے ہیں کہ:

''حضرت عمرؓ ایک دن مسجد نبویؐ میں کھڑے تھے کہ اچانک ایک رومی دہقانی آدمی بالکل آپ کے برابر آکر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: **اَنَا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ**، حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے کہا میں اللہ کے لیے مسلمان ہو گیا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا ''هَلْ لِهٰذَا سَبَبٌ'' کیا اس کا کوئی سبب ہے؟ اس نے کہا ہاں بات یہ ہے کہ میں نے تورات زبور انجیل اور انبیاء سابقین کی بہت سی کتابیں پڑھی ہیں مگر حال میں ایک مسلمان قیدی قرآن پاک کی ایک آیت پڑھ رہا تھا وہ سنی تو معلوم ہوا کہ اس چھوٹی سی آیت نے تمام کتبِ قدیمہ کو اپنے اندر سمو لیا ہے، مجھے یقین ہو گیا کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے چنانچہ میں مسلمان ہو گیا، حضرت عمرؓ نے پوچھا وہ کونسی آیت ہے؟ اس رومی دہقانی نے آیت مبارکہ **وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ**۔ پڑھی اور اس کی تفسیر بھی بیان کی کہ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ فرائض الٰہیہ سے متعلق ہے، وَرَسُوْلَهٗ سنتِ نبوی سے متعلق ہے وَيَخْشَ اللّٰهَ گزشتہ عمر کے متعلق ہے اور وَيَتَّقْهِ باقی

عمر کے متعلق ہے (جب انسان ان چاروں چیزوں پر عمل پیرا ہو جائے تو اس کو اُولٰئِکَ ھُمُ الْفَائِزُوْنَ کی بشارت ہے اور) فائز وہ شخص ہے جو جہنم سے نجات پائے اور جنت میں اس کو ٹھکانہ ملے، حضرت عمرؓ نے یہ سن کر فرمایا نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "اُوْتِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ یعنی مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہایت جامع کلمات عطا فرمائے گئے ہیں"۔ [1]

رمضان کا آخری روزہ

رمضان کے خاتمہ یعنی آخری روزے کے متعلق ایک حدیث ہے۔

ان للّٰہ تعالیٰ فی کل یوم من شھر رمضان عند الافطار الف الف عتیق من النار کلھم قداستوجبوا العذاب فاذا کان یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ اعتق فی کل ساعۃ منھا الف الف عتیق من النّار کلھم قد استو جبوا العذاب فاذا کان فی اٰخر یوم من شھر رمضان اعتق فی ذٰلک الیوم بعدد من اعتق من اوّل الشھر الیٰ آخرہ۔ (رواہ الفقیہ ابوالليث فی تنبیہ الغافلین: ص ۱۱۸)

بے شک اللہ تعالیٰ رمضان میں ہر روز بوقت افطار دس لاکھ ایسے گنہگاروں کو آتش دوزخ سے آزاد کرتا ہے جو عذاب کے مستحق ہو چکے ہوں اور جمعہ کی شب ہر گھنٹے میں ایسے ہی دس لاکھ گنہگاروں کو آزادی دیتا ہے، جب رمضان شریف کا آخری دن ہوتا ہے تو اس دن اتنے لوگوں کو آزادی دیتا ہے جتنے سارے مہینے میں آزاد ہوئے تھے۔

---

[1] الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج:۱۲، ص: ۲۹۵

اس حدیث سے مندرجہ ذیل امور معلوم ہوئے:-

(۱) ہر افطار کو دس لاکھ انسانوں کو معاف کیا جاتا ہے۔ ۳۰ میں ضرب دینے سے تین کروڑ ہوئے۔

(۲) مہینہ میں چار جمعہ اور ہر جمعہ کے ۲۴ گھنٹہ ہوتے ہیں۔ ہر گھنٹہ میں دس لاکھ کے حساب سے ۹ کروڑ ۶۰ لاکھ آدمی ہوئے جن کو آتش دوزخ سے آزادی دی جاتی ہے۔

(۳) کل تعداد ۱۲ کروڑ ۶۰ لاکھ ہوئی۔

(۴) جتنے گناہ گاروں کو سارے مہینے میں بخشا گیا تھا۔ رمضان شریف کے صرف آخری دن میں اتنے انسانوں یعنی ۱۲ کروڑ ۶۰ لاکھ کو بخش دیا جاتا ہے۔

اب آپ سوچیں کہ رمضان شریف کا آخری روزہ کتنا اہم ہے۔ [۱]

[۱] فلکیات جدیدہ صـــــ
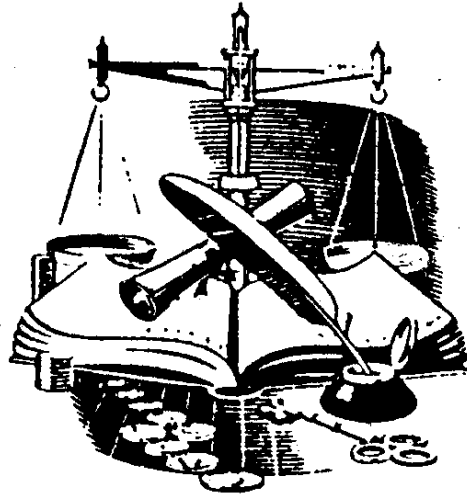
ایک انصاری صحابیؓ کا جذبۂ غیرت

حضرت ابوسائب مولیٰ ہشام بن زہرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''میں ایک دفعہ حضرت ابوسعید خدریؓ کے گھر گیا تو آپ نماز پڑھ رہے تھے میں آپ کے نماز سے فارغ ہونے کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ اتنے میں مَیں نے ایک چارپائی کے نیچے جو مکان کے ایک گوشہ میں بچھی ہوئی تھی کسی چیز کی سرسراہٹ سنی دیکھا تو سانپ ہے، میں اسے مارنے کے لیے اٹھا تو حضرت ابوسعیدؓ نے انگلی کے اشارے سے منع فرمایا۔ میں رک گیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے گھر کے ایک کمرے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: تم نے اس کمرے کو دیکھا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ اس کے بعد کہنے لگے کہ اس کمرے میں ہمارے گھرانے کا ایک نوجوان جس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی رہا کرتا تھا ہم لوگ مع اس نوجوان کے غزوۂ خندق کے سلسلہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے باہر گئے ہوئے تھے۔ یہ نوجوان نصف النہار (دوپہر) کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر گھر آجاتا اور پھر لوٹ جاتا۔ ایک دن اس نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے اجازت طلب کی تو آپؐ نے فرمایا جب جایا کرو تو اپنے ہتھیار اپنے ساتھ لے جایا کرو کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں بنی قریظہ تمہیں زک نہ پہنچا دیں۔ چنانچہ اس نے اپنا نیزہ اپنے ساتھ لے لیا جب وہ گھر پہنچا تو بیوی کو دیکھا کہ وہ (بے حجاب) دروازے پر کھڑی ہے یہ دیکھ کر اس کو غیرت آئی اور بیوی کو مارنے کے لیے اپنا نیزہ سیدھا کر لیا۔ اس نے کہا کہ ہاتھ تھام لو اور ذرا گھر میں چل کر دیکھو کہ کیا معاملہ ہے اور میں کس وجہ سے گھر سے باہر کھڑی ہوں۔ چنانچہ جب وہ اندر گیا تو دیکھا کہ ایک بڑا سانپ کنڈلی مارے بستر پر بیٹھا ہوا ہے۔ نوجوان نے اس سانپ کو نیزہ میں بیندھ کر گھر میں نیزہ کھڑا کر دیا۔ سانپ نے تڑپ کر اس نوجوان کو کاٹ لیا۔ نوجوان فوراً مردہ ہو کر زمین پر گر پڑا ساتھ ہی سانپ بھی مر گیا۔ معلوم نہیں کہ پہلے کون مرا؟ سانپ یا نوجوان۔ ہم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس واقعہ کی اطلاع کی اور عرض کیا کہ آپؐ اس نوجوان کے لیے زندہ ہونے کی دعا فرما دیجئے آپؐ نے فرمایا تم اپنے رفیق کے لیے مغفرت کی دُعاء کرو (گویا آپ اس کی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے) پھر فرمایا کہ مدینہ میں کچھ جنات ہیں جو اسلام لے آئے ہیں۔ لہٰذا جب تم کسی سانپ کو گھر میں دیکھو تو مارنے سے پہلے تین دن تک اس کو تنبیہ کرو اور اگر اس کے بعد وہ تمہارے سامنے آئے تو مار ڈالو کیونکہ یقیناً پھر وہ شیطان (جن) ہے"۔ [1]

---

[1] مؤطا امام مالکؒ ص۷۲۹ مسلم ج:۲ ص۲۳۵

بیٹا مارا گیا تو کیا حیا بھی کھودوں؟

''ایک انصاری خاتون اُمّ خلاد رضی اللہ عنہا چہرہ پر نقاب ڈالے ہوئے بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئیں اور آپ سے اپنے فرزند کے حالات دریافت کرنے لگیں جو آپ ﷺ کے ساتھ غزوۂ خیبر میں شریک ہوکر وہیں شہید ہوگیا تھا۔ حاضرین مجلس میں سے کوئی صاحب کہنے لگے کہ تمہارا بیٹا قتل ہوگیا ہے تعجب ہے کہ ایسی مصیبت کے وقت بھی تمہیں نقاب اور پردہ پوشی کی سوجھ رہی ہے؟ اُم خلادؓ بولیں کہ: اگر میں اپنا بیٹا کھو چکی ہوں تو کیا اب شرم و حیا سے بھی عاری ہو جاؤں؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارے بیٹے کو دو شہیدوں کے برابر ثواب ملے گا۔ اُم خلادؓ نے عرض کیا کہ وہ کیسے؟ فرمایا: اُسے اہلِ کتاب یہودیوں نے قتل کیا ہے''۔ [۱]

ان دونوں واقعات میں ان خواتین و حضرات کے لیے مقام عبرت ہے جو آزادیِ نسواں اور بے حجابی کے دلدادہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری ماؤں بہنوں اور بچیوں کو اپنے اسلاف جیسی شرم و حیا اور غیرت نصیب فرمائے اور پردہ کی توفیق دے۔ (آمین)

ایک اہم رہنما اصول

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بعض بڑی شخصیات جن کا علم و عمل، تقویٰ و طہارت مسلّم ہوتا ہے ان سے ایسے افعال صادر ہوتے ہیں جو ان پر اعتراض کا موجب ہوتے ہیں۔ اب اگر ان کے علم و عمل، تقویٰ و طہارت کو دیکھا جائے

---

[۱] ابوداؤد شریف عربی ج:۱، ص:۳۳۷ طبع ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی

تو اعتراض عجیب لگتا ہے لیکن اگر اُن کے اِن افعال کو دیکھا جائے جو ان سے صادر ہو رہے ہیں تو خوامخواہ اعتراض پیدا ہوتا ہے ایسی صورت میں ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ آیا ہم خاموش رہیں یا اعتراض کریں اس سلسلہ میں محدث کبیر حضرت علامہ ذہبی رحمہ اللہ (م: ۷۴۸ھ) نے ایک اہم رہنما اصول ذکر فرمایا ہے جو اس گتھی کو سلجھانے کے لیے بہترین ضابطہ ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔

"ثم ان الكبير من ائمة العلم اذا كثر صوابه وعلم تَحَرّيْهِ للحق واتسع علمه وظہر ذكاؤه و عرف صلاحه و ورعه واتباعه يغفرزُ لَلُهُ، ولا نضلله ونطرحه، وننسى محاسنه نعم ولانقتدِي به في بدعته وخطئه ونرجواله التوبة من ذالک" [1]

پیشوایانِ علم (اور دینی متقتداؤں) میں سے کسی بڑے پیشوا کی جب اکثر باتیں صواب و درست ہوں اور اس کا حق کی جستجو کرنا معلوم ہو، اس کا علم وسیع اور اس کی ذکاوت و ذہانت ظاہر ہو، اسکا صالح ہونا، پرہیز گار ہونا اور متبع سنت ہونا معروف ہو تو اس کی لغزشات سے عنداللہ درگزر کرلیا جائے گا ہم اس کی لغزشات کی بناء پر نہ اسے گمراہ قرار دیں نہ اسے پس پشت ڈالیں نہ اس کی خوبیوں کو فراموش کریں۔البتہ ہمیں چاہئے کہ ہم اس کی بدعات اور خطاؤں میں اقتداء نہ کریں۔ اللہ کے حضور میں اس کے لیے ان باتوں سے توبہ کر لینے کی توقع رکھیں۔

علامہ ذہبیؒ کے ذکر کردہ اس ضابطہ سے ہمیں یہ سبق ملا کہ مذکورہ اوصاف سے متصف کسی بڑی شخصیت کی خطاء وَزُلَلْ کو دیکھ کر اس پر فتوے لگانے کے بجائے خاموش رہنا بہتر ہے۔البتہ یہ ضرور ہے کہ ان امور میں اس کی اقتداء اور پیروی ہرگز نہ کی جائے۔اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے۔

---

[1] سیر اعلام النبلاء ج......ص: ۲۷۱

اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ

مندرجہ بالا عنوان سورۂ نساء کی آیت نمبر ۷۸ کا ایک ٹکڑا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ''تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمہیں آ پکڑے گی''۔اس آیت کی تفسیر میں امام ابن کثیر رحمہ اللہ (م:۷۷۴ھ) نے ایک عبرت انگیز واقعہ لکھا ہے جی چاہا کہ قارئین کے سامنے پیش کیا جائے۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

''ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں (مفسر قرآن) حضرت مجاہدؒ کی زبانی ایک طویل واقعہ ذکر کیا ہے، حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں اگلے زمانہ میں ایک حاملہ عورت تھی جب اس کے یہاں ولادت ہوئی تو اس نے اپنے ملازم سے کہا کہ جاؤ کہیں سے آگ لے آؤ، وہ باہر نکلا تو دیکھا کہ دروازے پر ایک شخص کھڑا ہوا ہے اور پوچھ رہا ہے کہ کیا ہوا (لڑکا یا لڑکی؟) ملازم نے کہا کہ لڑکی ہوئی ہے، اس شخص نے کہا کہ سن یہ (نومولود) لڑکی سو آدمیوں سے زنا کرائے گی پھر اس کی ماں کے ہاں اب جو ملازم ہے اسی سے اس کا نکاح ہوگا،اور ایک مکڑی اس کی موت کا باعث بنے گی،یہ ملازم یہیں سے پلٹ آیا اور آتے ہی ایک تیز چھری لے کر اس لڑکی کا پیٹ چیر ڈالا اور اسے مردہ سمجھ کر وہاں سے بھاگ نکلا۔لڑکی کی ماں نے یہ حال دیکھ کر بچی کے پیٹ میں ٹانکے لگائے اور علاج معالجہ شروع کیا جس سے اس کا زخم بھر گیا اور وہ بالغ ہو کر جوان

ہو گئی اور اپنے شہر کی حسین ترین لڑکیوں میں شمار ہونے لگی،
اُدھر وہ ملازم سمندر کے راستے کہیں چلا گیا، کام کاج شروع
کیا اور بہت دولت اکٹھی کی، مدت بعد پھر اپنے اسی شہر
میں واپس آ گیا، ایک بڑھیا عورت کو بلا کر کہا کہ میں شادی
کرنا چاہتا ہوں شہر میں جو حسین و خوبصورت لڑکی ہو اُس
سے میرا نکاح کرا دو، بڑھیا بولی شہر بھر میں فلاں لڑکی سے
زیادہ حسین و جمیل کوئی لڑکی نہیں ہے،اس نے کہا کہ اسی
کے یہاں پیغام لے جاؤ۔ بڑھیا وہاں گئی پیغام نکاح دیا جو
فوراً ہی منظور ہو گیا، (نکاح بھی ہو گیا اور وہ رخصت ہو کر
اس کے گھر آ گئی) یہ شخص جب اس لڑکی کے پاس گیا تو وہ
اسے بہت ہی زیادہ اچھی لگی ایک دن اس لڑکی نے اس
شخص سے پوچھا آپ کون ہیں کہاں سے آئے ہیں اور
یہاں کیسے آ گئے؟ وغیرہ وغیرہ اس شخص نے اپنا تمام ماجرا
بیان کر دیا کہ میں یہاں ایک عورت کے ہاں ملازم تھا
وہاں سے اس لڑکی کے ساتھ یہ حرکت کر کے بھاگ گیا تھا
اب اتنے برسوں کے بعد یہاں آیا ہوں اس لڑکی نے کہا
جس بچی کا پیٹ چیر کر تم بھاگے تھے وہ میں ہی ہوں یہ کہہ
کر اس نے اپنے زخم کا نشان بھی دکھلایا۔ اسے یقین آ گیا
اس شخص نے کہا کہ اگر تو واقعی وہی ہے تو دیکھ مجھے تیرے
متعلق دو باتوں کی خبر دی گئی ہے جن کا پیش آنا لازمی ہے
ایک تو یہ کہ تو سو آدمیوں سے زنا کرائے گی، وہ بولی کہ
ٹھیک ہے یہ کام تو مجھ سے ہوا ہے لیکن تعداد معلوم نہیں اس

نے کہا کہ وہ سو ہیں دوسری بات یہ ہے کہ تیری موت کا سبب ایک مکڑی بنے گی، خیر مجھے چونکہ تجھ سے محبت بہت زیادہ ہے اس لیے میں تیرے لیے ایک بلند و بالا پختہ اور اعلیٰ محل تعمیر کروا دیتا ہوں اسی میں تو رہ تاکہ وہاں تک ایسے کیڑے مکوڑے پہنچ ہی نہ سکیں، چنانچہ محل تیار ہوا اور وہ اس میں رہنے لگی۔ایک مدت کے بعد ایسا ہوا کہ ایک روز دونوں میاں بیوی بیٹھے تھے کہ اچانک چھت پر ایک مکڑی دکھائی دی اسے دیکھتے ہی اس شخص نے کہا کہ دیکھو آج یہاں مکڑی دکھائی دے رہی ہے، عورت بولی اچھا یہی ہے جس سے آپ کو میری جان کا خطرہ ہے، اسے تو میں ہی ماروں گی، اس نے غلاموں کو حکم دیا کہ اسے پکڑ کر میرے پاس لاؤ۔ غلاموں نے چھت سے مکڑی پکڑی اور حاضر کر دی اس لڑکی نے مکڑی کو زمین پر رکھ کر اپنے پیر کے انگوٹھے سے اسے مسل دیا اس کی جان نکل گئی۔اس مکڑی میں سے چیپ جو نکلا اس کا ایک آدھ قطرہ اُڑ کر اس کے انگوٹھے کے ناخن کے گوشت کے درمیان پڑا اس کا زہر چڑھا پیر سیاہ پڑ گیا اور اسی میں آخر مر گئی"۔[1]

بندہ جیسا عمل کرتا ہے ویسی ہی اُسے چادر اُوڑھا دی جاتی ہے

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ (م:۷۷۴ھ) آیت کریمہ اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (۱۹:۹۶) بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے خدائے رحمٰن (قلوب میں) ان کی محبت پیدا فرما دیتے

[1] تفسیر القرآن العظیم للامام ابن الکثیر ج:۱،ص:۵۲۶ تحت قولہ تعالیٰ اینما تکونو ایدرککم الموت

ہیں......کی تفسیر میں حضرت عثمان غنیؓ کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں "مامن عبدیعمل خیراً اوشراً الا کساه اللّٰہ عزوجل رداء عمله" بندہ جو عمل بھی کرتا ہے خواہ وہ عمل اچھا ہو یا برا اللہ تعالیٰ اُسے اس عمل کی چادر اوڑھا دیتے ہیں۔

یعنی وہ اس عمل کے ساتھ مشہور ہو جاتا ہے اگر عمل اخلاص کے ساتھ کیا تھا تو مخلص جانا جاتا ہے اور اگر ریا کاری مقصد تھا تو ریاء کار معروف ہو جاتا ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ نے اس کے بعد ایک واقعہ ذکر کیا ہے جس سے اس ارشاد کی وضاحت ہوتی ہے موصوف فرماتے ہیں۔

> ''حضرت خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ (م:۱۱۰ھ) سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں: ایک شخص نے جی میں کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کروں گا کہ لوگوں میں میرا چرچا اور شہرت ہو جائے گی، چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف جھک پڑا جب بھی نماز کا وقت ہوتا وہ نماز پڑھتا نظر آتا، سب سے پہلے مسجد میں آتا اور سب سے آخر میں مسجد سے نکلتا، سات مہینے اسی طرح گزر گئے، لیکن ہوا یہ کہ جب بھی یہ شخص لوگوں کے پاس سے گزرتا لوگوں کو یہی کہتے سنتا کہ دیکھو ریا کار جا رہا ہے، اس نے یہ حالت دیکھ کر جی میں کہا کہ جو میں نے چاہا تھا وہ تو ہوا نہیں اُلٹا یہ ہوا کہ جس سے سنو میرا تذکرہ برائی سے ہی کرتا نظر آتا ہے، اب میں اللہ تعالیٰ کی عبادت صرف اور صرف اس کی رضاء وخوشنودی کے لیے کیا کروں گا۔اس نے نیت تبدیل کر کے اللہ کی عبادت شروع کر دی پہلے جو عمل کرتا تھا وہی عمل کرنے لگا اُن میں کچھ

اضافہ اس نے نہیں کیا لیکن اب یہ حالت ہوگئی کہ جب بھی لوگوں کے پاس سے گزرتا تو ان سے سنتا کہ اللہ فلاں پر رحم فرمائے اب تو وہ واقعی اللہ والا بن گیا"۔ [1]

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اِعطاءِ نبوت کا سبب؟

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ (م:۱۰۱۴ھ) تحریر فرماتے ہیں:

"شیخ ابوالقاسم نے "تجبر" میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی تمہیں معلوم ہے ہم نے تم کو نبوت کیوں عطا کی؟ آپ نے عرض کیا: "یَارَبِّ اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ" الٰہی آپ ہی بہتر جانتے ہیں، فرمایا: وہ دن یاد کرو جس دن تم فلاں جگہ بکریاں چرا رہے تھے اور ایک بکری بھاگ گئی تھی تم بھی اُسے پکڑنے کے لیے اس کے پیچھے پیچھے بھاگ رہے تھے پھر جب تم نے اسے پکڑ لیا تھا تو تم نے اسے مارنے کے بجائے یوں کہا تھا کہ اے بکری تو نے مجھے تھکا دیا اور میں نے تجھے تھکا دیا۔ جب میں نے اس کمزور جانور پر تمہاری یہ شفقت دیکھی تو میں نے تمہیں نبوت سے سرفراز کر دیا، ایک روایت میں یہ اضافہ بھی آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بکری کو پکڑ کر کندھوں پر اُٹھایا اور ریوڑ میں واپس لائے (اس پر رحمت باری کو جوش آیا)"۔ [2]

---

[1] تفسیر القرآن العظیم للحافظ ابن الکثیر ج:۳، ص:۱۴۰

[2] مرقاۃ المفاتیح جلد ۸، ص:۱۷۲، طبع امدادیہ ملتان

صورت کا اثر سیرت پر

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ نے حدیث مبارک ''مَنۡ تَشَبَّہَ بِقَوۡمٍ فَھُوَ مِنۡھُمۡ'' کے تحت ایک عجیب حکایت نقل کی ہے عبرت کے لیے نذر قارئین کی جاتی ہے، حضرت تحریر فرماتے ہیں۔

''اس موقع پر ایک غریب حکایت اور ایک عجیب لطیفہ نقل کیا گیا ہے، وہ یہ کہ جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرعون اور اس کی آل کو غرق کیا تو فرعون کے اس مسخرے کو غرق نہیں کیا جو موسیٰ علیہ السلام کی نقلیں اُتار کر فرعون اور اس کی قوم کو اپنی حرکات و سکنات سے ہنسایا کرتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حضور میں گڑگڑا کر عرض کیا کہ الٰہی یہ مسخرہ مجھے باقی فرعونیوں کی بہ نسبت زیادہ ایذاء دیا کرتا تھا، (اسے آپ نے کیوں غرق نہیں کیا؟) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے اسے اس لیے غرق نہیں کیا کہ یہ آپ جیسا لباس پہنے ہوئے تھا''۔ ''والحبیب لا یعذب من کان علی صورۃ الحبیب'' اور محبّ، محبوب کی صورت میں آنے والے کو عذاب نہیں دیا کرتا''۔ [1]

اقوالِ سلف

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (م: ۹۱۱ھ) نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے ''الکنز المدفون والفلک المشحون'' یہ ایک عجیب و غریب کتاب ہے اس میں آپ نے مختلف علوم و فنون سے متعلق معلومات درج کی

---

[1] مرقاۃ المفاتیح ج: ۸، ص: ۲۵۵

ہیں، نیز اس میں آپ نے اسلاف کے حیرت انگیز واقعات اور عبرت انگیز اقوال بھی درج فرمائے ہیں۔ راقم الحروف اس موقع پر اسلاف کے چند اقوال ذکر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔

① ''انسان کی سعادت مندی میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ اس کی بیوی ہم مزاج ہو، اس کے بھائی نیک و صالح ہوں، اس کی اولاد فرماں بردار ہو اور اس کا رزق اسی شہر میں ہو جس میں وہ رہتا ہے''۔ [۱]

② حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں۔

''تین باتیں ایسی ہیں کہ اگر کسی میں پائی جائیں تو وہ نیک بخت بن جاتا ہے۔(۱) جب کسی کو غصہ آئے تو اس کا غصہ اسے حق سے دور نہ کرے۔(۲) جب کوئی شخص راضی ہو تو اس کا راضی ہونا اسے کسی ناجائز کام میں مبتلا نہ کرے۔ (۳) جب اسے قدرت و اختیار حاصل ہو تو وہ حرام میں پڑنے سے بچتا رہے اور لوگوں پر ظلم وستم سے رکا رہے''۔ [۲]

③ حضرت لقمان حکیمؒ فرماتے ہیں

''تین شخص تین موقعوں پر پہچانے جاتے ہیں۔

(۱) بردبار غصہ کے وقت۔(۲) بہادر لڑائی کے وقت۔

(۳) بھائی ضرورت کے وقت''۔ [۳]

④ ''ہارون رشید نے ابن سماکؒ سے گزارش کی مجھے نصیحت فرمائیے۔ ابن سماکؒ نے یہ دیکھ کر کہ ہارون رشید کے ہاتھ

---

[۱] الکنز المدفون ص: ۴۳ [۲] ایضاً ص: ۴۵ [۳] ایضاً ص: ۵۵

میں پانی کا پیالہ ہے۔ہارون سے پوچھا: امیرالمومنین یہ بتلایئے اگر پانی کا یہ پیالہ آپ سے روک لیا جائے (اور آپ کو پینے کے لیے پانی نہ ملے) تو کیا آپ اس پیالہ کو حاصل کرنے کے لیے اپنی سلطنت بدلہ میں دے دیں گے؟ ہارون نے کہا کہ دے دوں گا۔ابن سماکؒ نے مزید سوال کیا کہ اگر یہ پانی جناب کے بدن میں جا کر رک جائے اور پیشاب نہ آئے تو کیا آپ پیشاب آنے کے بدلہ میں اپنی سلطنت دے دیں گے؟ ہارون نے کہا کہ ہاں دے دوں گا، اس پر ابن سماکؒ نے کہا کہ اس سلطنت میں کوئی بھلائی نہیں جس کی قیمت ایک پیالہ پانی اور پیشاب کے برابر بھی نہیں، ہارون رشید یہ سن کر رو دیئے۔ [۱]

⑤ ''مروی ہے کہ حضرت داؤد علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام پہاڑوں میں تسبیح کرتے کرتے ایک غار کے دہانے پر پہنچے کیا دیکھتے ہیں کہ غار میں ایک بڑے ڈیل ڈول والا شخص لیٹا ہوا ہے اور اس کے سرہانے یہ لکھا ہوا ہے ''میں دیسم نامی بادشاہ ہوں میں نے ایک ہزار برس حکومت کی تھی اس دوران ایک ہزار شہر فتح کئے تھے ایک ہزار لشکروں کو شکست دی تھی اور ایک ہزار کنواری شہزادیوں سے شادی کی تھی اور اب جو میرا حال ہے وہ تم دیکھ رہے ہو کہ مٹی میرا بچھونا ہے اور پتھر میرا تکیہ ہے جو مجھے دیکھے اسے میرے بعد دنیا دھوکے میں نہ ڈالے''۔ [۲]

---

[۱] الکنز المدفون ص: ۵۸ [۲] ایضاً ص: ۶۱

⑥ علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

''میں نے بعض مشائخ کو کہتے سنا ہے کہ صوفیاء کرام اَنَا (میں) نَحْنُ (ہم) عندی (میرے پاس) اور لِیْ (میرے لیے) کو ناپسند کرتے ہیں، اس لیے کہ ابلیس نے کہا تھا اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ (میں اس سے بہتر ہوں) کہنے والوں نے کہا تھا وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ (اور ہم برابر تسبیح کرتے رہتے ہیں بحمد اللہ اور آپ کی پاکی بیان کرتے رہتے ہیں) فرعون نے کہا تھا اَلَیْسَ لِیْ مُلْکُ مِصْرَ (کیا نہیں ہے میرے لیے ملکِ مصر) اور قارون نے کہا تھا اِنَّمَآ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ'' (یہ مال تو مجھ کو ملا ہے ایک ہنر سے جو میرے پاس ہے۔) [1]

⑦ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''نیکی تین باتوں سے پوری ہوتی ہے۔(۱) جلدی کرنے سے۔(۲) چھوٹا سمجھنے سے۔(۳) چھپانے سے''۔ [2]

مطلب یہ ہے کہ نیکی اُس وقت کہلائے گی جب اسے جلدی کیا جائے، اسے چھوٹا سمجھا جائے اور اُسے چھپا کر کیا جائے۔

⑧ علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حسن خلق کی دس نشانیاں ہیں، جس کے اخلاق اچھے ہونگے۔

۱- وہ جھگڑا کم سے کم کرے گا۔

۲- وہ انصاف سے کام لے گا۔

۳- وہ لوگوں کی لغزشات کی طرف نظر نہیں کریگا۔

---

[1] الکنز المدفون ص: ۴۸ [2] ایضاً ص: ۶۳

۴- وہ برائی میں بھی اچھائی کا پہلو طلب کرے گا۔

۵- وہ معذرت کا طالب ہوگا۔

۶- وہ لوگوں کی اذیت کو برداشت کرے گا۔

۷- وہ اپنے نفس پر ملامت کرے گا۔

۸- وہ دوسروں سے صرف نظر کرتے ہوئے اپنے عیوب ڈھونڈھنے میں لگے گا۔

۹- وہ ہر چھوٹے بڑے سے خندہ پیشانی سے پیش آئیگا۔

۱۰- وہ ہر ایک سے نرمی سے بات کرے گا خواہ اس سے کم تر ہو یا برتر''۔ [۱]

⑨ ایک بزرگ کا قول ہے کہ

''علوم چار ہیں۔(۱) فقہ ادیان کے لیے۔(۲) طب ابدان کے لیے۔(۳) نجوم ازمان کے لیے۔(۴) اور نحو لسان کے لیے''۔[۲]

⑩ ''سلیمان بن عبدالملک نے حضرت حمید طویلؒ سے عرض کیا کہ مجھے کچھ نصیحت فرمایئے:-

''آپ نے ارشاد فرمایا: امیرالمومنین آپ خدا کی نافرمانی کرتے وقت یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں تو اس صورت میں آپ ربّ عظیم کے حضور میں بڑی جرأت کرتے ہیں اور اگر یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو نہیں دیکھ رہے تو اس صورت میں آپ ربّ کریم کے ساتھ کفر کا معاملہ کرتے ہیں''۔ [۳]

مطلب یہ ہے کہ کسی صورت بھی خدا کی نافرمانی نہیں کرنی چاہئے کیونکہ

---

[۱] الکنز المدفون ص: ۱۲ [۲] الکنز المدفون ص: ۵۱ اصل عبارت اس طرح ہے العلوم اربعة الفقه للادیان، والطب للابدان، والنجوم للازمان، والنحو للسان۔ [۳] الکنز المدفون ص: ۸۵

اگر اس عقیدہ کے ساتھ نافرمانی کی کہ خدا دیکھ رہا ہے تو گو ایمان تو بچ گیا لیکن اللہ کے حضور میں بڑی جرأت و گستاخی کا معاملہ ہوا۔اور اگر اس عقیدہ سے نافرمانی کی کہ خدا نہیں دیکھ رہا تو اس صورت میں ایمان گیا،العیاذ باللہ، اور ظاہر ہے کہ ان دو صورتوں کے علاوہ کوئی تیسری صورت ہے نہیں اس لیے کسی صورت بھی خدا کی نافرمانی نہیں کرنی چاہئے۔

⑪ اصمعیؒ کہتے ہیں۔

''امرؤالقیس کے بیٹے نعمان اکبر جس نے (عراق میں) ایک محل بنوایا تھا وہ ایک دن محل دیکھنے گیا تو جو نعمتیں اُسے ملی تھیں کہ بادشاہت تھی دنیا کی وسعتیں تھیں حکم چلتا تھا لوگ اس کے پاس آتے تھے وغیرہ وغیرہ اُسے یہ نعمتیں اچھی لگیں اس نے ہم نشینوں سے پوچھا جو نعمتیں مجھے ملی ہیں کیا وہ کسی اور کو بھی ملی ہیں؟ اس کے ہم نشینوں میں سے ایک دانا وحکیم شخص نے نعمان سے پوچھا یہ بتائیے یہ نعمتیں آپ کے پاس کیا ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گی یا یہ آپ سے پہلے لوگوں کے پاس تھیں اور ان سے چھن کر آپ کو مل گئیں؟ نعمان نے کہا کہ یہ نعمتیں مجھ سے پہلے لوگوں کے پاس تھیں ان سے مجھے منتقل ہوئیں اور عنقریب مجھ سے بھی زائل ہو جائیں گی، اس حکیم نے کہا کہ پھر تو آپ ایسی چیزوں پر خوش ہو رہے ہیں جن کی لذت آپ سے چلی جائیگی اور حسرت رہ جائیگی، نعمان بولا کہ پھر بچنے کی کیا صورت ہے؟ اس دانا نے کہا کہ یا تو آپ اٹھیں اور اللہ کی اطاعت و بندگی پر کاربند ہو جائیں یا پھر اونی لباس

پہن کر کسی پہاڑ پر جا کر مرتے دَم تک اپنے ربّ کی
عبادت کرتے رہیں۔نعمان نے پوچھا کہ اگر میں ایسا کر
لوں تو مجھے کیا ملے گا؟ اس دانا نے کہا کہ ایسی زندگی ملے
گی جس کے بعد موت نہیں، ایسی جوانی ملے گی جسکے پیچھے
بڑھاپا نہیں ایسی صحت ملے گی جس کے پیچھے بیماری نہیں اور
ایسی بادشاہت ملے گی جو کبھی فنا نہیں ہوگی۔نعمان نے کہا
کہ ایسی صورت میں پھر ان چیزوں میں کیا بھلائی جو فنا ہو
جائیں گی۔ بخدا میں ایسی زندگی طلب، کروں گا جو کبھی ختم نہ
ہو۔ یہ کہہ کر ملک وسلطنت کو خیر باد کہا اور اونی لباس پہن
کر اس دانا شخص کے ساتھ اللہ کی عباد‌ت میں لگ گیا حتی
کہ دونوں اسی حال میں زندگی گزار کر فوت ہوگئے“۔ [1]

نیت کا پھل

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”حضرت ابراہیم بن ادہم رحمتہ اللہ علیہ کو کسی نے خواب
میں دیکھا پوچھا حضرت آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا، فرمایا
کہ خدا تعالی نے مجھے بخش دیا اور نہایت چین میں ہوں مگر
ہمارا پڑوسی ہم سے بھی بڑھ گیا حالانکہ نہ اس نے وہ
مجاہدات کیے جو ہم نے کئے تھے نہ طریق سلوک طے کیا وہ
بیچارہ اہل وعیال والا تھا سوائے ضروریات، واجبات و
فرائض کے کچھ نہ کرتا تھا، دن بھر اہل وعیال کے لیے کسب

---

[1] الکنز المدفون ص:۵۸

معاش کرتا تھا لیکن ہر وقت اس میں رہتا تھا کہ کاش
میرے لیے بھی کبھی وہ دن آئے کہ ابراہیم بن ادہم کی
طرح مطمئن ہو کر اللہ کا نام لوں اور یہ حال ہو ؎

بفراغِ دل زمانے نظرے بماہ روئے
بہ ازانکہ چترِ شاہی ہمہ روز ہائے و ہُوئے

(فراغ قلب سے ایک نظر محبوب کے چہرہ پر ڈالنا شاہی چھتری
سے بہتر ہے کہ سلطنت کی ہائے ہو کا شور ہو) اور یہ حال ہو ؎

چہ خوش است باتو بزمے بنہفتہ ساز کردن
درخانہ بند کردن سرِشیشہ باز کردن

(کیا ہی اچھا ہو کہ تیرے ساتھ تنہائی میں ایک مجلس ہو گھر
کا دروازہ بند کر کے جام کی مہر کھولی جائے)

ساری عمر وہ اسی تمنا میں رہا مگر ایک دن بھی اسے فراغ
نصیب نہ ہوا لیکن آج جو اس کو درجات ملے ہیں ابراہیم
ان کو ترس رہا ہے اور حق تعالی نے اس کی نیت پر نظر فرمائی
گو عمل قلیل تھا مگر اس کا ارادہ تو ہر وقت یہی تھا کہ ذرا
فراغ نصیب ہو تو یوں ذکر کروں۔ اس طرح نمازیں
پڑھوں اور اس طرح مجاہدات کروں بس اس کی یہ نیت
قبول ہوگئی''۔[1]

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے جو واقعہ تحریر فرمایا ہے اس کی تائید اس حدیث شریف سے ہوتی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے ''نِيَةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِهٖ''۔[2] مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر

---

[1] وعظ تقلیل الکلام مشمولہ خطبات حکیم الامت ج: ۲۷ ص: ۴۹۱ [2] احیاء العلوم ج: ۴ ص: ۳۶۶

ہے۔اہل ایمان کو چاہئے کہ جس قدر ہو سکے اعمال صالحہ کے بجالانے کی نیت رکھا کریں تاکہ اگر کسی وجہ سے عمل نہ بھی ہو سکے تو کم از کم نیت پر تو اجر کے مستحق بن سکیں۔الٰہی ہم اپنی بساط کے مطابق اعمال صالحہ بجالانے اور تیری یاد میں زندگی گزارنے کی نیت رکھتے ہیں الٰہی توفیق عطا فرما اور محض اپنے فضل و کرم سے ہم ضعیفوں کو اجر وثواب عطا فرما: آمین۔

ہم ضعیف ہیں

حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مجھے ایک حکایت یاد آئی خواجہ بہاؤالدین نقشبندیؒ کی کہ آپ کی نظر سے یہ حدیث گزری کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو کی روٹی کھاتے تھے اور بغیر چھانے ہوئے، بس یہ طریقہ تھا کہ آٹے میں پھونک مار کر بھوسی اُڑا دی جو رہ گیا اس کی روٹیاں پکالیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں چھاننے کا طریقہ نہ تھا جب آپ نے یہ حدیث دیکھی تو خدام سے فرمایا سنت یہ ہے کہ جو کا آٹا بے چھنا ہو، یہ چھاننا خلاف سنت ہے بس آج سے چھانا نہ جائے چنانچہ آپ کے حکم کے بموجب ایسا ہی کیا گیا اور بے چھنے جو کے آٹے کی روٹی پکائی گئی مگر اس کو جو کھایا تو سب کے پیٹ میں درد ہو گیا۔اب وقت ہے امتحان کا کوئی بے ادب تو یہ کہتا کہ اچھا اتباعِ سنت کیا جس سے یہ تکلیف ہوئی مگر وہ لوگ نہایت مؤدب تھے کہنے لگے کہ درحقیقت ہم نے بے ادبی کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برابری کا دعویٰ کیا کہ ہر عمل میں کمال

حاصل کرنا چاہا، اور ہم نے کامل اتباع سنت کا دعویٰ کیا، ابھی ہم اس قابل نہیں، ہم ضعیف ہیں، ہم کو رُخصت پر عمل کرنا چاہیے، بس آٹا تو جو ہی کا ہو لیکن چھنا ہوا ہو ہم کو حضور ﷺ سے ایک درجہ نیچے رہنا چاہیے، سبحان اللہ کیا احترام ہے، اب مسلمانوں سے یہ بات کم ہوتی چلی جاتی ہے اور یہ تو بہت دقیق ادب تھا، اب تو بہت موٹے موٹے موقع پر استخفاف (خفیف جاننا) کرتے ہیں اور تحقیر کرتے ہیں خلاصہ یہ کہ خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ نے یہ ادب کیا کہ سنت میں کسی طرح کی کمی نہیں نکالی بلکہ خود اپنے اندر ضعف سمجھا"۔[۱]

بڑھاپا:

انسانی زندگی کے تین احوال ہیں۔(۱) بچپن (۲) جوانی (۳) بڑھاپا: اِن کالموں میں اس وقت بڑھاپے کے بارے میں کچھ باتیں عرض کی جائیں گی۔
کتاب وسنت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر انسان کا بڑھاپا اعمال خیر میں گزرے تو یہ نہایت محمود ہے اور اگر خدانخواستہ اعمال بد میں گزرے تو بہت ہی برا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک صاحب نے حضور اکرم ﷺ سے سوال کیا:
اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ؟ بہترین انسان کون ہے فرمایا: مَنْ طَالَ عُمُرُهٗ وَحَسُنَ عَمَلُهٗ جس کی عمر زیادہ ہو اور عمل اچھے ہوں پھر ان صاحب نے سوال کیا: فَاَیُّ النَّاسِ شَرٌّ بدترین انسان کون ہے؟ فرمایا: مَنْ طَالَ عُمُرُهٗ وَسَآءَ عَمَلُهٗ[۲] جس کی عمر زیادہ ہو اور عمل بُرے ہوں۔
احادیثِ مُبارکہ سے مفہوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑھاپے کی بڑی قدر ہے، چنانچہ ایک حدیث میں مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

---

[۱] وعظ اجابۃ الداعی مشمولہ خطبات حکیم الامت ج:۲۱ ص:۳۱ [۲] مسند دارمی و مسند احمد بحوالہ مشکوٰۃ ص:۴۵۰

فرماتے ہیں ”مَا اَکْرَمَ شَابٌّ شَیْخًا مِّنْ اَجْلِ سِنِّہٖ اِلَّا قَیَّضَ اللّٰہُ لَہٗ عِنْدَ سِنِّہٖ مَنْ یُّکْرِمُہٗ“ [1] جو نوجوان کسی بوڑھے شخص کی اس کے بڑھاپے کے سبب تعظیم و تکریم کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بڑھاپے کے وقت کسی ایسے شخص کو متعین کر دیتے ہیں جو اس کی تعظیم و تکریم کرتا ہے۔

ایک حدیث شریف میں آپ کا یہ ارشاد مروی ہے ”اِنَّ مِنْ اِجْلَالِ اللّٰہِ اِکْرَامَ ذِی الشَّیْبَۃِ الْمُسْلِمِ“ [2] الحدیث' بوڑھے مسلمان کی تعظیم و توقیر کرنا اللہ کی تعظیم و توقیر میں داخل ہے۔

ایک حدیث سے مفہوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس سے حیاء اور شرم آتی ہے کہ وہ کسی بوڑھے مسلمان کو عذاب دیں۔ اس سلسلہ میں ایک محدث حضرت یحییٰ بن اکثمؒ (م:۲۴۲ھ) کا واقعہ مشہور ہے تاریخ کے حوالے سے ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

یحییٰ بن اکثمؒ کا واقعہ:

خطیب بغدادی اپنی سند سے رقمطراز ہیں۔

”محمد بن سلم الخواص جو ایک صالح شیخ ہیں بیان کرتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن اکثمؒ کو خواب میں دیکھا تو ان سے پوچھا: مَافَعَلَ اللّٰہُ بِکَ؟ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا اور فرمایا: او گنہگار بوڑھے اگر تیرے بڑھاپے کا خیال نہ ہوتا تو میں تجھے آگ سے جلا ڈالتا، یہ سن کر میری وہ حالت ہوئی جو ایک غلام کی آقا کے سامنے ہوا کرتی ہے جب مجھے افاقہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے پھر فرمایا: او

---

[1] ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ص:۴۲۳ [2] ابوداؤد بحوالہ مشکوٰۃ ص:۴۲۳

گنہگار بوڑھے اگر تیرے بڑھاپے کا خیال نہ ہوتا تو میں تجھے آگ سے جلا ڈالتا، میری پھر وہی حالت ہوئی۔ جب مجھے افاقہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے تیسری مرتبہ پھر وہی ارشاد فرمایا: پھر جب مجھے افاقہ ہوا تو میں نے عرض کیا: میرے مولیٰ کیا مجھے آپکی جانب سے یہ حدیث نہیں پہنچی؟ ارشاد ہوا کیا حدیث پہنچی ہے؟ میں نے عرض کیا:

"حدثنی عبدالرزاق بن همام حدثنا معمر بن راشد عن ابن شهاب الزهری عن انس بن مالک عن نبیک صلی اللہ علیه وسلّم عن جبریل عنک یا عظیم انک قلت: مَاشَابَ لِیْ عَبْدٌ فِی الْإِسْلَامِ شَیْبَةً اِلَّا اسْتَحْیَیْتُ مِنهُ اَنْ اُعَذِّبَهٗ

مجھ سے عبدالرزاقؒ نے کہا ان سے معمرؒ نے کہا ان سے زہریؒ نے کہا انہوں نے حضرت انسؓ سے نقل کیا انہوں نے آپ کے نبی حضرت محمد ﷺ سے نقل کیا اور آپ ﷺ نے جبریل سے نقل کیا، انہوں نے اے عظیم و برتر آپ سے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا: جو شخص اسلام میں بوڑھا ہو مجھے اس سے حیا آتی ہے کہ میں اسے آگ میں عذاب دوں۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"صدق عبدالرزاق، و صدق معمر و صدق الزهری و صدق انس و صدق نبیی، و صدق جبرائیل انا قلت ذالک انطلقوا به الی الجنة"۔[۱]

عبدالرزاقؒ نے بھی سچ کہا، معمرؒ نے بھی سچ کہا، زہریؒ نے بھی سچ کہا، انسؓ نے بھی سچ کہا، میرے نبی (ﷺ) نے بھی سچ کہا جبرائیل نے بھی سچ کہا، واقعی میں نے یہ بات کہی ہے، فرشتو: انہیں (یعنی یحییٰ کو) جنت میں لے جاؤ۔

---

[۱] تاریخ بغداد ج: ۱۴، ص: ۲۰۳

قاضی یحییٰ بن اکثم اپنے زمانہ کے بہت بڑے محدث، فقیہ اور مجتہد تھے امام بخاریؒ وترمذیؒ جیسے کبار محدثین آپ کے شاگرد ہیں، خدا تعالیٰ نے آپ کو ذہانت و فطانت خوب عطا فرمائی تھی اسی بناء پر خلیفہ مامون رشید نے اپنے دورِ خلافت میں آپ کو قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز کیا تھا۔ جس وقت آپ کو بصرہ کا حاکم بنایا گیا تو اس وقت آپ کی عمر تقریباً بیس سال تھی اس کم عمری میں حاکم بنائے جانے پر اہل بصرہ نے آپ کو کمسن سمجھا حتیٰ کہ ایک شخص آپ سے پوچھ ہی بیٹھا کہ آپ کی عمر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: عَتَّاب بن اَسِید سے جن کو نبی کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ کا قاضی بنا کر بھیجا تھا، اور معاذ بن جبلؓ سے جن کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تھا اور کعب بن سور سے جن کو فاروق اعظمؓ نے بصرہ کا قاضی بنا کر بھیجا تھا عمر میں زیادہ ہوں''۔[1]

مامون رشید کے بچوں کے اتالیق ابو العالیۃ الشامی کہتے ہیں کہ:

''جس زمانہ میں یحییٰ بن اکثم قاضی القضاۃ تھے اُن سے ایک شخص ملا اس نے کہا اللہ تعالیٰ قاضی صاحب کا بھلا کرے یہ تو بتلایئے میں کس قدر کھایا کروں؟ آپ نے فرمایا: اتنا کھاؤ کہ بھوک ختم ہو جائے لیکن شکم سیر نہ ہو، اس نے پوچھا کہ کتنا ہنسا کروں؟ آپ نے فرمایا: اتنا ہنسو کہ چہرہ کھل جائے لیکن آواز بلند نہ ہو، اس نے پوچھا کہ کتنا روؤں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے خوف سے رونے میں کبھی نہ اُکتاؤ (جس قدر رو سکتے ہو روؤ) اس نے سوال کیا کہ میں اپنے عمل کو کس قدر چھپاؤں؟ فرمایا مقدور بھر، اس نے پوچھا کہ عمل کو کتنا ظاہر کروں؟ فرمایا: اتنا ظاہر کرو کہ خشکی پر بسنے والے تمہاری اقتدا کرنے لگیں اور تم لوگوں کی نکتہ چینی سے بچے رہو۔ وہ شخص یہ جوابات سن کر بولا سبحان اللہ''۔[2]

---

[1] تاریخ بغداد ج:۱۴، ص: ۱۹۹ [2] ایضاً ج:۱۴، ص: ۲۰۰

قاضی صاحب کی زندگی کا وہ دن انتہائی عظیم دن شمار کیا جاتا ہے جس دن آپ نے مامون رشید سے بات کر کے متعہ کے حلال ہونے کا اعلان رکوایا تھا، خطیب بغدادی نے اپنی سند سے یہ پورا واقعہ ذکر کیا ہے ہم اُن کے حوالے سے یہ واقعہ قارئین کی نذر کرتے ہیں۔ خطیب لکھتے ہیں۔

''محمد بن منصور کا کہنا ہے کہ ہم مامون کے ساتھ شام کے راستے میں تھے کہ مامون کے حکم سے متعہ کے حلال ہونے کا اعلان کیا گیا۔ قاضی یحییٰ بن اکثمؒ نے ہم سے (یعنی محمد بن منصور اور محمد بن ابی داؤد وغیرہ سے) کہا کہ صبح کو تم مامون کے پاس جانا اور اس سے بات کرنے کی کوئی صورت بنے تو بات کرنا ورنہ میرے آنے تک خاموش رہنا، محمد بن منصور کہتے ہیں کہ ہم مامون کے پاس گئے تو وہ مسواک کر رہا تھا اور غصہ میں بھرا یہ کہہ رہا تھا کہ حضور علیہ السلام اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں دو متعے جائز تھے اور میں ان سے روکتا رہا، اے فلاں تو کون ہوتا ہے کہ اس کام کو روکے جسے نبی علیہ السلام اور ابوبکر نے کیا ہو؟ احمد بن ابی داؤد کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن منصور کو اشارہ کیا کہ خاموش رہنا، یہ تو (العیاذ باللہ) حضرت عمرؓ کے بارے میں ایسی باتیں کر رہا ہے ہم اس سے کیا بات کریں، چنانچہ ہم تو خاموش رہے کوئی بات نہیں کی، اتنے میں قاضی یحییٰ آئے اور آکر بیٹھ گئے، انہیں دیکھ کر ہم بھی بیٹھ گئے، مامون نے قاضی صاحب سے پوچھا خیر تو ہے تمہارا چہرہ کچھ بدلا بدلا نظر آرہا ہے؟ قاضی صاحب بولے

امیر المومنین اسلام میں ایک بدعت جاری ہو گئی ہے اس کا غم ہے، مامون نے پوچھا کونسی بدعت جاری ہوئی ہے؟ فرمایا: زنا کے حلال قرار دیے جانے کا اعلان، مامون نے پوچھا زنا کے حلال ہونے کا؟ قاضی صاحب نے کہا کہ ہاں متعہ زنا ہی تو ہے۔ مامون کہنے لگا کہ یہ کیسے کہہ رہے ہو؟ قاضی صاحب بولے اللہ کی کتاب اور رسول اکرم ﷺ کی حدیث کی بنیاد پر کہہ رہا ہوں چنانچہ آپ نے قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ سے لے کر وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ، اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَامَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ، فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ تک آیات مبارکہ تلاوت کیں (جن کا ترجمہ یہ ہے بلاشبہ ان مسلمانوں نے فلاح پائی جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں اور جو لغو و بیکار باتوں سے اعراض کرنے والے ہیں اور جو زکوٰۃ دیا کرتے ہیں اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھنے والے ہیں سوائے اپنی بیویوں اور باندیوں کے کیونکہ ان پر کوئی الزام نہیں ہاں جو ان کے علاوہ اور جگہ شہوت رانی کے طلب گار ہوں ایسے لوگ حد شرعی سے نکلنے والے ہیں۔) ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف دو قسم کی عورتوں سے فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے، (بیوی یا باندی) ان آیات کی تلاوت کے بعد قاضی صاحب نے مامون سے دریافت کیا کہ امیر المومنین یہ بتلایئے جس عورت سے متعہ کیا جائیگا وہ باندی ہوگی؟ مامون نے کہا کہ نہیں،

قاضی صاحب نے کہا کہ پھر وہ بیوی ہوگی جسے شوہر کی وراثت ملتی ہے اور شوہر کو اس کی وراثت ملتی ہے اور جس کا بچہ شوہر سے لاحق کیا جاتا ہے؟ اور ہاں کیا اس کی اور بیوی کی تمام شرائط یکساں ہونگی؟ مامون بولا کہ ایسا تو نہیں ہے، قاضی صاحب نے کہا کہ پھر بیوی اور باندی کو چھوڑ کر متعہ کرنے والا تو صاف عادین (یعنی حد شرعی سے تجاوز کرنے والوں) میں سے ہوا۔ قاضی صاحب مزید بولے کہ امیر المومنین دیکھئے یہ امام زہریؒ ہیں جو اپنی سند سے حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں متعہ کی ممانعت اور اس کی حرمت کا اعلان کر دوں بعد اس کے کہ آپ نے اس کی اجازت دی تھی، محمد بن منصور وغیرہ کہتے ہیں کہ مامون ہماری طرف متوجہ ہو کر پوچھنے لگا کہ زہریؒ کی یہ حدیث محفوظ ہے؟ ہم نے کہا کہ ہاں امیر المومنین یہ محفوظ ہے اس حدیث کو محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے جن میں امام مالکؒ بھی شامل ہیں، مامون بولا استغفر اللہ تم لوگ متعہ کی حرمت کا اعلان کر دو، چنانچہ ان حضرات نے متعہ کی حرمت کا اعلان کیا"۔ [1]

قاضی صاحب کی زندگی میں شروع میں کچھ رنگینیاں بھی تھیں لیکن آخر میں وہ بالکل بدل گئے تھے۔ ۲۴۲ھ میں جب قاضی صاحب حج سے فراغت کے بعد واپس آرہے تھے تو مدینہ طیبہ کے قریب ایک گاؤں ربذہ میں آپ کا انتقال ہوگیا اور وہیں آپ کی تدفین ہوئی۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

---

[1] تاریخ بغداد ج:۱۴، ص: ۱۹۹

محدثِ کامل بننے کی شرائط اور آداب

محدثِ کامل بننے کی شرائط اور آداب کیا ہیں اور اس سلسلہ میں زمانہ سابق میں کن کن مراحل سے گزرنا پڑتا تھا، اس سلسلہ میں علامہ جمال الدین یوسف المِزّیٰ رحمہ اللہ (م:۷۴۲ھ) نے اپنی کتاب میں حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کے حوالہ سے ایک عجیب واقعہ نقل فرمایا ہے جس سے علم حدیث کی اہمیت اور محدث کامل بننے کے آداب و شرائط کا پتہ چلتا ہے۔ ذیل میں وہ واقعہ نذر قارئین کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

علامہ مِزّیٰ رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں۔

''ابو ذر عمار بن محمد بن مَخلَدُ کہتے ہیں: میں نے ابوالمظفر محمد بن احمد بخاریؒ سے سنا آپ نے فرمایا: جب (قاضی) ابوالعباس ولید بن ابراہیم رَیٰ کی[1] قضاء سے معزول ہوئے تو وہ ۳۱۸ھ میں بخاری تشریف لائے اس دوستی اور محبت کی تجدید کے لیے جو ان کے اور ابوالفضل محمد بن عبیداللہ کے مابین تھی، وہ ہمارے پڑوس میں آکر ٹھہرے، مجھے میرے اُستاذ ابوابراہیم اسحاق بن ابراہیم قاضی صاحب کی خدمت میں لے گئے اوران سے عرض کیا: میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ اس بچے کو وہ احادیث سنا دیں جو آپ نے اپنے مشائخ رحمہم اللہ سے سنی ہیں۔ قاضی صاحب بولے۔ مالی سماعٌ، مجھے توسماع حاصل نہیں ہے ابو ابراہیمؒ بولے یہ کیسے ہو سکتا ہے آپ تو فقیہ ہیں۔ اصل بات بتلائیے کیا ہے؟ قاضی صاحب بولے بات یہ ہے کہ جب

---

[1] رَیٰ: کسی زمانہ میں عراقِ عجم کا صدر مقام تھا اور تہران سے جو ایران کا موجودہ دارالسلطنت ہے چند میل کے فاصلہ پر آباد تھا۔

میں جوان ہوا تو مجھے حدیث کی طلب، رجال حدیث کی معرفت، احادیث کی درایت اور احادیث کے سماع کا شوق ہوا چنانچہ میں بخارٰی میں محمد بن اسماعیل بخاریؒ کی خدمت میں چلا آیا۔ جنہوں نے کتاب التاریخ لکھی تھی اور جن کی طرف معرفت حدیث میں نگاہیں اُٹھتی تھیں میں نے انہیں اپنا مقصد بتلایا اور ان سے گزارش کی کہ اس سلسلہ میں میری طرف توجہ فرمائیں، امام بخاریؒ نے فرمایا: بیٹا کسی معاملہ میں بھی اس وقت تک دخل نہ دینا جب تک اس کے حدود کی معرفت اور ان کی مقادیر کی واقفیت حاصل نہ کر لو۔ قاضی صاحب کہتے ہیں میں نے امام بخاریؒ سے عرض کیا کہ جس چیز (علم حدیث) کا میں نے قصد و ارادہ کیا ہے آپ مجھے اس کے حدود بتلا دیجئے اور جس چیز کا میں نے آپ سے سوال کیا ہے اس کی مقادیر بتلا دیجئے، امام بخاریؒ نے فرمایا: لو سُنو،

''ان الرجل لایصیر محدثاً کاملاً فی حدیثہٖ الابعد ان یکتب اربعاً مع اربعٍ کاربعٍ مثل اربعٍ فی اربعٍ عند اربعٍ باربعٍ علٰی اربعٍ عن اربعٍ لِاَربعٍ وکل ھذہ الرباعیات لاتتم الا باربعٍ مع اربعٍ

کوئی شخص بھی محدث کامل نہیں بن سکتا مگر اس کے بعد کہ وہ چار چیزیں لکھے، چار چیزوں کے ساتھ لکھے، چار کی طرح لکھے، چار کے مثل لکھے، چار وقتوں میں لکھے، چار حالتوں میں لکھے، چار مقامات میں لکھے، چار چیزوں پر لکھے، چار سے لے کر لکھے، چار کاموں کے لیے لکھے اور یہ سب رباعیات چار کے ساتھ چار کے بغیر پوری نہیں ہوتیں، پھر جب یہ سب رباعیات پوری ہو جائیں گی

فاذا تمت له كلها هانت عليه اربعٌ وابتلِيَ باربعٍ فاذا صَبَرَ على ذالک اکرمه الله تعالیٰ فی الدنیا باربعٍ وَاَثابهٗ فی الآخرة باربعٍ قال قلتُ لهٗ فَسِّرلِیْ رحمک الله ماذکرتَ من احوال هذه الرباعیات عن قلبٍ صافٍ بشرحٍ کافٍ، و بیانٍ شافٍ طلبًا لِلاَجرِ الوافی، قال نعم، اما الاربعة التی تحتاج الی کِتْبَتِهَا هی اخبارُ الرسول صلّی الله علیه وسلّم وشرائِعُهٗ، والصحابة ومقادیرهم، والتابعین و احوالهم، وسائر العلماء وتواریخهم، مع اسماء رجالها،

....

تو اس کے سامنے چار چیزیں حقیر و بے وقعت ہو جائیں گی اور چار چیزوں میں ـــــ مبتلا ہوگا، جب وہ شخص ان پر صبر کرے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا میں چار چیزوں کے ساتھ اس کا اکرام فرمائیں گے اور آخرت میں چار چیزیں بطور ثواب عطا فرمائیں گے، قاضی صاحب کہتے ہیں میں نے امام بخاریؒ سے عرض کیا: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم و کرم فرمائے، آپ نے جو رباعیات ذکر فرمائی ہیں ان کے احوال کی تشریح بیان فرما دیں، ایسے دل کے ساتھ جو صاف ہو ایسی تشریح کے ساتھ جو کفایت کرنے والی ہواور ایسے بیان کے ساتھ جو شفا بخش ہو، پورے پورے اجر و ثواب کا طالب بن کر۔امام بخاریؒ نے فرمایا:ہاں ہاں بیان کرتا ہوں،وہ چار چیزیں جن کے لکھنے کی تمہیں ضرورت ہے وہ یہ ہیں کہ (۱) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ اور آپ کے احکام (۲)

وَكُنَاهم وَاَمْكِنتُهُمْ وازمنتُهم، كالتحميد مع الخُطَب والدعاء مع الترسل والبسملة مع السور، والتكبير مع الصَلٰوت مثل المُسْنَدَات، والمرسلات، والموقوفات والمقطوعات، فى صغره و فى ادراكه و فى شبابہٖ و فى كهولتہٖ عند شغله وعند فراغہٖ وعندفقره وعندغناه، بالجبال والبحار، والبُلدان والبرارى، على الاحجار، والاصواف والجلود والاكتاف، الى الوقت الذى يمكنه نقلها الى الاوراق عن من هو فوقهٗ و عمن هو مثلهٗ

....

....

صحابۂ کرام اور ان کی تعداد (۳) تابعین اورانکے حالات (۴) بقیہ علماءِ اُمت اور ان کی تواریخ لکھے (۵) ان کے ساتھ ساتھ رجال حدیث کے اسماء (۶) ان کی کنیتیں (۷) انکی جائے سکونت (۸) انکا زمانہ حیات (یعنی سنین ولادت و وفات لکھے)(۹) خطبوں کے ساتھ حمد و ثناء کی طرح (۱۰)تَوَسُّلُ کے ساتھ دعاء کی طرح (۱۱)سورتوں کے ساتھ بسم اللہ کی طرح (۱۲) اور نمازوں کے ساتھ تکبیر کی طرح لکھے، (یعنی جس طرح خطبہ کے ساتھ حمد، دعاء کیساتھ ترسل، سورتوں کے شروع میں بسم اللہ اور نمازوں کے شروع میں تکبیر کا ہونا ضروری ہے اسی طرح رجال حدیث کے نام، ان کی کنیتیں ان کی جائے سکونت اور ان کے زمانۂ حیات کا جاننا اور لکھنا ضروری ہے) (۱۳) پھر مسند (۱۴) مرسل (۱۵) موقوف (۱۶) مقطوع احادیث کے مثل حدیثیں لکھے (۱۷) بچپن میں لکھے (۱۸) لڑکپن میں لکھے (۱۹) جوانی میں لکھے (۲۰)

وعن من هودونه وعن
كتاب ابيه، يتيقن انه
بخط ابيه دون غيره
لوجه الله تعالىٰ طالبًا
لمرضاته، والعمل بما
وافق كتاب الله منها،
ونشر مابين طالبيها
ومُحِبّيْهَا والتأليف فى
احياء ذكر بعده، ثم لا
تتم له هذه الاشياء الا
باربعٍ التى هى من
كسب العبد اعنى
معرفة الكتابة، واللغة،
والصرف، والنحو، مع
اربعٍ هى: من اعطاء الله
عزوجل، اعنى الصحة
والقدرة والحرص والحفظ،
فاذا تمت له هذه
الاشياء هانَ عليه اربعٌ
الاهل، والولد، والمال
والوطن، وابتلى باربعٍ:
....

بڑھاپے میں لکھے (۲۱) مصروفیت کی حالت
میں لکھے (۲۲) فرصت کی حالت میں لکھے
(۲۳) غریبی کی حالت میں لکھے (۲۴) امیری
کی حالت میں لکھے (۲۵) پہاڑوں میں لکھے۔
(۲۶) سمندروں میں لکھے (۲۷) شہروں میں
لکھے (۲۸) جنگلوں میں لکھے (۲۹) پتھروں پر
لکھے (۳۰) اُونوں پر لکھے (۳۱) چمڑوں پر لکھے
(۳۲) شانے (کی ہڈیوں) پر لکھے، تاوقتیکہ
اسے کاغذوں پر لکھنا میسر آجائے، (۳۳)
اپنے سے بڑے سے لے کر لکھے (۳۴) اپنے
برابر والے سے لیکر لکھے (۳۵) اپنے سے کم عمر
والے سے لیکر لکھے (۳۶) اپنے والد کی کتاب
سے لیکر لکھے۔ بشرطیکہ یہ یقین ہو کہ یہ والد ہی
کا خط ہے کسی اور کا نہیں، (۳۷) اللہ تعالیٰ کی
رضا کے لیے لکھے (۳۸) کتاب اللہ کے
موافق حدیثوں پر عمل کے لیے لکھے (۳۹)
احادیث کو ان کے طالبین اور محبین میں
نشر واشاعت کی غرض سے لکھے (۴۰) تالیف
کی غرض سے لکھے تاکہ اس کے بعد اس کا ذکر
زندہ و جاوید رہے، پھر یہ سب اشیاء ان چار
کے بغیر پوری نہیں ہوسکتیں جن کا تعلق بندے
کے کسب سے ہے مراد یہ ہے کہ ....

بشماتة الاعداء وملامة الاصدقاء، وطعن الجهلاء وحَسَد العلماء فاذا صبر علي هذا المحن اكرمه اللّٰه تعالىٰ فی الدنيا باربع: بعز القناعة، وبِهَيْبَةِ النفس، وبِلَذَّة العلم، وبحيوٰة الابد واثابه فی الآخرة باربعٍ: بالشفاعة لمن اراد من اخوانهٗ وبظل العرش حيث لاظل الاظله، وبسقی من اراد حوض نبيه محمّد صلّی اللّٰه عليه وسلّم وبجوار النّبيين فی اعلی علّيين فی الجنة، فقد اعلمتک يا بُنی مجملاً جميع ماكنتُ سمعتُ من مشائخی متفرقا فی هذاالباب، فاقبل الآن علی ماقصدتنی له، ....

(۴۱)فن کتابت (۴۲) لغت (۴۳) صرف (۴۴) اور نحو سے واقف ہو ان چار کے ساتھ چار چیزیں اور ہونی چاہئیں جن کا تعلق اللہ کی عطاء سے ہے یعنی (۴۵) صحت (۴۶) قدرت (۴۷) علم کا شوق (۴۸) اور قوت حافظہ کا ہونا جب اس شخص کے لیے یہ (اڑتالیس) اشیاء پوری ہو جائینگی تو اس کے سامنے چار چیزیں حقیر اور بے وقعت ہو جائیں گی یعنی (۴۹) بیوی (۵۰) بچے(۵۱) مال و دولت(۵۲) وطن، اور چار چیزوں میں مبتلا ہوگا، (۵۳) دشمنوں کی خندہ زنی میں (۵۴) دوستوں کی طرف سے ملامت میں (۵۵) جہلاء کی طرف سے طعنہ زنی میں (۵۶) اور ہم عصر علماء کی طرف سے حسد میں پھر اگر وہ ان سب تکلیفوں پر صبر سے کام لے لے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا میں چار چیزوں سے اس کا اکرام فرمائیں گے (۵۷) قناعت کی عزت سے (۵۸) نفس کی ہیبت سے(۵۹) علم کی لذت سے (۶۰) اور بقائے دوام سے، اور آخرت میں چار چیزیں بطور اجر و ثواب کے عطا فرمائیں گے۔(۶۱) اپنے بھائیوں میں سے جس کی شفاعت کرنا چاہے گا اس کا حق (۶۲) عرش الٰہی کا سایہ جبکہ اس کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا ....

اَوْدَعُ، قال فهالني قوله
وسكتُ متفكرًا، واطرقتُ
نادمًا، فلمارآى ذالک
منی قال: فان لا تطق
احتمال هذه المشاقِ
كلها فعليک بالفقه
الذی يمكنک تعلّمه
وانت فی بيتک قَارٌ
ساكنٌ لاتحتاج الی بُعد
الاسفار ووطی الديار،
وركوب البحار وهو
مع ذاثمرة الحديث،
وليس ثواب الفقيه بدون
ثواب المحدث فی الآخرة،
ولاعزه باقل من
عزّالمحدث، فلما سمعت
ذالک نَقصَ عزمی فی
طلب الحديث واقبلت
علی علم ماامكننی من
....
....
....

(۶۳) حوضِ کوثر سے پانی پلانے کا حق
(۶۴) جنت کے اندر اعلیٰ علیین میں
انبیاء کرام کی رفاقت ،لو بیٹا میں نے
تمہیں وہ تمام باتیں مختصراً بتا دیں جو میں
نے اپنے مشائخ سے اس سلسلہ میں
متفرق طور پر سنی تھیں ،اب تمہاری مرضی
ہے کہ جس کام کا تم نے قصد و ارادہ کیا
ہے اس کی طرف متوجہ ہو یا اسے چھوڑ
دو، قاضی صاحب کہتے ہیں کہ مجھے امام
بخاریؒ کی بات نے گھبراہٹ میں ڈال دیا
اور میں خاموش ہو کر سوچنے لگا اور
ندامت سے سر جھکا لیا، جب امام بخاریؒ
نے میری یہ حالت دیکھی تو فرمایا: اگر تم
میں ان تمام مشقتوں کے جھیلنے کی طاقت
نہیں ہے تو تم اس فقہ کو لازم پکڑ لو جس
کا سیکھنا تمہارے لیے اس صورت میں
بھی ممکن ہے جبکہ تم گھر میں ٹھہرے رہو
اور تمہیں سفروں کی دوری اور شہروں کے
قطع کرنے اور سمندروں میں سواری کی
ضرورت بھی نہ پڑے اور فقہ سہل
الحصول ہونے کے باوجود حدیث ہی کا
ثمرہ ہے اور آخرت میں فقیہ کا ثواب

علمه بتوفیق اللّٰه ومنّه، فلذالک لم یکن عندی ما املیه علٰی هٰذا الصبی یا ابا ابراهیم: فقال ابو ابراهیم: ان هٰذا الحدیث الذی لا یوجد عند احدٍ غیرک خیرٌ من الف حدیث یوجد مع غیرک" [1]

....

محدث کے ثواب سے کم بھی نہیں ہے اور نہ فقیہ کی عزت (کسی درجے میں بھی) محدث کی عزت سے کم ہے، جب میں نے امام بخاریؒ کی یہ بات سنی تو میرا طلب حدیث کا ارادہ کم ہو گیا اور میں اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کے فضل و کرم سے اس علم کی طلب میں لگ گیا جس کا سیکھنا میرے لیے (گھر رہ کر بھی) ممکن تھا اس وجہ سے میرے پاس وہ روایات نہیں ہیں جو میں اس بچے کو املاکراؤں اے ابو ابراہیم۔

ابو ابراہیم نے عرض کیا کہ یہ واقعہ جو آپ کے علاوہ کہیں اور سے نہیں مل سکتا یہ ان ہزار باتوں سے بہتر ہے جو اوروں کے پاس مل سکتی ہیں۔

اس واقعہ سے جہاں علم حدیث کی اہمیت اور کامل محدث بننے کی شرائط اور اس کے آداب معلوم ہوئے وہیں یہ بھی پتہ چلا کہ علم فقہ بھی کچھ کم درجے کا علم نہیں ہے بلکہ وہ حدیث ہی کا ثمرہ ہے اور فقیہ کی عزت وثواب ویسے ہی ہیں جیسے محدث کے۔

امام بخاریؒ کے اس واقعہ سے اُن حضرات کو عبرت حاصل کرنی چاہئے جو فقہ کے خلاف ہیں اور فقہاء کو برا کہتے ہیں۔العیاذ باللہ۔ اللہ ہمیں سمجھ کی توفیق عطا فرمائے۔

---

[1] تہذیب الکمال ج:۲۴،ص:۴۶۱

خلیل اللہ

حضرت ابراھیم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ''خلیل اللہ'' کہا جاتا ہے، جس کا معنی ہے اللہ کے دوست، آپ کو خلیل اللہ کیوں کہا جاتا ہے اس کی اصل وجہ تو اللہ ہی کو معلوم ہے۔ایک وجہ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ (م:۱۰۱۴ھ) نے ایک حدیث شریف کی شرح کے ذیل میں ذکر فرمائی ہے وہ وجہ سبق آموز ہونے کی وجہ سے قابل ذکر ہے اس لیے نذر قارئین کی جاتی ہے۔حضرت ملا علی قاریؒ تحریر فرماتے ہیں۔

''حضرت ابراھیم کو جو خلیل اللہ کہا جاتا ہے اس کی وجہ تسمیہ میں کہا گیا ہے کہ ایک دفعہ ایسے ہوا کہ (کنعان میں) قحط پڑا تو آپ نے مصر میں اپنے ایک خلیل (دوست) کے پاس چند نوجوانوں کو بھیجا کہ وہ اس سے غلہ لے آئیں جب یہ اس کے پاس پہنچے اور مُدَّعٰی بیان کیا تو وہ بولا کہ اگر ابراھیم غلہ اپنی ذات کے لیے طلب کرتے تو میں ضرور دیتا لیکن وہ مہمانوں کے لیے منگوا رہے ہیں، نوجوان اس کی یہ بات سن کر آگے بڑھ گئے اور ایک ایسی جگہ سے گزرے جہاں نرم ریت پڑا تھا اُنہوں نے تھیلوں میں وہ ریت بھر لیا تاکہ خالی ہاتھ جانے کی وجہ سے لوگوں کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے جب یہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کی

خدمت میں پہنچے اور حضرت ابراہیم کو سارا قصہ سنایا تو آپ کو اس سے بڑی تکلیف پہنچی۔ اسی رنج میں آپ تھے کہ آپ کی آنکھ لگ گئی۔ ادھر آپ کی اہلیہ اٹھیں انہوں نے ایک تھیلہ کھولا تو اس میں سے نہایت عمدہ میدہ نکلا، آپ نے اس کی روٹی پکائی، اسی اثناء میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آنکھ کھل گئی، آپ نے روٹی کی خوشبو پائی تو پوچھا، روٹی کہاں سے آئی؟ اہلیہ بولیں آپ کے مصری خلیل (دوست) کے پاس سے، اس پر آپ نے فرمایا: "بَلْ مِنْ عِنْدِ خَلِیْلِیْ اَللّٰہ" نہیں یہ میرے مصری خلیل کے پاس سے نہیں بلکہ میرے اصل خلیل اللہ کے پاس سے آئی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلیل کے نام سے موسوم فرمایا"۔ [1]

اَوَّلِیَّاتْ حضرت ابراہیم علیہ السلام:

ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے جہاں اور بہت سی خصوصیات و امتیازات سے نوازا تھا وہیں ایک شرف یہ بھی بخشا تھا کہ بہت سی چیزوں کی ابتدا آپ سے ہوئی تھی اللہ تعالیٰ کو وہ چیزیں اس قدر پسند آئیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنے والی نسلوں کو ان کا پابند بنا دیا اور ان کی ادائیگی پر اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا۔

علامہ قرطبی مالکی رحمہ اللہ (م:۶۷۱ھ) نے اپنی تفسیر میں وہ چیزیں ذکر فرمائی ہیں آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

موصوف تحریر فرماتے ہیں:

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج: ۱۰ ص: ۱۵۹

"قلت و فی المؤطا وغیرہ عن یحییٰ بن سعید انه سمع سعید بن المسیب یقول: ابراهیم علیه السلام اوّل من اختتن، واوّل من اضاف الضیف، واول من استحد، واول من قلّم الاظفار، واول من قَصَّ الشارب، واول من شاب، فلما رأی الشیب قال: ماهٰذا؟ قال: وقار، قال: یا ربّ زدنی وقارًا، وذکر ابوبکر بن ابی شیبة عن سعید بن ابراهیم عن ابیه قال: اوّل من خطب علی المنابر ابراهیم خلیل اللّٰه، قال غیرہ واول من ثَرَدَالثرید، واوّل من

میں کہتا ہوں کہ مؤطا امام مالک وغیرہ میں یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت سعید بن میبّبؒ کو سنا آپ فرما رہے تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ ہستی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے ختنہ کیا، آپ ہی نے سب سے پہلے مہمان کی مہمان نوازی کی، آپ ہی نے سب سے پہلے موئے زیر ناف صاف کرنے کے لیے اُسترہ استعمال کیا، آپ ہی نے سب سے پہلے ناخن کاٹے، آپ ہی نے سب سے پہلے مونچھیں کاٹیں سب سے پہلے آپ ہی کے سفید بال آئے جب آپ نے بالوں میں سفیدی دیکھی تو جی میں کہنے لگے الٰہی یہ کیا؟ ارشاد ہوا کہ یہ وقار ہے عرض کیا کہ الٰہی میرا وقار بڑھا دیجئے، ابوبکر بن ابی شیبہ نے سعید بن ابراہیم سے روایت کی ہے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: منبر پر خطبہ دینے والی سب سے پہلی شخصیت حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی ہے دیگر بزرگوں کا کہنا ہے کہ سب سے پہلے ثرید آپ ہی نے بنایا، سب سے پہلے تلوار آپ ہی نے چلائی، سب سے پہلے مسواک آپ ہی نے کی،

ضرب بالسیف واوّل من استاک واوّل من استنجی بالماء واوّل من لبس السراویل، وروٰی معاذ بن جبل قال قال النبی ﷺ ان اتخذالمنبر فقد اتخذہ ابی ابراھیم، وان أتخذالعصا فقد اتخذھا ابی ابراھیم ....[1]

سب سے پہلے پانی سے استنجاء آپ ہی نے کیا، سب سے پہلے شلوار آپ ہی نے پہنی، حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں اگر میں منبر بنواتا ہوں تو کیا ہوا میرے جدامجد ابراہیم نے بھی بنوایا تھا اور اگر میں لاٹھی استعمال کرتا ہوں تو کیا ہوا میرے جد امجد ابراہیم نے بھی استعمال کی تھی۔

علامہ قرطبیؒ کی تحریر سے معلوم ہو رہا ہے کی درج ذیل چودہ چیزوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اولیت کا شرف حاصل ہے۔

(۱) ختنہ کرنا (۲) مہمان نوازی کرنا (۳) موئے زیر ناف صاف کرنا (۴) ناخن کاٹنا (۵) مونچھیں کاٹنا (۶) سفید بال آنا (۷) منبر پر خطبہ دینا (۸) ثرید بنانا (۹) تلوار چلانا (۱۰) مسواک کرنا (۱۱) پانی سے استنجاء کرنا (۱۲) شلوار پہننا (۱۳) منبر بنوانا (۱۴) لاٹھی استعمال کرنا۔

یادِ حق میں دنیا سے بے خبری:

''حضرت شیخ احمد عبدالحق'' رودولی کی جامع مسجد میں اول وقت نماز پڑھنے جاتے اور وہاں خود اپنے ہاتھ سے جھاڑو دیتے، چالیس پچاس برس تک اس مسجد میں نماز پڑھی، مگر یہ نہ جانتے تھے کہ جامع مسجد کس طرف ہے جب وہ نماز کے لیے نکلتے تو ان کے خادم شیخ بختیار آگے آگے بلند آواز سے حق حق کہتے جاتے تھے، اور حضرت شیخ احمد عبدالحقؒ اسی آواز کے سہارے راستہ طے کرتے تھے ان کے اس کمال، جمال اور سکرِ حال کے سب ہی لوگ معترف رہے'' [2]

[1] الجامع لاحکام القرآن ج:۲،ص: ۹۸ [2] انوار العیون ص: ۱۷

کس نے ربّ جلیل کو غضب ناک کر دیا؟

''امام اصمعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک اعرابی کے سامنے سورۃ وَالذّٰرِیَاتِ تلاوت کی جب میں اس آیت پر پہنچا ''وَ فِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ'' (اور آسمان میں تمہاری روزی ہے اور جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے) تو وہ بولا کہ بس کر دو۔ اس کے بعد وہ اُٹھا اور اپنی اونٹنی کو ذبح کر کے ہر آنے جانے والے پر اس کا گوشت تقسیم کر دیا، پھر اپنی تلوار اور کمان ہاتھ میں لے کر توڑیں اور چلا گیا، امام اصمعیؒ کہتے ہیں کہ پھر (عرصہ بعد) میری اس سے دورانِ طواف ملاقات ہوئی اس کا جسم کمزور اور رنگ پیلا پڑ چکا تھا اس نے مجھے پہچان کر سلام کیا اور وہی سورت سنانے کی فرمائش کی جب میں اس آیت (وَ فِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ) پر پہنچا تو وہ پکار کر بولا کہ ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا اسے ہم نے برحق پایا، آگے پڑھیے، میں نے جب یہ آیت پڑھی ...... فَوَ رَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ.......... (قسم ہے آسمان و زمین کے رب کی کہ یہ حق ہے) تو وہ اعرابی چیخ کر کہنے لگا سبحان اللہ وہ کون ہے جس نے رب جلیل کو غضب ناک کر دیا حتیٰ کہ اُسے قسم اُٹھانی پڑی اور وہ کون ہے جس نے رب جلیل کی بات کی تصدیق نہیں کی کہ اُسے قسم کھانے پر مجبور ہونا پڑا۔ اس اعرابی نے تین مرتبہ یہ جملے دوہرائے اور اسی کے ساتھ اس کی روح پرواز کر گئی''۔ [1]

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوۃ ج: ۱۰، ص: ۳۳

قابل تعجب چیز؟

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ (م: ۶۰۶ھ) آیت کریمہ وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ.......... اور ہر قسم کے حیوانات اس زمین میں پھیلائے۔(۲:۱۶۴) کے تحت ایک واقعہ تحریر فرماتے ہیں۔

"روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حضور میں کسی نے عرض کیا کہ مجھے بڑا تعجب ہوتا ہے شطرنج پر کہ یہ کیسا عجیب کھیل ہے۔ دیکھنے میں اس کا تختہ صرف ایک ہاتھ کے برابر ہے لیکن انسان اگر اسے ہزار مرتبہ بھی کھیلے تو ایک بازی دوسری بازی کے موافق نہیں پڑے گی۔ فرمایا: اس پر کیا تعجب کیا جائے اس سے زیادہ قابل تعجب چیز تو انسان کا چہرہ ہے کہ دیکھنے میں بالشت کے برابر ہے پھر اللہ نے جو جگہ اس میں ابرو، آنکھ، ناک اور منہ کی بنا دی ہے وہ وُہی رہتی ہے بدلتی نہیں۔ بایں ہمہ ہر فرد بشر دوسرے سے جدا اور ممتاز ہے تم مشرق و مغرب میں بھی دو فرد ایک جیسے نہ دیکھ پاؤ گے"۔ [1]

والدین کے گستاخ کا انجام:

والدین کے گستاخ کو قبر نے قبول کرنے سے انکار کر دیا:

چھ دفعہ قبر کھودی زمین دوبارہ مل جاتی، والدین نے معاف کیا تو ساتویں بار قبر میں جگہ ملی۔

حافظ آباد (اے این این) والدین کے گستاخ کو زمین نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ معلوم ہوا ہے کہ گوجرانوالہ کا

---

[1] تفسیر کبیر ج:۴، ص: ۱۹۹ بذیل آیت ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف اللیل والنہار پ۲ ع۴

رہائشی (ف ر) انتقال کر گیا۔ دفنانے کے لیے جب اسے قبرستان لیجایا گیا تو چھ دفعہ قبر کھودی گئی لیکن اسے دفنانے کے وقت زمین دوبارہ مل جاتی۔ والدین کی طرف سے معاف کرنے کے بعد ساتویں مرتبہ قبر کھودنے پر مرحوم کو زمین نے قبول کر لیا۔ بتایا گیا ہے کہ مرحوم اپنے والدین کو کتیا اور کتّے کے لقب سے پکارتا تھا اور اپنی بیوی کو کہتا تھا کہ کتے اور کتیا کو روٹی کے ٹکڑے پھینک آؤ جنازہ میں شریک لوگوں اور عزیزوں نے مرحوم کے والدین کو اُسے معاف کرنے کے لیے کہا اور جب اس کے والدین نے اسے معاف کیا تب اسے زمین نے قبول کر لیا۔

(روزنامہ نوائے وقت ۶ جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ ۲۶ راگست صفحہ ۱۶ کالم ۷)

ڈاڑھ اور کان کے درد کا علاج:

مُلّا علی قاری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

"وروی ابن ابی شیبة فی مصنفه عن علی موقوفًا من قال عند کل عطسة الحمد لله ربّ العٰلمین علی کل حالٍ مّاکان، لم یجد وجع ضرس ولا اذن ابدًا۔ قال العسقلانی هذا موقوف ورجاله ثقات ومثله لا یقال من قبل الرأی ای فله حکم المرفوع"۔ [1]

امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ نے اپنی مصنف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا، جوشخص چھینک آنے پر یہ دعا پڑھ لے گا "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ عَلٰى كُلِّ حَالٍ مَّا كَانَ" تو اسے کبھی بھی ڈاڑھ اور کان کا درد نہیں ہوگا۔

---

[1] مرقاۃ ج:۹، ص: ۹۸ طبع امدادیہ ملتان

موت کی یاد

حدیث شریف میں آتا ہے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''ایک دفعہ ایک ایسے ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نماز کے لیے باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ آپس میں کسی بات پر کھل کھلا کر ہنس رہے ہیں آپ نے انہیں اس طرح ہنستے دیکھ کر فرمایا: خبردار حقیقت یہ ہے کہ اگر تم لذتوں کو فنا کر دینے والی چیز کا اکثر تذکرہ کرتے رہو تو وہ تم کو اس حالت سے باز رکھے جو حالت میں دیکھ رہا ہوں، وہ (یعنی لذتوں کو فنا کر دینے والی چیز) موت ہے پس تم لذتوں کو فنا کر دینے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو''۔ [1]

اس حدیث کی تشریح میں حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

''ہمارے شیخ عارف باللہ مولانا نور الدین علی متقی رحمہ اللہ (م: ۹۷۵ ھ) تھیلی نما ایک چیز بنوا کر اپنے پاس رکھتے تھے جس پر لفظ ''موت'' لکھا ہوتا تھا جب کوئی شخص ان کا مرید ہوتا تو وہ اس تھیلی کو اس مرید کی گردن میں لٹکا دیتے تھے تاکہ اس کے دل پر ہر وقت یہ احساس طاری رہے کہ موت بالکل قریب ہے دور نہیں اس طرح وہ اپنی آرزوئیں کم کر دے اور زیادہ سے زیادہ عمل کرے۔

ایک نیک و خدا ترس بادشاہ اپنے اعیان سلطنت میں سے کسی ایک کو اس خدمت پر مامور رکھتے تھے کہ وہ ہر وقت ان کے پیچھے کھڑا رہے اور الموت، الموت کہتا رہے تاکہ اس طرح ان کی روحانی بیماری کا علاج ہوتا رہے''۔ [2]

---

[1] ترمذی شریف بحوالہ مشکوٰۃ ص: ۴۵۷ [2] مرقاۃ ج ۱۰، ص: ۸۶

رَزّاق خُدا کی ذات ہے:

''منقول ہے کہ کوّے کا بچہ جب انڈے سے نکلتا ہے تو سفید ہوتا ہے کوّے کو اس کے سفید ہونے کی وجہ سے اس سے کراہت محسوس ہوتی ہے اس بناء پر وہ اسے چھوڑ کر چلا جاتا ہے اور بچہ بھوکا رہ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بچہ کے پاس مکھیاں اور چیونٹیاں بھیجتے رہتے ہیں اور وہ انہیں کھاتا رہتا ہے حتی کہ جب وہ کچھ بڑا ہوتا ہے تو کالا ہو جاتا ہے۔ اسے کالا دیکھ کر کوّا واپس آجاتا ہے اور اسے اپنی آغوش میں لے کر اس کی نگرانی کرنے لگتا ہے۔ اس طرح بلا کسی سعی کے اسے رزق ملتا رہتا ہے''۔ [۱]

ایفاءِ وعدہ (بابت خیر خواہی)

امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ایک حدیث شریف ذکر کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت جریر بن عبداللہ اَلْبَجَلِیُ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر اس بات پر بیعت کی کہ نماز پڑھتا رہوں گا، زکوٰۃ دیتا رہوں گا اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرتا رہوں گا''۔ [۲]

اس حدیث شریف کی شرح میں امام نوویؒ نے امام طبرانیؒ کی سند سے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے دل میں حضور علیہ السلام کی اطاعت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور انہوں نے حضور علیہ السلام سے جو وعدہ کیا تھا اسے دل و جان سے نبھایا تھا۔

---

[۱] مرقاۃ ج:۱۰، ص:۵۰ [۲] مسلم ج:۱، ص۵۵

امام نوویؒ فرماتے ہیں۔

''ایک دفعہ حضرت جریر بن عبداللہؓ نے اپنے غلام کو ایک گھوڑا خرید کر لانے کا حکم دیا۔ وہ غلام تین سو درہم میں گھوڑا خرید لایا، ساتھ ہی رقم دلانے کے لیے گھوڑے کے مالک کو بھی لیتا آیا، حضرت جریرؓ کو مقرر شدہ رقم بتلائی گئی اور گھوڑا بھی پیش کردیا گیا۔آپ نے اندازہ کیا کہ گھوڑے کی قیمت تین سو درہم سے کہیں زیادہ ہے آپ نے گھوڑے کے مالک سے کہا کہ آپ کا یہ گھوڑا تین سو درہم سے زیادہ قیمت کا ہے، کیا آپ چار سو درہم میں فروخت کریں گے؟ اس نے جواب دیا: اے ابو عبداللہ جیسے آپ کا جی چاہے، حضرت جریرؓ نے فرمایا: آپ کے گھوڑے کی قیمت چار سو درہم سے بھی زیادہ ہے، کیا آپ پانچ سو درہم میں فروخت کریں گے؟ اس نے کہا کہ میں تیار ہوں، الغرض حضرت جریرؓ گھوڑے کی قیمت میں سو سو درہم کی زیادتی کرتے چلے گئے اور آٹھ سو درہم میں گھوڑا خریدا اور رقم مالک کے حوالہ کردی، حضرت جریرؓ سے کسی نے پوچھا کہ جب مالک تین سو درہم پر راضی تھا تو آپ نے اسے آٹھ سو درہم دیکر اپنا نقصان کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا: بات یہ ہے کہ گھوڑے کے مالک کو اس کی قیمت کا صحیح اندازہ نہ تھا۔میں بے خیر خواہی کرتے ہوئے اس کو پوری قیمت ادا کی ہے کیونکہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے وعدہ کیا تھا کہ ہمیشہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کرونگا، میں نے اس وعدہ کو پورا کیا ہے'' [۱]

---

[۱] نووی شرح مسلم ج:۱، ص۵۵

اطاعت رسول ﷺ کا جو جذبہ صحابہ کرامؓ میں تھا وہی جذبہ تابعین میں بھی آیا چنانچہ امام عالی مقام حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے تاریخ میں ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں۔ایک دو واقعات نذر قارئین کیے جاتے ہیں۔

''مسعر بن عبدالملک کہتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کپڑے کا کاروبار کرتے تھے، ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ایک شخص ریشمی کپڑا لے کر آیا تاکہ امام صاحب اس سے وہ کپڑا خرید لیں امام صاحبؒ نے اس سے پوچھا کتنے کا دو گے؟ وہ بولا ایک ہزار درہم کا، امام صاحبؒ نے فرمایا اس کی قیمت اس سے زیادہ ہے میں دو ہزار درہم میں خریدتا ہوں وہ بولا ٹھیک ہے امام صاحبؒ نے فرمایا اس کی قیمت اس سے بھی زیادہ ہے میں تین ہزار میں خریدتا ہوں وہ بولا ٹھیک ہے، امام صاحبؒ نے فرمایا اس کی قیمت تو اس سے بھی زیادہ ہے میں چار ہزار میں لیتا ہوں، امام صاحب اسی طرح ہزار بڑھاتے رہے حتیٰ کہ آپ نے اس سے وہ کپڑا آٹھ ہزار درہم میں خریدا''۔ [1]

''امام وکیع بن الجراحؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام ابو حنیفہؒ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک عورت ریشمی کپڑا لے کر آئی اور کہنے لگی کہ یہ کپڑا فروخت کر دیں امام صاحب نے پوچھا کتنے میں؟ وہ بولی سو میں آپ نے فرمایا اس کی قیمت سو سے زیادہ ہے بولو کتنے میں فروخت کرو گی؟ اس نے سو روپے بڑھا دیئے، حتیٰ کہ وہ بڑھاتے بڑھاتے چار سو تک پہنچ گئی، آپ نے فرمایا اس کی قیمت تو اس سے بھی زیادہ ہے وہ بولی کیا آپ مجھ سے مذاق کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کسی شخص کو بلا لو (پتہ چل جائیگا) وہ ایک شخص کو بلا لائی، اس شخص نے وہ کپڑا پانچ سو میں خرید لیا''۔ [2]

---

[1] مناقب موفق ص: ۱۹۷   [2] مناقب موفق ص: ۲۰۰

خلیفۃ المسلمین کے بچوں کی عید

ہر سال عید آتی ہے۔ سب لوگ عید مناتے ہیں منانے کا حق بھی ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے بندوں پر احسان ہے لیکن ایک عید منانا ہمارا ہے اور ایک ہمارے اسلاف کا، ہمارے اسلاف عید کیسے مناتے تھے اس کی ایک جھلک خلیفہ راشد عمر ثانی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے اس واقعہ میں ملاحظہ فرمائیے:

''رمضان کا زمانہ تھا گرمی اپنے شباب پر تھی اور اگلے ہفتے عید آرہی تھی جو مسرتوں اور رنگینیوں کی نوید ہوا کرتی ہے۔ دمشق کے بازاروں میں ہر طرف سجاوٹ اور رونق ہی رونق تھی، عید کی تیاریاں بڑے زور و شور سے جاری تھیں وزراء و اُمراء کی بیگمات بچے، عزیز و اقارب، شہر کے چھوٹے بڑے سب خریداری میں مصروف تھے، ہر چھوٹا بڑا نئی نئی پوشاکیں خرید رہا تھا کہ خلیفۃ المسلمین عمر بن عبدالعزیزؒ کا بچہ محل سرا میں روتا ہوا داخل ہوا۔ ماں اپنے لعل کو روتا ہوا دیکھ کر بے قرار ہو گئی۔ اُٹھایا پیار کیا آنسو پونچھے سینے سے لگایا۔ پھر پوچھا بیٹا کیا بات ہے، تمہیں کس نے رُلایا ہے کیا کسی دوست نے کچھ کہہ دیا؟ بچہ زور زور سے رونے لگا۔ ماں نے بے چین ہو کر بچے کو سینے سے لگا لیا، میرے لعل میں نہ کہتی تھی کہ گرمی اپنے زوروں پر ہے بڑے بڑے بچے بھی روزہ نہیں رکھ رہے ہیں۔ تم نے اپنی کم عمری میں روزہ

رکھنا شروع کر دیا۔شاید تمہیں پیاس لگی ہے بچے نے آنسو
پونچھے اور کہا خدا کی قسم امی جان مجھے پیاس نہیں لگ رہی
ہے۔نہ روزہ لگ رہا ہے ماں نے محبت سے پیار کرتے
ہوئے کہا کہ پھر رونے کا کیا سبب ہے؟ دیکھو اگلے ہفتہ عید
آرہی ہے۔ اپنے بابا کے ساتھ عید گاہ جانا وہاں بڑی رونق
ہوگی۔ بچہ بولا اسی وجہ سے تو میں رو رہا ہوں کہ اگلے ہفتہ
عید ہے۔ میرے سارے دوست جو میرے بابا کے وزیروں
اور ملازموں کے بچے ہیں،نئی نئی زرق برق پوشاکیں پہن کر
عیدگاہ جائیں گے۔آپ کہتی ہیں تمہارے کپڑے میں ہاتھ
سے دھودوں گی، وہی ہاتھ سے دھلے ہوئے کپڑے پہن کر
عیدگاہ جانا۔دیکھئے دوسرے بچے کتنے اچھے عمدہ کپڑے خرید
کر لائے ہیں مجھے تو ابھی سے شرم آرہی ہے۔میں عیدگاہ
نہیں جاؤں گا۔بچہ پھر زور زور سے رونے لگا ماں سمجھ گئی اور
خودبھی اشک بار ہوگئی۔ہاں بیٹا میں سب کچھ منگوادوں گی۔
اب تم سو جاؤ۔

تھوڑی دیر گزری تھی کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ
خلافت کا کام کر کے محل سرا میں داخل ہوئے کپڑے اتار کر
آرام کرنا ہی چاہتے تھے کہ بیوی نے غمگین لہجے میں کہا:
امیر المومنین میری جان آپ پر فدا۔اگلے ہفتہ عید آرہی
ہے۔بچہ نئی پوشاک کے لیے بہت بے چین ہے۔ابھی
روتے روتے سویا ہے۔حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے سر جھکا
کر فرمایا تمہیں تو معلوم ہے کہ مجھے تو صرف سو درہم ماہوار

ملتے ہیں جس میں کھانے پینے کا گزارا اور ایک ملازم کی تنخواہ بڑی مشکل سے پوری ہوتی ہے، کچھ بچے تو کپڑوں کی باری آئے، رہا بیت المال تو وہ صرف غریبوں، فقیروں، یتیموں اور بیواؤں کا حق ہے، میں تو صرف اس کا امین ہوں۔اس کا تو خیال کرنا بھی گناہ ہے۔

بے شک میرے سرتاج: لیکن بچہ تو ناسمجھ ہے، ضد کر رہا ہے۔ دیکھئے نا، بچے کے موٹے موٹے آنسوؤں کے نشان اب تک رخساروں پر موجود ہیں۔حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنی بیوی فاطمہ سے کہا: اگر تمہارے پاس کوئی چیز ہو تو اس کو فروخت کر دو بچوں کی خوشی پوری ہو جائیگی۔فاطمہ نے کہا اے امیرالمومنین میرے تمام زیورات تو آپ نے بیت المال میں جمع کرا دیئے ہیں بلکہ وہ قیمتی ہار جو میرے والد نے یادگار کے طور پر مجھے دیا تھا آپ نے وہ بھی جمع کروا دیا ہے۔اب تو میرے پاس آپ کی محبت اور فرمانبرداری کے سوا کچھ نہیں ہے۔امیرالمومنین نے سر جھکا لیا۔بڑی دیر تک سوچتے رہے۔ ماضی کو دیکھتے رہے اپنا بچپن، جوانی، خوش پوشی اور نفاست یاد آنے لگی۔اور وہ زمانہ یاد آیا کہ جو لباس ایک مرتبہ پہن لیا وہ دوبارہ زیبِ تن نہیں کیا، جس راستے سے گزر جاتے وہ راستے گھنٹوں خوشبوؤں سے مہکتے رہتے۔ ایک عبا نہیں، سینکڑوں عبائیں پڑی رہتی تھیں، سوچتے سوچتے آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ فاطمہ اپنے ہردلعزیز شوہر کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر بے قرار ہو گئیں۔کہا امیرالمومنین

مجھے معاف کر دیجئے گا۔ وہ بولے۔ نہیں فاطمہ مجھے اپنا بچپن یاد آ گیا تھا پھر بیت المال کے داروغہ کے پاس ایک خط لکھا۔ ملازم کو خط دیا اور کہا کہ ابھی یہ خط داروغہ کے پاس لے جاؤ جو وہ تمہیں دیں احتیاط سے لانا، خط میں لکھا کہ مجھے ایک ماہ کی تنخواہ پیشگی بھیج دیں۔ تھوڑی دیر بعد ملازم خالی ہاتھ آ گیا۔ فاطمہ کا دل دھک سے ہو گیا۔ ملازم خط کے جواب میں ایک خط لایا جس میں لکھا تھا۔ اے خلیفۃ المسلمین آپ کے حکم کی تعمیل سر آنکھوں پر، لیکن کیا آپ کو معلوم ہے...... اور یہ آپ کو یقین ہے کہ آپ ایک ماہ تک زندہ رہ سکتے ہیں اور جب یہ یقین نہیں تو پھر غریبوں، یتیموں اور بیواؤں کے مال کا حق کیوں پیشگی اپنی گردن پر رکھتے ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جواب پڑھ کر بے چین ہو گئے۔ آنکھوں میں آنسو آ گئے اور بے ساختہ فرمایا۔ اے داروغہ تم نے مجھے ہلاکت سے بچا لیا۔

اگلے ہفتہ عید اپنی پوری رعنائی کے ساتھ آئی، دمشق کے بازاروں اور اُمراء کے محلات کی رنگینیاں عروج پر تھیں، ہر طرف رونق، ہر طرف رنگینی ہر شخص زرق برق اور قیمتی لباس میں عیدگاہ جا رہا ہے۔ لیکن فلک نے دیکھا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اپنے بچوں کا ہاتھ پکڑ کر ہاتھ کے دھلے ہوئے پرانے کپڑے زیب تن کیے عیدگاہ کی طرف جا رہے تھے۔ بچوں کے چہرے آفتاب و ماہتاب کی طرح چمک رہے تھے۔ کیونکہ آج ان کی نظر فانی دُنیا کی وقتی خوشی پر

نہیں بلکہ جنت کی ابدی حسرت و تمنّا کے احساس نے اُنہیں سرشار کر دیا تھا"۔ [1]

جنگ کی تمنا نہیں کرنی چاہئے

عن عبداللہ بن ابی اوفٰی اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَيَّامِهِ الَّتِيْ لَقِيَ فِيْهَا الْعَدُوَّ اِنْتَظَرَ حَتّٰى مَالَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ قَامَ النَّاسَ فَقَالَ يٰاَيُّهَا النَّاسُ: لَاتَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَاسْأَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ فَاِذَا لَقِيْتُمْ فَاصْبِرُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ وَمُجْرِيَ السَّحَابِ وَهَازِمَ الْاَحْزَابِ اِهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ [2]

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ان دنوں میں سے ایک دن جن دنوں آپ دشمن کے مقابلہ پر تھے (یعنی جہاد کے موقع پر میدان جنگ میں تھے جنگ شروع کرنے کے لیے) سورج ڈھلنے تک کا انتظار فرماتے رہے (پھر جب سورج ڈھل گیا) تو آپ لوگوں کے سامنے خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا: لوگو تم اپنے دشمن سے مقابلہ (یعنی جنگ کی) آرزو نہ کرو، بلکہ اللہ تعالیٰ سے امن و عافیت کے طالب رہو ہاں اگر دشمن سے تمہارا مقابلہ ہو ہی جائے تو (پھر پوری بہادری کے ساتھ ڈٹ جاؤ اور) صبر و استقامت سے کام لو، اور اس بات کو جان لو کہ جنت تلواروں کے سایہ کے نیچے ہے، اس کے بعد آپ نے یہ دُعاء فرمائی "اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ وَمُجْرِيَ السَّحَابِ وَهَازِمَ الْاَحْزَابِ اِهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ" اے اللہ کتاب کو نازل فرمانے والے بادلوں

[1] تعمیر حیات لکھنؤ ۲۵؍اکتوبر ۱۹۹۹ء۔ [2] بخاری و مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص: ۳۴۱

کو چلانے والے اور کفار کی جماعت کو شکست دینے والے ان دشمنوں کو شکست دے اور ہم کو ان پر فتح عطا فرما۔

''عموریہ'' کی فتح:

''عموریہ'' روم کا سب سے مضبوط اور ناقابل تسخیر شہر تھا، مشہور عباسی خلیفہ معتصم باللہ نے اسے فتح کیا تھا اسے فتح کرنے کا کیا سبب بنا؟ یہ تاریخ کا ایک عجیب عبرت انگیز واقعہ ہے، قارئین کے ملاحظہ کے لیے پیش کیا جاتا ہے۔

''عباسی خلیفہ معتصم باللہ سامرا میں اپنی مسند خلافت پر جلوہ افروز ہے اردگرد مصاحبین بیٹھے ہوئے ہیں، خلیفہ اپنے نُدَماء ومصاحبین سے محو گفتگو ہے، اچانک ایک آدمی دربار میں آیا، سب کی نگاہیں اس کی طرف متوجہ ہوگئیں، اس نے بتایا کہ میں روم سے آ رہا ہوں، خلیفہ نے وہاں کے حالات معلوم کیے، اس نے کہا کہ حالات وہاں کے سب ٹھیک ہیں، البتہ وہاں ایک چھوٹا سا واقعہ یہ پیش آیا کہ میں ایک دن روم کے شہر عموریہ کے بازار میں تھا میں نے دیکھا کہ ایک عرب خاتون ایک رومی سے کسی سامان کے متعلق سودا کر رہی ہے، یکا یک دونوں میں کچھ تلخی پیدا ہوئی، اس رومی نے اس خاتون کے اِتنی زور سے طمانچہ مارا کہ اس کے کئی دانت ٹوٹ کر زمین پر گر پڑے، اس عورت کی زبان سے بے ساختہ نکلا: وامعتصماہ! (ہائے معتصم میری مدد کرو)، اس پر اس آدمی نے کہا: بلا اپنے خلیفہ کو دیکھیں وہ تیری مدد کرتا ہے؟ صرف یہ معمولی سا واقعہ پیش آیا، اور کوئی قابل ذکر بات نہیں۔

یہ واقعہ سنتے ہی خلیفہ غصے سے آگ بگولا ہو گیا، اس کی آنکھوں میں خون اُتر آیا، اپنی مسند پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہا: **لبیک ایتھا المرأة المسلمة!** (اے مسلم خاتون میں تیری مدد کے لیے حاضر ہوں) اسی وقت خلیفہ لشکر لے کر روانہ ہو گیا اور روم پہنچ کر شہر عموریہ پر حملہ کر دیا، خلیفہ نے اس ناقابل تسخیر شہر کو فتح کر کے اس ظالم کو گرفتار کر لیا اور اس مسلم خاتون کو انصاف دلایا"۔ [۱]

اَلْعَارِیَةُ مَوَدَّاةٌ:-

مذکورہ عنوان ایک حدیث شریف کا ٹکڑا ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے۔

> حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا "اَلْعَارِیَةُ مَوَدَّاةٌ وَالزَّعِیْمُ غَارِمٌ وَالدَّیْنُ مَقْضِیٌّ [۲] مستعار لی ہوئی چیز واپس کی جائے، ضامن ضمانت پوری کرنے میں مجبور ہے اور قرض کو ادا کیا جائے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہو رہا ہے کہ کسی سے عاریۃً لی ہوئی چیز کا واپس کرنا ضروری ہے افسوس کہ لوگ اس سے غافل ہو گئے ہیں کسی سے لی ہوئی چیز واپس کرنے کا ذرا اہتمام نہیں کرتے اس کے برعکس ہمارے اسلاف کا کیا حال تھا اور وہ اس کا کس قدر اہتمام کرتے تھے ذیل کے واقعہ سے اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

---

[۱] ندائے شاہی: ج:۱۳، ش:۱۱، ص:۸

[۲] ترمذی جلد:۱، ص: ۲۳۹

''حسن بن عرفہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے فرمایا: ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ملک شام میں میں نے ایک صاحب سے قلم عاریۃً لیا، دینا یاد نہ رہا اور میں مرو (ایران) چلا آیا۔ یہاں پہنچ کر دیکھا تو قلم میرے پاس تھا، ابو علی (حسن بن عرفہ)! میں واپس ملک شام گیا اور جا کر اُن صاحب کا قلم واپس کیا''۔[۱]

اتباعِ سُنّت کی اہمیت:

''حضرت محبوب سبحانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک بزرگ چشتیہ حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ مجھ کو کئی سال نسبتِ حق میں قبض تھا، آپ کے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قبض کی شکایت کی تو حضرت خواجہ کی توجہ و دعاء سے میری حالتِ قبض بسط سے بدل گئی۔ آپ بھی کچھ توجہ فرمائیں کیونکہ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے تمام خلفاء اور مریدین کو آپ کے حوالے کر دیا ہے، حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ میرے پاس تو اتباع سنت کے سوا کچھ بھی نہیں۔ یہ سنتے ہی ان بزرگ پر حال طاری ہوا اور کثرتِ نسبت اور قوت باطنی کے اثرات سے سرہند شریف کی زمین جنبش کرنے لگی، حضرت امام ربانی نے ایک خادم سے فرمایا کہ طاق میں سے مسواک اُٹھالاؤ۔ آپ نے مسواک کو زمین پر ٹیک دیا، اسی وقت زمین ساکن ہو گئی اور ان بزرگ کی کیفیت جذبی بھی جاتی رہی، اس کے بعد آپ

---

[۱] تاریخ بغداد ج: ۱۰ص: ۱۶۷

نے ان بزرگ سے فرمایا کہ تمہاری کرامت سے زمینِ سرہند جنبش میں آگئی اور اگر فقیر دُعاء کرے تو انشاء اللہ سرہند شریف کے مردے زندہ ہو جائیں لیکن میں تمہاری اس کرامت (جنبشِ زمین) سے اور اپنی اس کرامت سے کہ دعا سے سرہند شریف کے تمام مردے زندہ ہو جائیں۔ اثناء وضوء میں بطریق سنت مسواک کرنا بدرجہا افضل جانتا ہوں''۔ [1]

حَصِّنُوْا اَمْوَالَکُمْ بِالزَّکٰوۃِ:

مذکورہ بالا عنوان ایک حدیث شریف کا حصہ ہے جو درج ذیل ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

''حَصِّنُوْا اَمْوَالَکُمْ بِالزَّکٰوۃِ وَدَاوُوْا اَمْرَضَاکُمْ بِالصَّدَقَۃِ وَاَعِدُّوْا لِلْبَلَاءِ الدُّعَاءَ'' [2]

اپنے مالوں کی قلعہ بندی (اور حفاظت) کرو زکوٰۃ کے ذریعہ اور اپنے مریضوں کا علاج کرو صدقہ و خیرات کے ذریعہ اور بلاؤں کے دفعیہ کے لیے دعاء کا ہتھیار تیار کرو۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہو رہا ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنے سے مال کی حفاظت ہوتی ہے، یہ امر واقعہ ہے، دسیوں واقعات ایسے سننے میں آتے ہیں کہ فلاں کے ہاں چوری ہوگئی لیکن فلاں کا مال بچ گیا تحقیق کی تو پتہ چلا کہ وہ پابندی سے زکوٰۃ ادا کرتا تھا۔ زکوٰۃ کی ادائیگی سے مال و متاع کی حفاظت کا ایک حیرت انگیز واقعہ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ نے اپنی آپ بیتی میں ذکر کیا ہے۔

---

[1] دیباچہ درلا ثانی شاہ محمد ہدایت علی جے پوری ج:۳، ص:۶، ۷ [2] مجمع الزوائد ج:۳، ص:۶۳

حضرت فرماتے ہیں:

’’میں نے اپنے بچپن میں اپنے والد صاحب سے اور دوسرے لوگوں سے بھی یہ قصہ سنا کہ ضلع سہارنپور میں ’’بہٹ‘‘ سے آگے انگریزوں کی کچھ کوٹھیاں تھیں، اس کے قرب و جوار میں بہت سی کوٹھیاں کاروباری تھیں جن میں ان انگریزوں کے کاروبار ہوتے تھے اور ان کے مسلمان ملازم کام کیا کرتے تھے اور وہ انگریز دہلی، کلکتہ وغیرہ بڑے شہروں میں رہتے تھے، کبھی کبھی معائنہ کے طور پر آکر اپنے کاروبار کو دیکھ جاتے تھے، ایک دفعہ اس جنگل میں آگ لگی اور قریب قریب ساری کوٹھیاں جل گئیں، ایک کوٹھی کا ملازم اپنے انگریز آقا کے پاس دہلی بھاگا ہوا گیا اور جا کر واقعہ سنایا کہ ’’حضور، سب کی کوٹھیاں جل گئیں، آپ کی بھی جل گئی‘‘ وہ انگریز کچھ لکھ رہا تھا نہایت اطمینان سے لکھتا رہا، اس نے التفات بھی نہیں کیا۔ ملازم نے دوبارہ زور سے کہا کہ ’’حضور سب جل گیا‘‘ اس نے دوسری دفعہ بھی لاپرواہی سے جواب دے دیا کہ میری کوٹھی نہیں جلی اور بے فکر لکھتا رہا، ملازم نے جب تیسری دفعہ کہا تو انگریز نے کہا کہ ’’میں مسلمانوں کے طریقہ پر زکوٰۃ ادا کرتا ہوں اس لیے میرے مال کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا‘‘ وہ ملازم تو جواب دہی کے خوف کے مارے بھاگا ہوا گیا تھا کہ صاحب کہیں گے کہ ہمیں خبر بھی نہیں کی وہ انگریز کے اس لاپرواہی سے جواب سن کر واپس آگیا، آکر دیکھا تو واقع میں سب کوٹھیاں جل چکی تھیں مگر اس انگریز کی کوٹھی باقی تھی‘‘۔ [1]

---

[1] آپ بیتی ج:۱، ص:۸۸

چار بیماریوں سے حفاظت کی دُعاء

آج کل جس تیزی سے بیماریاں پھیل رہی ہیں کسی سے مخفی نہیں۔ایسی صورت حال میں ہمارے لیے ضروری ہے کہ ان دعاؤں کا اہتمام کریں جو احادیث مبارکہ میں مختلف بیماریوں سے حفاظت کے لیے وارد ہوئی ہیں۔ذیل میں ایک مختصر دعاء درج کی جا رہی ہے جو چار مہلک بیماریوں سے بچاتی ہے:

(۱) جذام (کوڑھ، اور ایسی بیماری جس میں اعضاء جسم گل سڑ کر الگ ہونے لگتے ہیں)

(۲) جنون (پاگل پن جس کا عمومی سبب ڈپریشن اور ٹینشن ہے)

(۳) عمیٰ (اندھا ہو جانا)

(۴) فالج

حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک ایک بڑے میاں تشریف لائے جنہیں قبیصہ کہا جاتا تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم نے آنے کی کیوں تکلیف کی جبکہ تمہاری عمر بڑی ہو گئی ہے اور تمہاری ہڈیاں چورہ ہوگئی ہیں؟ بڑے میاں بولے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عمر بڑی ہوگئی ہے، میری ہڈیاں چورہ ہوگئی ہیں، میری ہمت کمزور ہو چکی ہے اور میری موت کا وقت قریب آچکا ہے۔حضور علیہ السلام نے فرمایا ذرا پھر کہنا کیا کہا؟انہوں نے دوبارہ وہی بات عرض کی،حضور علیہ السلام نے فرمایا تمہاری اس بات کی وجہ سے آس پاس کے سب شجر و حجر رو

دیئے ہیں۔ اپنی ضرورت پیش کرو تمہارے حق کی ادائیگی ضروری ہو چکی ہے، وہ بولے یا رسول اللہ ﷺ مجھے کوئی ایسی دعاء تعلیم فرما دیں جس کی بدولت اللہ تعالیٰ مجھے دنیا و آخرت دونوں میں نفع عطا فرمائیں، دعاء زیادہ لمبی نہ بتلائیں کہ میں بوڑھا آدمی ہوں مجھے کچھ یاد نہیں رہتا۔

فرمایا: تمہارے دنیاوی نفع کے لیے یہ مختصر عمل ہے کہ جب تم صبح فجر کی نماز سے فارغ ہو جاؤ تو تین مرتبہ یہ کلمات کہہ لیا کرو۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِهٖ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه۔ ان کلمات کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہیں چار بیماریوں سے بچائیں گے۔ (۱) جذام (۲) جنون (۳) عمیٰ (۴) فالج [۱]

ہمیشہ باوضو رہنے کی فضیلت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: یَااَنَسُ اِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَكُوْنَ اَبَدًا عَلٰی وُضُوْءٍ فَافْعَلْ انس اگر تم سے ہو سکے کہ ہمیشہ باوضوء رہو تو ایسا کرلو۔ فَاِنَّ مَلَکَ الْمَوْتِ اِذَا قَبَضَ رُوْحَ الْعَبْدِوَهُوَ عَلٰی وُضُوْءٍ كَتَبَ لَهٗ شَهَادَةً کیونکہ ملک الموت جب کسی ایسے بندہ کی روح قبض کرتے ہیں جو باوضو ہو تو اس بندہ کی موت شہادت کی موت لکھی جاتی ہے''۔ [۲]

کنز العمال میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث نقل کی گئی ہے جس میں ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ سے بہت سے

[۱] عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی مع تحقیق شیخ کوثر ص: ۱۱۷ [۲] التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ ص: ۲۲۵

خواہشات کا اظہار کیا اور پوچھا کہ میں ایسا ایسا کیوں کر بن سکتا ہوں ان میں ایک سوال یہ بھی تھا "اُحِبُّ اَنْ یُّوَسَّعَ عَلَیَّ فِی الرِّزْقِ قَالَ دُمْ عَلَی الطَّھَارَۃِ یُوَسَّعْ عَلَیْکَ فِی الرِّزْقِ" میں چاہتا ہوں مجھ پر رزق میں کشائش کر دی جائے ، فرمایا: ہمیشہ وضوء سے رہو رزق میں کشائش کر دی جائے گی۔

ایک نوجوان کے بدن سے ہر وقت خوشبو مہکنا:

حضرت علامہ عبداللہ بن اسعد یافعیؒ (م: ۷۶۸) نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "الترغیب و الترھیب" ہے اس میں انہوں نے بہت سے عجیب واقعات درج فرمائے ہیں۔ ذیل میں ایک سبق آموز اور عبرت انگیز واقعہ درج کیا جاتا ہے۔

امام یافعی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"ایک نوجوان سے ہمیشہ مشک وعنبر کی خوشبو مہکتی تھی اس کے کسی متعلق نے اس سے کہا کہ آپ ہمیشہ اتنی عمدہ ترین خوشبو میں معطر رہتے ہیں اس میں کتنا پیسہ بلاوجہ خرچ کرتے رہتے ہیں۔ اس پر جوان نے جواب دیا بخدا میں نے زندگی میں نہ کوئی خوشبو خریدی اور نہ ہی کوئی خوشبو لگائی۔ سائل نے کہا تو پھر یہ خوشبو کہاں سے اور کیسے؟ جوان نے کہا کہ یہ ایک راز ہے جو بتلانے کا نہیں۔ سائل نے کہا کہ آپ بتلا دیجئے شاید اس سے ہم کو فائدہ ہو۔

جوان نے اپنا واقعہ سنایا کہ میں اپنی جوانی کے زمانہ میں ایک خوبرو جوان تھا میرے باپ تاجر تھے، گھریلو سامان فروخت کیا کرتے تھے میں ان کے ساتھ دکان میں بیٹھتا

تھا، ایک دفعہ ایک بوڑھی عورت نے آکر کچھ سامان خریدا اور والد صاحب سے کہا کہ آپ اپنے لڑکے کو میرے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ میں اس کے ہاتھ سامان کی قیمت بھیج دوں۔ میں اس بوڑھی عورت کے ساتھ گیا اور ایک نہایت خوبصورت گھر میں پہنچا اس میں ایک نہایت خوبصورت کمرے میں مسہری پر ایک نہایت خوبصورت لڑکی موجود تھی وہ مجھے دیکھتے ہی میری طرف متوجہ ہوئی اور مجھے برائی کی دعوت دی۔ میں نے اس کی خواہش پوری کرنے سے انکار کیا تو اس نے مجھے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ اللہ پاک نے (برائی سے بچنے کے لیے) میرے دل میں ایک بات ڈال دی چنانچہ میں نے اس سے کہا کہ مجھے قضاء حاجت کے لیے بیت الخلاء جانے کی ضرورت ہے۔ اس نے فوراً اپنی باندیوں اور خادموں سے کہا کہ جلدی سے بیت الخلاء ان کے لیے صاف کر دو۔ میں نے بیت الخلاء میں داخل ہو کر اجابت کر کے نجاست کو اپنے بدن اور کپڑوں پر مل لیا اور اسی حالت میں باہر آیا۔ جب اس نے مجھے اس حالت میں دیکھا تو کہا کہ اسے فوراً یہاں سے باہر نکال دو یہ مجنون ہے۔ میرے پاس ایک درہم تھا میں نے اس سے ایک صابون خرید کر نہر میں جا کر غسل کیا اور کپڑے دھو کر پہن لیے۔ میں نے یہ راز کسی کو بتلایا نہیں جب میں رات کو سویا تو خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ نے آکر مجھ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم کو جنت کی بشارت ہے اور

معصیت سے بچنے کے لیے جو تدبیر تم نے اختیار کی تھی اس کے بدلہ میں تم کو یہ خوشبو پیش کی جا رہی ہے چنانچہ میرے پورے بدن پر وہ خوشبو لگائی گئی جو میرے بدن اور کپڑوں سے ہر وقت مہکتی رہتی ہے جو آج تک لوگ محسوس کرتے ہیں والحمدللہ ربّ العالمین''۔ [1]

اللہ تعالیٰ صورتوں کو نہیں دلوں کو دیکھتے ہیں:

ایک حدیث شریف میں آتا ہے حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

''اِنَّ اللّٰهَ لاَ یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ''[2] اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مال و دولت کو نہیں دیکھتے اللہ تعالیٰ تو تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتے ہیں۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں قدر دلوں اور عملوں کی ہے حسن و جمال اور مال و دولت کی نہیں۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ بہت سے حسن و جمال والے اور بہت سے مال و دولت والے جو خدا کے نافرمان تھے وہ راندۂ درگاہ ہو گئے اور بہت سے بدصورت و بدشکل جن کے پلّے کچھ بھی نہیں تھا وہ مقبولِ بارگاہ الٰہی ہو گئے۔ ذیل میں ایک صحابی کا واقعہ درج کیا جا رہا ہے جس سے اس حقیقت کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ واقعہ علامہ ابن الاثیر نے اپنی کتاب اسد الغابۃ میں ذکر کیا ہے ملاحظہ فرمائیے:

''حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد اسودؓ نے حضور ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا میرا کالا پن اور بدصورتی مجھے جنت میں داخل ہونے سے

---

[1] الترغیب والترہیب للامام الیافعیؒ ص: ۱۲۵ [2] مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص: ۴۵۴

روک سکتی ہے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم اللہ اور رسول پر ایمان لا چکے ہو اور تقویٰ و پرہیز گاری کا راستہ اختیار کر چکے ہو تو ایسا ہرگز نہیں ہوگا (بلکہ اللہ کے یہاں تمہارا بہت بلند مقام ہوگا)۔ حضرت سعد اسودؓ نے کلمہ پڑھ کر اپنا ایمان ثابت کیا اور حضور ﷺ کے سامنے اپنی پریشانی کا اظہار کیا کہ یا رسول اللہ جو لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور جو آپ کی مجلس میں نہیں آتے دونوں قسم کے لوگوں کے یہاں میں نے اپنی شادی کا پیغام دیا ہے لیکن میری بدصورتی کی وجہ سے کوئی بھی اپنی لڑکی دینے کے لیے تیار نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے ان کے لیے مدینہ منورہ کی سب سے خوبصورت اور سب سے باعزت گھرانے کی پڑھی لکھی سمجھ دار لڑکی منتخب فرمائی اور فرمایا کہ تم عمرو بن وہب ثقفی کے پاس جاؤ ان کی لڑکی جو سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ سمجھدار ہے اس کے ساتھ میں نے تمہارا نکاح کر دیا اور تم جا کر عمرو بن وہب ثقفی کو میرا یہ پیغام سنا دینا کہ اُن کی لڑکی کے ساتھ میں نے تمہارا نکاح کر دیا ہے۔ حضرت سعدؓ نے جا کر لڑکی کے ماں باپ کو اطلاع دی تو ماں باپ نے ان کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور واپس کر دیا۔ جب لڑکی نے یہ منظر دیکھا تو پردہ سے نکل کر بولی، بندۂ خدا واپس آجاؤ اگر اللہ کے نبی نے میرا نکاح تم سے کر دیا ہے تو میں اپنے لیے اس کو پسند کرتی ہوں جس کو اللہ اور اللہ کے رسول نے پسند کیا ہے۔ وہ لڑکی

ماں باپ سے کہنے لگی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے خلاف وحی نازل نہ ہو جائے اللہ اور اس کے رسول کے غضب سے بچیئے۔جب لڑکی کے باپ حضور ﷺ کی مجلس میں گئے تو حضور ﷺ نے پوچھا کہ تم نے میرا بھیجا ہوا آدمی واپس کر دیا؟ انہوں نے شرمندگی کا اظہار کیا اور توبہ کی اور عرض کیا کہ ہم کو شبہ ہوا کہ انہوں نے کہیں جھوٹ نہ کہا ہو ہم تو آپ کے تابع ہیں ہم ان کو اپنی لڑکی دیتے ہیں چنانچہ ماں باپ نے اپنی چہیتی بیٹی کو حضرت سعد اسودؓ کے حوالے کر دیا۔اس کے بعد حضرت سعد اسودؓ اپنی بیوی کے لیے بازار سے کچھ سامان خریدنے کے لیے تشریف لے گئے اسی اثناء میں جنگ کا اعلان ہوا انہوں نے بیوی کے لیے سامان خریدنے کے بجائے اسی پیسہ سے تلوار، نیزہ، گھوڑا وغیرہ جنگی سامان خرید لیا اور جنگ میں جا کر لڑتے لڑتے شہید ہو گئے، حضور ﷺ نے ان کے سر مبارک کو اپنی گود میں لیا اور پھر ان کی تلوار اور گھوڑا وغیرہ ان کی بیوی کے پاس بھیجا، ان کی سسرال والوں کو کہلا بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری لڑکی سے زیادہ خوبصورت لڑکیوں سے آخرت میں ان کی شادی کرا دی ہے۔اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ظاہری خوبصورتی کو نہیں دیکھتا بلکہ اندرونی سیرت اور قلوب کو دیکھتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت سعد اسودؓ کو اعلیٰ مقام عطا فرمایا ہے۔ [1]

---

[1] أسد الغابہ ج:۲،ص: ۲۶۸

ذوقِ عبادت ہوتو ایسا:

’’شیخ محمد عیسیٰ جونپور کے بڑے مشہور بزرگ تھے، شیخ فتح اللہ اودھی سے مرید تھے ان کے والد بزرگوار کا قیام دہلی میں رہتا لیکن امیر تیمور کے حملہ کے زمانہ میں دہلی سے جونپور چلے آئے اس وقت شیخ محمد عیسیٰ کی عمر سات آٹھ سال کی تھی اپنے مرشد کے حکم سے ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی سے بھی مذہبی اور عقلی تعلیم پاتے رہے، ان سے تعلیم پانے کے بعد باطن کے تصفیہ کے لیے پھر مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عبادت میں ایسے مشغول ہوئے کہ کچھ خبر نہ رہی، ان کے کمرے کے سامنے ایک درخت تھا لیکن اس کی ان کو خبر تک نہ تھی، ایک دن ان کی نشست گاہ پر اس درخت کے پتے گرے تو انہوں نے دریافت فرمایا یہ پتے کہاں سے آگئے ہیں۔ لوگوں نے ان کو بتایا کہ اس جگہ درخت بھی ہے، مراقبے کی کثرت سے شیخ محمد عیسیٰ کی ہڈیاں گردن کی ہڈیوں کے ساتھ اُبھر آئی تھیں، ان کی ٹھوڑی سینے تک لٹک آئی تھی، آپ کا مزار جون پور میں ہے‘‘۔ [۱]

استغناء:

’’شیخ میاں قاضی خاں (م: ۹۷۰ھ) ہمایوں کے زمانہ کے ایک بڑے برگزیدہ بزرگ تھے، ظفر آباد میں رہتے تھے،

---

[۱] اخبار الاخیار ص: ۱۸۰ (فارسی)

شیخ حسن طاہر کے مرید اور خلیفہ تھے، تیس سال تک راہ سلوک میں مجاہدہ و ریاضت کرتے رہے، پھر بھی فرماتے کہ تیس سال ریاضت کرنے کے بعد تب کہیں نفس کی مکاریوں کا تھوڑا سا علم حاصل ہوا، اور اس پر صرف یہ معلوم ہو سکا کہ نفس کس طرح ڈاکہ ڈالتا ہے اور اس کی کمین گاہیں کہاں کہاں ہیں، ہمایوں ان کا معتقد ہوگیا تھا اس اعتقاد میں وہ ان کو نذریں دینے کی کوشش کرتا لیکن وہ قبول نہ کرتے ،ایک مرتبہ اس نے ان کے پاس ایک سادہ کاغذ پر اپنی مہریں لگا کر بھیج دیا کہ جتنے مواضع اور جتنی رقمیں چاہیں اپنے لیے اس پر لکھ لیں لیکن انہوں نے کچھ قبول کرنے سے انکار یہ کہہ کر کیا کہ مجھ کو اس کی ضرورت نہیں اور بلاضرورت کسی کا حق مار کر فائدہ اُٹھانا جائز نہیں ، میں نے اپنے پیر سے یہ عہد کیا ہے کہ:

از خدا خواہم واز غیر نخواہم بخدا
کہ نیم بندۂ غیر ونہ خدائے دگراست

شاہی قاصدوں نے ان سے کہا کہ اگر آپ قبول نہیں فرماتے۔ تو اپنے لڑکوں کو دے دیں ان کو ضرورت ہو گی اس کا جواب دیا وہ چاہیں لیں یا نہ لیں میں ان کو کوئی حکم نہیں دیتا، شاہی قاصدوں نے لڑکوں کی طرف رجوع کیا تو وہ بولے بیٹا وہ ہے جو باپ کے نقش قدم پر گامزن رہے"۔ [1]

---

[1] اخبار الاخیار ص: ۲۳۳ (فارسی)

مسلمانوں کے لیے لمحہ فکریہ:

''مسلمانوں کا شیرازہ بکھر چکا ہر ملک میں یہودی بستیاں بسائیں گے، اسرائیل کا اعلان

مسلمان عیاشی کا سمبل بن چکے، وہ فروعی مسائل میں اُلجھے ہوئے ہیں، ان میں حضرت عمرؓ اور صلاح الدین ایوبی والا جذبہ نہیں رہا

فلسطینیوں کو ہمارے تابع رہنا ہوگا، یہودی آج بھی اللہ کی پیاری مخلوق ہے، دنیا بھر میں قدم جما رہے ہیں، ایریل شیرون

مقبوضہ بیت المقدس (ابوسارہ کی خصوصی رپورٹ) اسرائیل کے وزیراعظم ایریل شیرون نے کہا ہے کہ یہودی آج بھی اللہ کی پیاری مخلوق ہے اوراس نے یہودیوں کو دنیا کی ہر نعمت سے نواز رکھا ہے اور آج یہودی دنیا بھر میں پہلے کی طرح اپنے قدم جما رہے ہیں۔ان خیالات کا اظہار انہوں نے یہاں ایک کارنر میٹنگ سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔انہوں نے کہا کہ یہودی ایک متحد قوم ہے اور اپنے مذہب کے تحفظ کے لیے ایک ہے لیکن آج مسلمانوں کا شیرازہ بکھر چکا ہے اب وہ متحد نہیں ہو سکتے اب بیت اول (مسجد اقصیٰ) کو آزاد کرانا ان کے بس میں نہیں وہ اپنے فروعی مسائل میں الجھے ہوئے اورعیاشی میں بری طرح پھنس چکے ہیں کیونکہ اب ان میں حضرت عمرؓ اور صلاح الدین ایوبی والا جذبہ نہیں رہا اب مسلمان عیاشی کا سمبل بن چکے ہیں جب تک یہ عیاشیوں میں رہیں گے ہمارے مفادات کا

تحفظ خود بخود ہوگا۔ایریل شیرون نے کہا کہ فلسطینیوں کو اگر رہنا ہے تو ہمارے تابع ہونا پڑے گا ورنہ ان کو سختی سے کچل دیا جائیگا ہم اپنے شہریوں کو ہر لحاظ سے تحفظ فراہم کرتے ہیں اور فلسطینیوں کی دہشت گردی کو کچلنا ہمارا نصب العین ہونا چاہئے ہمارے شہریوں کا خون رائیگاں نہیں جائیگا۔ انہوں نے کہا کہ اسرائیل میں مزید شہر تعمیر کیے جائینگے اور دنیا کے ہر ملک میں یہودیوں کی بستیاں تعمیر کی جائینگی ان کی تعمیر و ترقی کے لیے فنڈز دیئے جائینگے بھارت میں ہمارا رشتہ پختہ ہے وہاں پر موجود یہودیوں کو تحفظ دینے کے لیے بھارت کے ساتھ مزید معاہدے کیے جائینگے۔ [1]

شادی کے لیے قرض کا شاخسانہ:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو تعلیم ہے کہ وہ شادی بیاہ کے امور جس قدر ہو سکے سادگی سے انجام دیں۔چاہئے تو یہ تھا کہ مسلمان آپ کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے نکاح و بیاہ میں سادگی کا مظاہرہ کرتے لیکن ہو یہ رہا ہے کہ مسلم معاشرہ کا ہر فرد شادی بیاہ کے موقع پر اسراف کا شکار ہے ،اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے اسے جو کچھ کرنا پڑے وہ کرتا ہے، امیروں کی دیکھا دیکھی غریب بھی اسی روش کو اپنائے ہوئے ہے وہ بھی اپنی خوشیوں کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کے لیے اگر اسے بھیک مانگنی پڑے، زکوٰۃ لینی پڑے حتی کہ سودی قرض لینا پڑے تو اس سے بھی گریز نہیں کرتا جس کا نتیجہ بسااوقات بڑا ہی بھیانک نکلتا ہے۔ذیل میں اخبار کے حوالے سے ایک تراشہ دیا جا رہا ہے جس میں ایک غریب آدمی پر شادی کے لیے قرضہ لینے کی وجہ سے جو آفات آئیں ان

---

[1] روزنامہ نوائے وقت ۲۵رجنوری ۲۰۰۲ء ص:۱، کالم:۳

کا تذکرہ ہے، اس خبر سے جہاں غریب کی بے بسی عیاں ہو رہی ہے، وہیں
ارباب حکومت کی بے حسی بھی عیاں ہو رہی ہے اس خبر میں جہاں غریب کے لیے
عبرت ہے وہیں امیر کے لیے سبق بھی ہے کہ وہ ایسے کام نہ کرے کہ غریب اس
کی نقل میں اپنی عزت و آبرو سے بھی جائے لیجئے وہ تراشہ ملاحظہ فرمائیے:

''وڈیرہ مظلوم عورت کو ٹریکٹر سے باندھ کر دو کلو میٹر تک گھسیٹتا
رہا، مرگئی تو پانچ سالہ بچے کو بھی قتل کر کے نعشیں جلا دیں
ڈہرکی میں نومسلم دین محمد اور اس کی بیوی پچیس ہزار کے
عوض وڈیرے کی مشقت کاٹ رہے تھے، وڈیرہ اور اس کے
غنڈے جنسی تشدد کا نشانہ بناتے رہے
ذلت سے تنگ آکر نجی جیل سے فرار ہو کر دوسرے زمیندار
کے پاس پہنچ گئی، ظالم وڈیرہ ٹریکٹر کے پیچھے باندھ کر گھسیٹتا
ہوا واپس لے آیا
نور خاتون دم توڑ گئی، پانچ سالہ بچہ ماں ماں پکارتا آگے
بڑھا تو وڈیرے نے اسے بھی مار ڈالا، دین محمد کا کوئی سراغ
نہ مل سکا، وڈیرہ فرار ہو گیا
ڈہرکی (نامہ نگار) ڈہرکی کے صحرائی علاقے میں ظالم
وڈیرے نے جنسی تشدد سے تنگ آکر نجی جیل سے فرار
ہونیوالی عورت کو ٹریکٹر کے پیچھے باندھ کر گھسیٹ کر ہلاک کر
دیا اور اسکی نعش کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے آگ لگا دی۔ ظالم
وڈیرے نے خاتون کے پانچ سالہ معصوم بیٹے کو بھی گولی مار
کر ہلاک کیا اور اسکی نعش بھی آگ میں پھنکوا دی۔ تفصیل

کے مطابق تھانہ کھینچو کے گاؤں گلشیر مہر میں ایک ہاری دین محمد نے کچھ سال قبل اسلام قبول کر کے بنگالی عورت نور خاتون سے پچیس ہزار روپے کے عوض شادی کی۔ان کے ہاں ایک بیٹا ہوا جس کی عمر پانچ سال ہو گئی۔دین محمد نے شادی کی رقم وڈیرے گلشیر خان مہر سے اُدھار لی تھی۔گلشیر مہر اپنی رقم کے بدلے میں دونوں میاں بیوی سے مشقت لیتا رہا۔اس دوران ظالم وڈیرے نے اس کی نوجوان بیوی کو کئی مرتبہ جنسی تشدد کا نشانہ بنایا جس کی نور خاتون نے اپنے شوہر دین محمد سے شکایت کی جس پر دین محمد اپنی بیوی اور بچے سمیت وہاں سے فرار ہونے لگا تو وڈیرے نے انہیں پکڑ کر اپنی نجی جیل میں ڈال دیا۔نجی جیل میں وحشی وڈیرہ اور اس کے پالتو غنڈے روزانہ نور خاتون کو جنسی تشدد کا نشانہ بناتے رہے جس پر وہ گزشتہ روز موقعہ پا کر ظالم وڈیرے کی نجی جیل سے فرار ہو کر قریبی گاؤں کے ایک اور وڈیرے میر محمد مہر کے پاس پہنچ گئی۔گلشیر کو پتا چلا کہ نور خاتون ایک اور زمیندار کے پاس ہے تو اس نے میر محمد مہر کو عورت واپس کرنے کا کہا اور کہا کہ اگر آپ نور خاتون کو رکھنا چاہتے ہیں تو اس کے چار لاکھ روپے دیدیں لیکن میر محمد مہر نے انکار کر دیا مگر ظالم وڈیرے نے نور خاتون کو اپنے ٹریکٹر کے پیچھے باندھ لیا اور تقریباً دو کلو میٹر دور اپنی نجی جیل تک گھسیٹتا ہوا لے آیا لیکن گھسیٹنے کے دوران ہی نور خاتون کی روح پرواز کر گئی۔ظالم وڈیرے نے اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ نور خان کی

لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کروا کر ایک بوری میں بند کرانے کے بعد آگ لگا دی۔ اسی دوران نور خاتون کا پانچ سالہ بچہ ماں ماں پکارتا آیا وڈیرے نے اسے بھی گولی مار کر ہلاک کر دیا اور اس کی نعش بھی آگ میں پھنکوا دی۔ اس واقعہ کی اطلاع ایس ایس پی ڈاکٹر ولی اللہ دل کو پہنچی تو وہ پولیس کی بھاری جمعیت کے ہمراہ گاؤں پہنچ گئے مگر ظالم وڈیرہ اپنے ساتھیوں سمیت فرار ہو گیا۔ یہ اطلاعات بھی گشت کر رہی ہیں کہ وڈیرے نے نور خاتون اور اس کے بچے کی طرح اس کے شوہر دین محمد کو بھی ہلاک کر دیا ہے''۔ [1]

موت کو آسان کرنے والی تین باتیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

''ثَلٰثٌ مَنْ کُنَّ فِیْهِ یَسَّرَ اللّٰهُ حَتْفَهٗ وَاَدْخَلَهٗ جَنَّتَهٗ رِفْقٌ بِالضَّعِیْفِ، وَشَفْقَةٌ عَلَی الْوَالِدَیْنِ وَاِحْسَانٌ اِلَی الْمَمْلُوْکِ'' [2]

جس شخص میں یہ تین باتیں ہوں گی اللہ تعالیٰ اس پر موت کو آسان فرما دیں گے اور اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے (۱) کمزوروں کے ساتھ نرمی کرنا (۲) ماں باپ پر شفقت کرنا (۳) اپنے مملوک (غلام) پر احسان کرنا۔

اچانک موت سے بچانے والی چیز:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] روزنامہ نوائے وقت ۲۴ رجنوری ۲۰۰۲ء صفحہ آخر کالم: ۶ [2] ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ص: ۲۹۱

"ان الصدقة لتطفیٔ غضب الرب و تدفع مِیتة السوء" [۱]

بلاشبہ صدقہ اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے۔

اس حدیث پاک میں اللہ کے غضب کے ٹھنڈا ہونے سے مراد یہ ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ دنیا میں امن وسکون کے ساتھ رکھتے ہیں اس پر بلائیں نازل نہیں فرماتے، اور بری موت سے بچانے کا مطلب یہ ہے کہ صدقہ کرنے والا مرتے وقت بری حالت سے محفوظ رہتا ہے نہ تو شیطان اسے اپنے وسوسوں میں مبتلا کر پاتا ہے نہ وہ شخص کسی ایسی سخت بیماری اور تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ ضبط کا دامن چھوڑ کر کفر و کفران کی دلدل میں پھنس جائے اور نہ اسے اچانک موت آتی ہے کہ جس کی وجہ سے وہ توبہ سے محروم رہ جائے۔

دس باتوں کی وصیت:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھے دس باتوں کی وصیت فرمائی:

① اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اگرچہ تمہیں جان سے مار ڈالا جائے اور جلا دیا جائے۔

② اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرنا اگرچہ وہ تمہیں حکم دیں کہ اپنے گھر والوں کو اور مال و دولت کو چھوڑ کر نکل جاؤ۔

③ جان بوجھ کر کوئی فرض نماز نہ چھوڑنا کیونکہ جو شخص جان بوجھ کر فرض نماز چھوڑتا ہے اللہ تعالیٰ کا ذمہ اس سے بری ہو جاتا ہے۔

④ شراب ہرگز نہ پینا کیونکہ شراب ہر برائی کی جڑ ہے۔

⑤ اللہ کی نافرمانی اور گناہ سے بچنا کیونکہ گناہ کے سبب اللہ کی ناراضگی اتر آتی ہے

[۱] ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ص: ۱۶۸

⑥ میدان جہاد سے مت بھاگنا اگرچہ تمہارے ساتھ کے سب لوگ مارے جائیں
⑦ جب لوگوں میں موت (وباء کی صورت میں) پھیل جائے۔اور تم۔لوگوں میں موجود ہوتو ثابت قدم رہنا۔
⑧ اپنے اہل وعیال پر اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرتے رہنا۔
⑨ اُن کو ادب سکھانے کی غرض سے اُن سے لاٹھی اٹھا کر مت رکھنا۔
⑩ اُن کو اللہ تعالیٰ کے (احکامات کے) بارہ میں ڈراتے رہنا۔[۱]

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ:

مندرجہ بالا عنوان ایک آیت کریمہ کا حصہ ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے دعوت اِلَی اللہ کا کام کرنے والوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اللہ کے راستے کی دعوت حکمت کے ساتھ دیا کریں تجربہ شاہد ہے کہ بسااوقات حکمت کے ساتھ دی گئی دعوت کا وہ اثر ہوتا ہے جو سالہا سال دی جانیوالی دعوت کا بھی نہیں ہوتا، تاریخ میں ایسے متعدد واقعات موجود ہیں اپنے قارئین کے سامنے ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے ملاحظہ فرمایئے:

حضرت مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن واصف ؒ حضرت مولانا احمد سعید صاحب دہلویؒ کے تذکرہ میں تحریر فرماتے ہیں:

> ’’ایک مرتبہ حضرت مفتی (کفایت اللہ) صاحبؒ کے پاس خبر پہنچی کہ فلاں گاؤں پورا کا پورا مرتد ہو گیا ہے۔حضرت نے مولانا احمد سعید کو حکم دیا کہ فوراً روانہ ہو جاؤ۔مولانا دل کے کمزور تھے ہچکچا رہے تھے۔بہت کچھ حیلے بہانے کیے مگر حضرت کا حکم تھا۔مجبوراً روانہ ہوئے۔گاؤں میں پہنچ کر حالات معلوم کیے اور خاص کر یہ بات دریافت کی کہ آریہ

---

[۱] مسند احمد بحوالہ مشکوٰۃ ص: ۱۸

لوگ آکر ان گاؤں والوں سے کیا کہتے ہیں؟ اور کیونکر بہکاتے ہیں؟ بتایا گیا کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ''تمہارے باپ دادا سب ہندو تھے مسلمانوں نے آکر تم کو زبردستی مسلمان بنایا اور تمہاری چوٹیاں کاٹیں''۔ اب مولانا کا طرز استدلال اور شانِ خطابت ملاحظہ فرمائیے۔آپ نے جلسے کا اعلان کرایا اور کھڑے ہو کر فرمایا:

''آج اس گاؤں میں آکر اور ایک بہادر قوم کے سپوتوں سے مل کر میں بے انتہا خوش ہوا ہوں ملکانہ قوم دنیا کی چند بہادر قوموں میں سے ایک ممتاز قوم ہے۔ یہ قوم ہندوستان کے لیے ریڑھ کی ہڈی ہے تمہارے باپ دادا نے ہمیشہ ہندوستان کی حفاظت کی ہے۔ دشمنوں سے کبھی ہار نہیں مانی ہے اور بھئی، مجھے ان لوگوں پر بڑی حیرت ہوتی ہے جو تمہارے باپ دادوں کو تمہارے منہ پر بزدل اور ڈرپوک کہتے ہیں اور تم جو اُن سورماؤں کی اولاد ہو سنتے ہو اور برا نہیں مانتے۔لوگ تمہیں آکر بہکاتے ہیں کہ تمہارے باپ دادوں کو مسلمانوں نے مار مار کر زبردستی مسلمان بنایا تھا اور اُن کی گردنیں پکڑ پکڑ کر چوٹیاں کاٹ ڈالی تھیں۔کیا واقعی تمہارے باپ دادا ایسے ہی کمزور اور ڈرپوک تھے؟ مجھے یقین نہیں آتا! دیکھو بھئی! یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں، دھوکا دیتے ہیں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ تمہارے باپ دادوں سے کوئی آنکھ بھی نہیں ملا سکتا تھا۔وہ اسلام کو ایک اچھا اور سچا دین سمجھ کر اپنی خوشی سے مسلمان ہوئے تھے۔کیا اب تم

اپنے سچے دین کو چھوڑ کر اپنے باپ دادوں کی روحوں کو
صدمہ نہیں پہنچا رہے ہو؟

تقریر ختم ہونے کے بعد گاؤں کے لوگ ازسرِ نو مسلمان ہو گئے"۔ [۱]

قصہ "وہابی" کا:

لفظ "وہابی" ہندوستانی زبان کی ڈکشنری میں اُنیسویں صدی میں داخل کیا گیا اور اس مذہبی لفظ سے وہ سیاسی مقاصد حاصل کیے گئے جو لاکھوں انسانوں کی قربانی اور اربوں روپے کے خرچ کرنے سے بھی حاصل نہیں ہو سکتے تھے، اس کا مطلب یہ بیان کیا گیا کہ یہ لوگ محمد بن عبدالوہاب کے پیرو ہیں، محمد بن عبدالوہاب کون تھے؟ ان کی پیروی کیوں جرم ہوئی؟ اس کا انتہائی مختصر بیان یہ ہے کہ محمد بن عبدالوہاب نجد کے ایک حنبلی المسلک عالم تھے اور اپنے زمانہ میں ہمہ گیر دعوتِ اصلاح لے کر اٹھے تھے، انکی دعوت میں شدت تھی جس کی وجہ سے کسی قدر جادۂ اعتدال سے ہٹ گئے تھے۔ انہوں نے اتباع سنت کے خیال سے کچھ کام ایسے کیے جو علماء و عوام کے لیے باعث اشتعال بنے اور انہیں اس پر بہت برا کہا گیا اور یہیں سے یہ سلسلہ چل نکلا کہ جو اُن کی دعوتِ اصلاح سے متفق ہوتا اسے وہابی کہہ دیا جاتا، ہندوستان میں انگریزی حکومت نے اس سے خوب فائدہ اُٹھایا اور جو علماء انگریز کی مخالفت کرتے تھے ان پر اپنے چند زرخرید افراد سے وہابیت کا فتوٰی لگوا کر انہیں عوام میں بدنام کرنا شروع کر دیا۔ انگریز پروپیگنڈہ کا استاد ہے لہٰذا اس کا یہ حربہ کامیاب ہوا اور لفظ وہابی ایک مذہبی گالی بن گیا، جس کی عوام میں وقعت ختم کرنی ہو اسے وہابی کہہ دینا کافی ہے اور اس میں یہاں تک غلو ہو گیا کہ مسلم غیر مسلم کی بھی تفریق نہیں رہی، مولانا حفیظ الرحمٰن واصفؒ نے ایک ہندو بنئے پر وہابی کے فتوٰی کا ذکر

---

[۱] مفتی اعظمؒ کی یاد ص: ۱۹۷

بڑے دلچسپ انداز میں کیا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

''اس لفظ کی تاثیر پر مجھے ایک لطیفہ یاد آ گیا۔ بطور جملہ معترضہ کے اس کا ذکر کرنا دلچسپی سے خالی نہیں۔ ایک گاؤں کی مسجد کے امام صاحب ایک ہندو بنیے سے اُدھار سودا لیا کرتے تھے۔ تھوڑا بہت قرضہ ادا بھی کر دیتے تھے۔ جب بقایا زیادہ ہوگئی تو بنیے نے سودا دینا موقوف کر دیا۔ امام جی نے پہلے تو خوشامد کی۔ جب نہیں مانا تو کہا، دیکھو لالہ جی تمہاری دکان کو نقصان پہنچے گا، مسلم اکثریت کا گاؤں تھا۔ اور لالہ جی کے خریدار سب مسلمان ہی تھے۔ امام جی نے نماز کے بعد نمازیوں سے خطاب کیا اور کہا۔ ''دیکھو بھائیو، فلاں لالہ سے سودا ہرگز نہ خریدنا، یہ وہابی ہو گیا ہے'' بس پھر کیا تھا یہ خبر آناً فاناً بجلی کی طرح دوڑ گئی۔ لالہ جی کی دکان پر اُلّو بولنے لگا۔ صبح سے شام تک بیٹھے مکھیاں مارتے رہتے۔ جب کئی دن ہو گئے۔ اس کو بڑا فکر لاحق ہوا۔ تحقیق وجستجو کے بعد اصل بات معلوم ہوئی تو ضروری سامان (آٹا دال وغیرہ) لے کر ملاجی کے پاس آیا اور کہا کہ ملاجی تم جتنا چاہو سامان لے لیا کرو۔ جب ملاجی راضی ہو گئے تو ایک روز نمازیوں سے خطاب کر کے کہا کہ ''دیکھنا بھائیو، وہ لالہ میرے پاس آیا تھا اس نے توبہ کر لی ہے اب اس سے سودا لے لیا کرو۔ لوگ مطمئن ہو گئے اور اس کی دکان پھر چل پڑی''۔ [1]

---

[1] مفتی اعظمؒ کی یاد ص: ۱۹۹

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ:

مذکورہ عنوان ایک حدیث شریف کا ٹکڑا ہے جس میں بتلایا گیا ہے کہ عملوں کا مدار نیتوں پر ہے مطلب یہ ہے کہ عمل کا ثمرہ نیت پر مرتب ہوتا ہے، انسان جس نیت سے عمل کرتا ہے ویسا ہی اس کو اس کا ثمرہ ملتا ہے۔ اچھی نیت ہوتی ہے تو اَجر و ثواب ملتا ہے اور اگر بری نیت ہوتی ہے تو عذاب و عقاب ہوتا ہے۔ کتاب و سنت اور تاریخ میں نیتوں پر مرتب ہونے والے بہت سے عجیب و غریب واقعات ملتے ہیں جو عبرت انگیز ہونے کے ساتھ ساتھ اس حدیث شریف کے مؤید بھی ہیں۔ ذیل میں چند واقعات ذکر کیے جاتے ہیں شاید ہمارے لیے عمل کا باعث بن جائیں۔

ایک بنی اسرائیلی کے صدقہ کرنے کا واقعہ:

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ:

''رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: (ایک مرتبہ بنی اسرائیل میں سے) ایک شخص نے (اپنے جی میں یا اپنے کسی دوست سے) کہا کہ میں (آج رات) خدا کی راہ میں کچھ مال خرچ کروں گا، چنانچہ اس نے (اپنے قصد وارادہ کے مطابق) خیرات کے لیے کچھ مال نکالا (تاکہ کسی مستحق کو دے دے) اور وہ مال اس نے ایک چور کے ہاتھ میں دیدیا (اسے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ چور ہے اور خیرات کے مال کا مستحق نہیں ہے) جب صبح ہوئی (اور لوگوں کو الہام خداوندی کے سبب یا خود اس چور کی زبانی معلوم ہوا تو ازراہ تعجب) لوگ چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ آج رات ایک

چور کو صدقہ کا مال دیا گیا ہے۔(جب صدقہ دینے والے کو یہ صورتحال معلوم ہوئی تو) وہ کہنے لگا اے اللہ تیرے ہی لیے تعریف ہے (باوجود یکہ)صدقہ کا مال ایک چور کے ہاتھ لگا۔ پھر کہا کہ (آج رات) پھر صدقہ کرونگا (تا کہ وہ مستحق کو مل جائے) چنانچہ اس نے صدقہ کی نیت سے پھر کچھ مال نکالا (اور اس مرتبہ بھی غلط فہمی میں) وہ مال ایک زانیہ کے ہاتھ میں دے دیا۔ جب صبح ہوئی تو پھر لوگ چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ آج تو ایک زانیہ صدقہ کا مال لے اُڑی۔ وہ شخص کہنے لگا، اے اللہ تیرے ہی لیے تعریف ہے (اگرچہ اس مرتبہ) صدقہ کا مال ایک زانیہ کے ہاتھ لگ گیا، پھر کہا کہ (آج رات) پھر صدقہ کروں گا، چنانچہ اس نے پھر کچھ مال صدقہ کی نیت سے نکالا اور (اس مرتبہ پھر غلط فہمی میں) وہ مال ایک غنی کے ہاتھ میں دیدیا۔جب صبح ہوئی تو پھر لوگ چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ آج رات تو ایک غنی (دولت مند) ہی کو صدقہ کا مال مل گیا، وہ شخص کہنے لگا، اے اللہ تیرے ہی لیے تعریف ہے (اگرچہ) صدقہ کا مال چور، زانیہ، اور غنی کو مل گیا۔(جب وہ شخص سویا تو) خواب میں اس سے کہا گیا کہ (کہ تو نے جتنے صدقے دیئے ہیں وہ سب قبول ہو گئے کیونکہ) صدقہ کا جو مال تو نے چور کو دیا ہے (وہ بے فائدہ اور خالی از ثواب نہیں ہے) ممکن ہے وہ اس کی وجہ سے چوری سے باز رہے اور صدقہ کا جو مال تو نے زانیہ کو دیا ہے ممکن ہے وہ اس کی وجہ سے

زنا سے باز رہے اور صدقہ کا جو مال تو نے غنی کو دیا ہے ممکن ہے وہ اس کی وجہ سے عبرت حاصل کرے اور اللہ نے جو کچھ اسے دیا ہے اس میں سے خرچ کرنے لگے''۔ [1]

سادات کے ساتھ نیکی کا صلہ:

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''ربیع بن سلیمانؒ کہتے ہیں کہ میں حج کے لیے جا رہا تھا میرے ساتھ میرے بھائی تھے اور ایک جماعت تھی جب ہم کوفہ میں پہنچے تو وہاں ضروریات سفر خریدنے کے لیے بازاروں میں گھوم رہا تھا کہ ایک ویران سی جگہ میں ایک خچر مرا ہوا تھا اور ایک عورت جس کے کپڑے بہت پرانے بوسیدہ تھے چاقو لیے ہوئے اس کے ٹکڑے (گوشت کے) کاٹ کاٹ کر ایک زنبیل میں رکھ رہی تھی مجھے یہ خیال ہوا کہ یہ مردار گوشت لے جا رہی ہے اس پر سکوت کرنا ہرگز نہ چاہئے، عجب نہیں یہ کوئی بھٹیاری عورت ہے یہی پکا کر لوگوں کو کھلا دے گی میں چپکے سے اس کے پیچھے ہو لیا اس طرح کہ وہ مجھے نہ دیکھے۔ وہ عورت ایک بڑے مکان میں پہنچی جس کا دروازہ بھی اونچا تھا اس نے جا کر دروازہ کھٹکھٹایا، اندر سے آواز آئی کون ہے اس نے کہا کھولو میں ہی بدحال ہوں دروازہ کھولا گیا اور اس میں سے چار لڑکیاں آئیں جن کے چہرہ سے بدحالی اور مصیبت کے آثار ظاہر ہو رہے تھے وہ عورت اندر گئی اور وہ زنبیل ان

---

[1] بخاری ج:۱، ص:۱۹۱ مسلم ج:۱، ص:۳۲۹، مشکوۃ ص:۱۶۵

لڑکیوں کے سامنے رکھ دی۔ میں کواڑوں کی درزوں سے
جھانک رہا تھا۔ میں نے دیکھا اندر سے گھر بالکل برباد خالی
تھا اس عورت نے روتے ہوئے لڑکیوں کو آواز دی کہ لو
اس کو پکالو اور اللہ کا شکر ادا کرو اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر
اختیار ہے اسی کے قبضے میں لوگوں کے قلوب ہیں وہ لڑکیاں
اس کو کاٹ کاٹ کر آگ پر بھوننے لگیں مجھے بہت ضیق
ہوئی۔ میں نے باہر سے آواز دی اے اللہ کی بندی، اللہ
کے واسطے اس کو نہ کھا وہ کہنے لگی تو کون ہے۔ میں نے کہا
میں ایک پردیسی آدمی ہوں کہنے لگی اے پردیسی تو ہم سے
کیا چاہتا ہے ہم خود ہی مقدر کے قیدی ہیں، تین سال سے
ہمارا نہ کوئی معین نہ مددگار تو ہم سے کیا چاہتا ہے۔ میں نے
کہا مجوسیوں کے ایک فرقہ کے سوا مردار کا کھانا کسی مذہب
میں جائز نہیں۔ وہ کہنے لگی ہم خاندانِ نبوت کے شریف
(سید) ہیں ان لڑکیوں کا باپ بڑا شریف تھا وہ اپنے ہی
جیسوں سے ان کا نکاح کرنا چاہتا تھا اس کی نوبت نہ آئی
اس کا انتقال ہو گیا جو ترکہ اس نے چھوڑا تھا وہ ختم ہو
گیا۔ ہمیں معلوم ہے کہ مردار کھانا جائز نہیں لیکن اضطرار
میں جائز ہو جاتا ہے، ہمارا چار دن کا فاقہ ہے۔ ربیع کہتے
ہیں کہ اس کے حالات سن کر مجھے رونا آ گیا اور میں روتا ہوا
دل بے چین وہاں سے واپس ہوا اور میں نے اپنے بھائی
سے آکر کہا کہ میرا ارادہ تو حج کا نہیں رہا اس نے مجھے بہت
سمجھایا حج کے فضائل بتائے کہ حاجی ایسی حالت میں لوٹتا

ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں رہتا وغیرہ وغیرہ۔میں نے کہا بس لمبی چوڑی باتیں نہ کرو یہ کہہ کر میں نے اپنے کپڑے اور احرام کی چادریں اور جو سامان میرے ساتھ تھا وہ سب لیا اور نقد چھ سو درم تھے وہ لیے اور ان میں سے سو درم کا آٹا خریدا اور سو درم کا کپڑا خریدا اور باقی درم جو بچے وہ آٹے میں چھپا کر اس بڑھیا کے گھر پہنچا اور یہ سب سامان اور آٹا وغیرہ اس کو دیدیا اس عورت نے اللہ کا شکر ادا کیا اور کہنے لگی اے ابن سلیمان جا اللہ جل شانہٗ تیرے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کرے اور تجھے حج کا ثواب عطا کرے اور اپنی جنت میں تجھے جگہ عطا فرمائے اور اس کا ایسا بدل عطا فرمائے جو تجھے بھی ظاہر ہو جائے۔سب سے بڑی لڑکی نے کہا اللہ جل شانہ تیرا اجر دو چند کرے اور تیرے گناہ معاف کرے،دوسری نے کہا اللہ جل شانہ تجھے اس سے بہت زیادہ عطا فرمائے جتنا تو نے ہمیں دیا، تیسری نے کہا حق تعالیٰ شانہ ہمارے دادے کے ساتھ تیرا حشر کرے، چوتھی نے جو سب سے چھوٹی تھی کہا اے اللہ جس نے ہم پر احسان کیا تو اس کا نعم البدل اس کو جلدی عطا کر اور اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر۔ربیع کہتے ہیں حجاج کا قافلہ روانہ ہو گیا میں کوفہ ہی میں مجبوراً پڑا رہا کہ وہ سب حج سے فارغ ہو کر لوٹ بھی آئے۔مجھے خیال ہوا کہ ان حجاج کا استقبال کروں ان سے اپنے لیے دُعاء کراؤں کسی کی مقبول دُعاء مجھے بھی لگ جائے۔جب حجاج کا ایک قافلہ میری

آنکھوں کے سامنے آگیا تو مجھے اپنے حج سے محرومی پر بہت افسوس ہوا اور رنج کی وجہ سے میرے آنسو نکل آئے۔ جب میں ان سے ملا تو میں نے کہا اللہ جل شانہ تمہارا حج قبول کرے اور تمہارے اخراجات کا بدل عطا فرمائے۔ ان میں سے ایک نے کہا یہ دُعاء کیسی؟ میں نے کہا ایسے شخص کی دعا جو دروازہ تک کی حاضری سے محروم رہا ہو، وہ کہنے لگے بڑے تعجب کی بات ہے اب تو وہاں جانے سے انکار کرتا ہے تو ہمارے ساتھ عرفات کے میدان میں نہیں تھا تو نے ہمارے ساتھ رمی جمرات نہیں کی، تو نے ہمارے ساتھ طواف نہیں کیے۔ میں اپنے دل میں سوچنے لگا کہ یہ اللہ کا لطف ہے اتنے میں خود میرے شہر کے حاجیوں کا قافلہ آگیا۔ میں نے کہا کہ حق تعالیٰ شانہ تمہاری سعی مشکور فرمائے تمہارا حج قبول فرمائے وہ بھی یہی کہنے لگے کہ تو ہمارے ساتھ عرفات پر نہیں تھا یا رمی جمرات نہیں کی اب انکار کرتا ہے ان میں سے ایک شخص آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ بھائی اب انکار کیوں کرتے ہو کیا بات ہے آخر تم ہمارے ساتھ مکہ میں نہیں تھے یا مدینہ میں نہیں تھے جب ہم قبر اطہر کی زیارت کر کے باب جبرئیل سے باہر کو آرہے تھے اس وقت ازدحام کی کثرت کی وجہ سے تم نے یہ تھیلی میرے پاس امانت رکھوائی تھی جس کی مہر پر لکھا ہوا ہے مَنْ عَامَلَنَا رَبِحَ (جو ہم سے معاملہ کرتا ہے نفع کماتا ہے) یہ تمہاری تھیلی واپس ہے۔ ربیع کہتے ہیں کہ واللہ میں نے

اس تھیلی کو کبھی اس سے پہلے دیکھا بھی نہ تھا اس کو لے کر گھر واپس آیا عشاء کی نماز پڑھی۔ اپنا وظیفہ پورا کیا اس کے بعد اسی سوچ میں جاگتا رہا کہ آخر یہ قصہ کیا ہے۔ اسی میں میری آنکھ لگ گئی تو میں نے حضور اقدس ﷺ کی خواب میں زیارت کی میں نے حضور ﷺ کو سلام کیا اور ہاتھ چومے حضور نے تبسم فرماتے ہوئے سلام کا جواب دیا اور ارشاد فرمایا اے ربیع آخر ہم کتنے گواہ اس پر قائم کریں کہ تو نے حج کیا تو مانتا ہی نہیں، سن بات یہ ہے کہ جب تو نے اس عورت پر جو میری اولاد تھی صدقہ کیا اور اپنا زادراہ ایثار کر کے اپنا حج ملتوی کر دیا تو میں نے اللہ جَلَّ شَانُہٗ سے دُعاء کی کہ وہ اس کا نعم البدل تجھے عطا فرمائے تو حق تعالیٰ شانہ نے ایک فرشتہ تیری صورت بنا کر اس کو حکم فرما دیا کہ وہ قیامت تک ہر سال تیری طرف سے حج کیا کرے اور دنیا میں تجھے یہ عوض دیا کہ چھ سو درم کے بدلے چھ سو دینار (اشرفیاں) عطا کیں تو اپنی آنکھ کو ٹھنڈی رکھ پھر حضور ﷺ نے بھی یہی الفاظ ارشاد فرمائے مَنْ عَامَلَنَا رَبِحَ۔ ربیع کہتے ہیں جب میں سو کر اٹھا تو اس تھیلی کو کھولا اس میں چھ سو اشرفیاں تھیں۔ (رشفۃ الساوی) [۱]

ایک حدیث شریف میں آتا ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ”جب کوئی بیمار ہوتا ہے یا سفر میں جاتا ہے (اور اس کی بیماری یا سفر کی وجہ سے اس کے اوراد و ظائف رہ

---

[۱] فضائل صدقات ص: ۲۲۱

جاتے ہیں) تو اس کے نامہ اعمال میں اتنے اعمال کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے جتنے وہ حالت قیام اور تندرستی کے زمانہ میں کیا کرتا تھا"۔ ۱؎

اسی طرح ایک اور حدیث میں آتا ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے معتکف کے بارے میں فرمایا کہ معتکف گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس کے لیے نیکیوں کا سلسلہ تمام نیکی کرنے والوں کی مانند جاری رہتا ہے۔ ۲؎ مطلب (واللہ اعلم) یہ ہے کہ معتکف شخص اعتکاف کی وجہ سے جن جن اعمال سے رہ جاتا ہے کہ اعتکاف سے پہلے تو وہ کرتا تھا اب اعتکاف کی وجہ سے نہیں کر سکتا مثلاً پہلے مریض کی عیادت، فوت شدہ کی تعزیت، حاجت مند کی ضرورت کے لیے جایا کرتا تھا اب نہیں جا سکتا تو اسے اعتکاف کے زمانہ میں ان اعمال کا ثواب بھی دے دیا جاتا ہے، بظاہر یہی لگتا ہے کہ اس اجر وثواب کے ملنے میں جہاں اللہ کے فضل وکرم کا تعلق ہے وہیں اس بندہ کی نیت وارادہ کا بھی دخل ہے۔

ایک نصرانی راہب کے ایمان لانے کا واقعہ:

"حضرت ابراہیم خواصؒ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ جنگل میں جا رہا تھا راستہ میں ایک نصرانی راہب مجھے ملا جس کی کمر میں زُنّار (پٹکہ یا دھاگہ وغیرہ جو کفر کی علامت کے طور پر کافر باندھتے ہیں) بندھ رہا تھا اس نے میرے ساتھ رہنے کی خواہش ظاہر کی (کافر فقیر اکثر مسلمان فقراء کی خدمت میں رہتے چلے آئے ہیں) میں نے ساتھ لے لیا سات دن تک ہم چلتے رہے (نہ کھانا نہ پینا) ساتویں دن اس نصرانی نے کہا اے محمدی کچھ اپنی فتوحات دکھاؤ (کئی

۱؎ بخاری شریف بحوالہ مشکوۃ ص: ۱۳۵ ۲؎ ابن ماجہ ص: ۱۲۸، مشکوۃ ص ۱۸۳

دن ہو گئے کچھ کھایا نہیں) میں نے اللہ تعالیٰ شانہ سے دُعاء کی کہ یا اللہ اس کافر کے سامنے مجھے ذلیل نہ فرما، میں نے دیکھا کہ فوراً ایک خوان سامنے رکھا گیا جس میں روٹیاں، بھنا ہوا گوشت اور تر و تازہ کھجوریں اور پانی کا لوٹا رکھا ہوا تھا ہم دونوں نے کھایا پانی پیا اور چل دیئے، سات دن تک چلتے رہے۔ ساتویں دن میں نے (اس خیال سے کہ وہ نصرانی پھر نہ کہہ دے) جلدی کر کے اس نصرانی سے کہا کہ اس مرتبہ تم کچھ دکھاؤ اب کے تمہارا نمبر ہے۔ وہ اپنی لکڑی پر سہارا لگا کر کھڑا ہو گیا اور دُعاء کرنے لگا جب ہی دو خوان جن میں ہر چیز اس سے دوگنی تھی جو میرے خوان میں تھی سامنے آ گئی۔ مجھے بڑی غیرت آئی میرا رنگ فق ہو گیا اور میں حیرت میں رہ گیا اور میں نے رنج کی وجہ سے کھانے سے انکار کر دیا۔ اُس نصرانی نے مجھ پر کھانے کا اصرار کیا مگر میں عذر ہی کرتا رہا اس نے کہا کہ تم کھاؤ میں تم کو دو بشارتیں سناؤں گا۔ جن میں سے پہلی یہ ہے کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور یہ کہہ کر زنار توڑ کر پھینک دیا اور دوسری بشارت یہ ہے کہ میں نے جو کھانے کے لیے دُعاء کی تھی وہ یہی کہہ کر کی تھی کہ یا اللہ اس محمدی کا اگر تیرے یہاں کوئی مرتبہ ہے تو اس کے طفیل تو ہمیں کھانا دے۔ اس پر یہ کھانا ملا ہے اور اسی وجہ سے میں مسلمان ہوا۔ اس کے بعد ہم دونوں نے کھانا کھایا پھر

آگے چل دیئے آخر مکہ مکرمہ پہنچے حج کیا اور وہ نومسلم مکہ ہی میں ٹھہر گیا وہیں اس کا انتقال ہوا۔ غفراللہ لہ‘‘۔ [1]

حسنِ سوال:

حدیث شریف میں آتا ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

’’اَلاِقْتِصَادُ فِی النَّفَقَةِ نِصْفُ الْمَعِیْشَةِ، وَالتَّوَدُّدُ اِلَی النَّاسِ نِصْفُ الْعَقْلِ، وَحُسْنُ السَّوَالِ نِصْفُ الْعِلْمِ‘‘ [2]

اخراجات میں میانہ روی اختیار کرنا نصف معیشت ہے، لوگوں سے دوستی رکھنا نصف عقل ہے اور خوبی کے ساتھ سوال کرنا نصف علم ہے۔

اس حدیث شریف کے تیسرے جز میں حسن سوال کو نصف علم بتلایا گیا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جو شخص خوب سوچ سمجھ کر اور صحیح انداز میں سوال کرتا ہے اس کے بارہ میں یہی سمجھا جاتا ہے کہ یہ شخص علمی ذوق کا حامل ہے اور علم میں اپنا کچھ حصہ ضرور رکھتا ہے اور اس بات کا خواہش مند ہے کہ اپنے ناقص علم کو پورا کرے لہٰذا اس کے سوال کو نصف علم کہنا مناسب ہوگا۔ اس کے برخلاف جو شخص بغیر سوچے سمجھے اور خراب انداز میں بات کرتا ہے وہ اپنے اس سوال کے ذریعہ اپنے نقصانِ عقل و کمال اور جہالت پر دلالت کرتا ہے۔ حاصل یہ کہ سوال کی نوعیت اور سوال کرنے کا انداز سوال کرنے والے کی شخصیت و حالت پر بذاتِ خود دلالت کرتا ہے اور اس کے سوال کی روشنی میں یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہوتا کہ یہ شخص بالکل ہی جاہل ہے یا علم سے کچھ سروکار رکھتا ہے۔ جس شخص میں علم و عقل کی روشنی ہوگی اس کا سوال بھی عالمانہ و عاقلانہ ہوگا اور جو شخص نرا جاہل ہوگا اس کی اور باتوں کی طرح اس کا سوال بھی جاہلانہ اور

---

[1] روض الریاحین عربی ص: ۱۴۸ [2] شعب الایمان للبیہقی بحوالہ مشکوٰۃ ص: ۴۳۰

عامیانہ ہوگا۔ کتاب وسنت اور تاریخ کے اندر بہت سے عالمانہ سوالات موجود ہیں جن سے سائلین کی علمی لیاقت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے اس موقع پر جاہلانہ سوالات کی ایک جھلک قارئین کی ضیافت کے لیے پیش کی جاتی ہے۔

''ایک مرتبہ حضرت امام ابو یوسفؒ نے اپنی علمی مجلس میں اپنے ایک شاگرد کو مسلسل خاموش بیٹھے ہوئے دیکھا تو اس سے فرمایا: یہاں بیان کی جانیوالی باتوں میں سے کوئی بات تمہاری سمجھ میں نہ آئے یا کوئی مسئلہ تمہیں مشکل معلوم ہو رہا ہو تو اس کے بارہ میں پوچھ لینا شرمانا نہیں کیونکہ کسی حل طلب بات میں سوال کرنے سے شرمانا علم سے باز رکھتا ہے۔ اس وقت حضرت امام ابو یوسفؒ روزہ کی تعریف میں گفتگو فرما رہے تھے چنانچہ جب انہوں نے فرمایا کہ روزہ صبح سے شروع ہوتا ہے اور غروب آفتاب تک رہتا ہے تو اسی شاگرد نے سوال کیا کہ حضرت: اگر آفتاب غروب ہی نہ ہو تو پھر روزہ کب تک رہے گا؟ حضرت امام ابو یوسفؒ نے (اس کا جاہلانہ سوال سن کر) فرمایا: چپ رہو تمہارا چپ رہنا اس سے کہیں بہتر ہے کہ تم بولو'' [1]

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''ایک لڑکی کی شادی ہوئی ماں نے رخصت کے وقت وصیت کر دی کہ بیٹی ساس کے گھر جا کر بولنا مت اب بہو ہے کہ بولتی ہی نہیں ساس نے کہا کہ بہو بولتی کیوں نہیں؟ کہا کہ میری ماں نے منع کر دیا تھا کہ ساس کے گھر بولنا

---

[1] مظاہر حق جدید ج:۴، ص: ۶۰۵

مت۔ ساس نے کہا کہ ماں تیری بے وقوف ہے تو بول، کہا کہ بولوں؟ ساس نے کہا کہ ضرور بول کہا کہ میں یہ پوچھتی ہوں کہ اگر تمہارا بیٹا مر گیا اور میں بیوہ ہوگئی تو مجھ کو یونہی بٹھلا رکھوگی یا کہیں نکاح بھی کر دوگی؟ ساس نے کہا تیری ماں نے سچ کہا تھا کہ تو خاموش رہ"۔ [1]

اہل بیت کا انداز سخاوت:

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

(۱) حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا گیا کہ حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ ایک مرتبہ بہت بیمار ہو گئے تو حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما نے نذر (منت) مانی کہ اگر یہ تندرست ہو جائیں تو شکرانہ کے طور پر تین تین روزے دونوں حضرات رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ شانہ کے فضل سے صاحب زادوں کو صحت ہوگئی، ان حضرات نے شکرانہ کے روزے رکھنے شروع فرما دیئے مگر گھر میں نہ سحر کے لیے کچھ تھا نہ افطار کے لیے، فاقہ پر روزہ شروع کر دیا۔ صبح کو حضرت علی کرم اللہ وجهه ایک یہودی کے پاس تشریف لے گئے جس کا نام شمعون تھا کہ اگر تو کچھ اُون دھاگا بنانے کے لیے اُجرت پر دے تو محمد ﷺ کی بیٹی اس کام کو کرے گی۔ اس نے اون کا ایک گٹھر تین صاع جو کی اُجرت طے کر کے دیدیا۔ حضرت فاطمہؓ نے اس میں سے ایک تہائی کاتا اور ایک صاع جو اُجرت کے لیکر ان کو پیسا اور پانچ نان اس کے تیار کیے ایک ایک اپنا میاں بیوی کا دو دونوں صاحبزادوں کے اور ایک باندی کا جس کا نام فضہ تھا۔ روزہ میں

---

[1] حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات ص:۲۴۱

دن بھر کی مزدوری اور محنت کے بعد جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھ کر لوٹے اور کھانا کھانے کے لیے دستر خوان بچھایا گیا، حضرت علیؓ نے ٹکڑا توڑا ہی تھا کہ ایک فقیر نے دروازہ سے آواز دی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والو، میں ایک فقیر مسکین ہوں مجھے کھانا دو۔اللہ جل شانہٗ تمہیں جنت کے دستر خوان سے کھانا کھلائے۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ہاتھ روک لیا۔حضرت فاطمہؓ سے مشورہ کیا،انہوں نے فرمایا ضرور دے دیجئے۔ وہ سب روٹیاں اس کو دیدیں اور گھر والے سب کے سب فاقہ سے رہے اسی حال میں دوسرے دن کا روزہ شروع کر دیا۔دوسرے دن میں پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دوسری تہائی اون کی کاتی اور ایک صاع جو کا اجرت لے کر پیسا، روٹیاں پکائیں اور جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھ کر تشریف لائے اور سب کے سب کھانے کے لیے بیٹھے تو ایک یتیم نے دروازہ سے سوال کیا اور اپنی تنہائی اور فقر کا اظہار کیا۔ان حضرات نے اس دن کی روٹیاں اس کے حوالہ کر دیں اور خود پانی پی کر تیسرے دن کا روزہ شروع کر دیا اور صبح کو حضرت فاطمہؓ نے اون کا باقی حصہ کاتا اور ایک صاع جو کا جو رہ گیا تھا وہ لیکر پیسا، روٹیاں پکائیں اور مغرب کی نماز کے بعد جب کھانے بیٹھے تو ایک قیدی نے آکر آواز دیدی اور اپنی سخت حاجت اور پریشانی کا اظہار کیا۔ان حضرات نے اس دن کی روٹیاں اس کو دیدیں اور خود فاقہ سے رہے، چوتھے دن صبح کو روزہ تو تھا نہیں کھانے کو بھی کچھ نہیں تھا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں صاحبزادوں کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں حاضر ہوئے ، بھوک اور ضعف کی وجہ سے چلنا بھی مشکل ہو رہا تھا۔ حضور ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تمہاری تکلیف اور تنگی کو دیکھ کر مجھے بہت ہی تکلیف ہوتی ہے چلو فاطمہ کے پاس چلیں۔حضور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے وہ نماز پڑھ رہی تھیں بھوک کی شدت سے آنکھیں گڑ گئی تھیں۔پیٹ کمر سے لگ رہا تھا حضور ﷺ نے ان کو اپنے سینے سے لگایا اور حق تعالیٰ شانہ سے فریاد کی۔اس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام سورہ دہر کی آیات **وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا** لے کر آئے اور اس پروانہ خوشنودی کی مبارک باد دی''۔ [1]

حضرت امام غزالی رحمہ اللہ نے ''احیاء العلوم'' میں حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی سخاوت کا ایک عجیب واقعہ ذکر کیا ہے، حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے الفاظ میں وہ بھی سنتے چلیں۔

(۲) ابوالحسن مدائنیؒ کہتے ہیں کہ حضرت امام حسنؓ، امام حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن جعفرؓ حج کے لیے تشریف لے جا رہے تھے، راستے میں ان کے سامان کے اُونٹ ان سے جدا ہو گئے ، یہ بھوکے پیاسے چل رہے تھے ایک خیمہ پر ان کا گزر ہوا۔اس میں ایک بوڑھی عورت تھی۔ان حضرات نے اس سے پوچھا کہ ہمارے پینے کو کوئی چیز (پانی یا دودھ لسی وغیرہ) تمہارے پاس موجود ہے؟ اس نے کہا ہے۔یہ لوگ اپنی اونٹنیوں پر سے اترے۔اس بڑھیا کے پاس ایک بہت معمولی سی بکری تھی اس کی طرف اشارہ کر کے اس نے کہا کہ اس کا دودھ نکال لو اور اس کو تھوڑا تھوڑا پی لو۔ان حضرات نے اس

---

[1] فضائل صدقات ص: ۵۲۴

کا دُودھ نکالا اور پی لیا۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ کوئی کھانے کی چیز بھی ہے؟ اس بڑھیا نے کہا کہ یہی بکری ہے اس کو تم میں سے کوئی ذبح کر لے تو میں پکا دوں گی۔ انہوں نے اس کو ذبح کیا اس نے پکایا۔ یہ حضرات کھا پی کر جب شام کو چلنے لگے تو انہوں نے اس بڑھیا سے کہا کہ ہم ہاشمی لوگ ہیں اس وقت حج کے ارادہ سے جا رہے ہیں اگر ہم زندہ سلامت واپس مدینہ پہنچ جائیں تو تو ہمارے پاس آنا، تیرے اس احسان کا بدلہ دیں گے۔ یہ حضرات تو فرما کر چلے گئے شام کو جب اس کا خاوند (کہیں جنگل وغیرہ سے) آیا تو اس بڑھیا نے ہاشمی لوگوں کا قصہ سنایا وہ بہت خفا ہوا کہ تو نے اجنبی لوگوں کے واسطے بکری ذبح کر ڈالی۔ معلوم نہیں کون تھے کون نہیں تھے۔ پھر کہتی ہے کہ ہاشمی تھے۔ غرض وہ خفا ہو کر چپ ہو گیا، کچھ زمانہ کے بعد ان دونوں میاں بیوی کو غربت نے جب بہت ستایا تو یہ محنت مزدوری کی نیت سے مدینہ منورہ گئے۔ دن بھر مینگنیاں چگا کرتے اور ان کو بیچ کر گزر کیا کرتے۔ ایک دن وہ بڑھیا مینگنیاں چگ رہی تھی۔ حضرت حسنؓ اپنے دروازے کے آگے تشریف رکھتے تھے جب یہ وہاں کو گزری تو اس کو دیکھ کر حضرت حسنؓ نے اس کو پہچان لیا اور اپنے غلام کو بھیج کر اس کو اپنے پاس بلوایا اور فرمایا کہ اللہ کی بندی تو مجھے بھی پہچانتی ہے؟ اس نے کہا میں نے تو نہیں پہچانا، آپ نے فرمایا کہ میں تیرا وہی مہمان ہوں دُودھ اور بکری والا۔ بڑھیا نے پھر بھی نہ پہچانا اور کہا کیا خدا کی قسم تم وہی ہو، حضرت حسنؓ نے فرمایا میں وہی ہوں اور یہ فرما کر آپ نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ اس کے لیے ایک ہزار بکریاں خریدی جائیں۔

چنانچہ فوراً خریدی گئیں اور ان بکریوں کے علاوہ ایک ہزار دینار (اشرفیاں) نقد بھی عطا فرمائے اور اپنے غلام کے ساتھ اس بڑھیا کو چھوٹے بھائی حضرت حسینؓ کے پاس بھیج دیا۔ حضرت حسینؓ نے دریافت فرمایا کہ بھائی نے کیا بدلہ عطا فرمایا؟ اس نے کہا ایک ہزار بکریاں اور ایک ہزار دینار۔ یہ سن کر اتنی ہی مقدار دونوں چیزوں کی حضرت حسینؓ نے عطا فرمائی۔ اس کے بعد اس کو حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کے پاس بھیج دیا انہوں نے تحقیق فرمایا کہ ان دونوں حضرات نے کیا کیا مرحمت فرمایا اور جب معلوم ہوا کہ یہ مقدار ہے تو انہوں نے دو ہزار بکریاں اور دو ہزار دینار عطا فرمائے اور یہ فرمایا کہ اگر تو پہلے مجھ سے مل لیتی تو میں اس سے بہت زیادہ دیتا۔ یہ بڑھیا چار ہزار بکریاں اور چار ہزار دینار (اشرفیاں) لے کر خاوند کے پاس پہنچی کہ یہ اس ضعیف اور کمزور بکری کا بدلہ ہے۔ [1]

حضرات حسنینؓ کا انداز تبلیغ:

''علامہ کردری رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے مقدس نواسوں (حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما) نے ایک مرتبہ دریائے فرات کے کنارے ایک بوڑھے دیہاتی کو دیکھا کہ اس نے بڑی جلدی جلدی وضو کیا اور اسی طرح جلدی جلدی نماز پڑھی اور جلد بازی میں وضو اور نماز کے مسنون طریقوں میں اس سے کوتاہی ہوگئی۔ حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ نے اسے سمجھانا چاہا۔ انہیں یہ اندیشہ ہوا کہ یہ بوڑھا آدمی ہے اپنی غلطی سن کر کہیں مشتعل نہ ہو

[1] احیاء العلوم ج:۳ ص: ۲۴۹ بحوالہ فضائل صدقات ص: ۵۴۲

جائے چنانچہ دونوں حضرات اس بوڑھے کے قریب آئے اور کہا: ہم دونوں جوان ہیں اور آپ تجربہ کار آدمی ہیں آپ وضو اور نماز کا طریقہ ہم سے بہتر جانتے ہوں گے ہم چاہتے ہیں کہ آپ کو وضو کر کے اور نماز پڑھ کے دکھائیں۔ اگر ہمارے طریقہ میں کوئی غلطی یا کوتاہی ہو تو آپ ہماری رہنمائی فرمائیں اس کے بعد دونوں نے سنت کے مطابق وضو کر کے نماز پڑھی، بڑے میاں نے دیکھا تو اپنی کوتاہی سے توبہ کی اور آئندہ یہ طریقہ چھوڑ دیا''۔ [۱]

قارئین محترم تبلیغ کا یہ انداز وہی ہے جسے قرآن نے اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ سے تعبیر کیا ہے۔ اس انداز تبلیغ کو جس نے بھی اپنایا وہ کامیاب رہا یہ انداز ہمارے اسلاف سے منتقل ہو کر ہمارے اکابر تک پہنچا اور انہوں نے بھی اس انداز تبلیغ سے مخلوق کی رہنمائی کی۔ مُسۡنِدُ الہند حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ کا ایک واقعہ نظر سے گزرا وہ بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔

حضرت تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں:

''شاہ عبدالقادر رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے وعظ میں ایک شخص کو دیکھا جس کا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے تھا۔ آپ نے بعد وعظ اس سے کہا ذرا ٹھہر جائیے مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔ خلوت میں بٹھا کر یوں فرمایا کہ بھائی میرے اندر ایک عیب ہے کہ میرا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے ڈھلک جاتا ہے اور حدیث میں یہ یہ وعیدیں آئی ہیں۔ اور آپ اپنا پائجامہ دکھلانے کے لیے

---

[۱] مناقب الامام الاعظم للعلامۃ الکردری

کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ خوب غور سے دیکھنا کہ کیا واقعی میرا خیال صحیح ہے یا محض وہم ہے۔اس شخص نے شاہ صاحب کے پاؤں پکڑ لیے اور کہا کہ حضرت آپ کے اندر تو یہ عیب کیوں ہوتا، البتہ میرے اندر ہے مگراس طریق سے آج تک مجھے کسی نے سمجھایا نہیں تھا اب میں تائب ہوتا ہوں انشاء اللہ آئندہ ایسا نہ کروں گا"۔ [۱]

حضرت خالد بن ولیدؓ کی کرامت اور حیرہ کی فتح:

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی رحمہ اللہ (م: ۱۳۴۸ھ، ۱۹۲۹ء) تاریخ کے مستند حوالوں سے نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"ملک عراق میں داخل ہونے کے لیے حیرہ بطور دروازہ کے تھا بادشاہانِ فارس کی طرف سے حیرہ پر بڑا حاکم رہتا تھا اور حیرہ کے انجام پر تمام گردونواح کے شہروں اور قصبات کا مدار تھا اکثر اطراف کے چودھری اسی انتظار میں تھے کہ حیرہ کے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے؟ اہل حیرہ نے صلح کر لینی چاہی اور گفتگوئے مصالحت کے واسطے "ایاس بن قبیصہؒ اور "عمرو بن عبدالمسیح" عیسائی، حضرت خالدؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے عمرو بن عبدالمسیح کی عمر کئی سو سال تھی اور اس کا لقب "اِبنِ بُقَیْلَه" تھا (عربی میں سبزی اور ترکاری کو بقل کہتے ہیں، بُقَیْلَه اس کی تصغیر ہے) عمرو بن عبدالمسیح ایک موقع پر سبز چادر اوڑھے ہوئے آیا تھا تو لوگ اس کو "اِبنِ بُقَیْلَه" کہنے لگے۔

عمرو بن عبدالمسیح جب حضرت خالدؓ کی خدمت میں حاضر

---

[۱] حکایاتِ اولیاء ص: ۳۷ طبع دارالاشاعت کراچی

ہوا تو آپ نے پوچھا تمہاری عمر کتنی ہے؟ کہا کئی سو سال کی۔ آپ نے فرمایا تم نے سب سے زیادہ عجیب بات کیا دیکھی؟ کہا حیرہ اور دمشق کے درمیان متصل آبادی تھی ایک گاؤں دوسرے گاؤں سے ملا ہوا تھا ایک تنہا عورت سفر کرتی تھی اور اس کو ایک روٹی کے سوا کسی قسم کے توشے اور زادراہ کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ حضرت خالدؓ نے ہنس کر اس کے ساتھیوں سے فرمایا کہ تم ایک ایسے شخص کے ذریعے گفتگو کرنا چاہتے ہو جس کی عقل وحواس درست نہیں رہے وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ کہاں سے آیا ہے؟ ابن بقیلہ نے سن کر حضرت خالدؓ سے گفتگو کی اور ان کے ہر سوال کا معقول جواب دیا جس پر آپ کو یقین ہو گیا کہ اس کے حواس بالکل درست ہیں اور یہ جو کچھ اپنی عمر اور تجربے کے متعلق کہتا ہے صحیح ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا: ''**القوم اعلم بما فیھم**'' قوم اپنے اندرونی حال کو زیادہ جانتی ہے۔

''عمرو بن عبدالمسیح کے خادم کے ساتھ ایک تھیلی میں زہر تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ کیا ہے اور کیوں ساتھ لیا ہے اس نے جواب دیا کہ یہ **سَمّ سَاعَۃٍ** فی الفور ہلاک کرنے والا زہر ہے اور یہ اس لیے ساتھ لایا تھا کہ اگر میں تم لوگوں کے حالات ایسے نہ دیکھتا جو اَب دیکھ رہا ہوں تو میں اپنی قوم کے واسطے کسی مکروہ بات کا واسطہ اور ذریعہ نہ بنتا بلکہ زہر کھا کر ہلاک ہو جاتا۔ حضرت خالدؓ نے زہر کو اپنی ہتھیلی پر رکھ کر فرمایا کہ کوئی شخص اجلِ معین سے

پہلے نہیں مرتا اور نہ کوئی چیز بلا حکم خدا اثر کرتی ہے اور یہ کہہ کر آپ نے یہ دُعاء پڑھی بِسْمِ اللّٰهِ خَيْرِ الْاَسْمَاءِ رَبِّ الْاَرْضِ وَرَبِّ السَّمَاءِ الَّذِیْ لَيْسَ يَضُرُّمَعَ اسْمِهٖ دَاءٌ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم اور زہر نگل لیا۔ ''اِبْنِ بُقَيْلَه'' نے گو ایک حیرت انگیز اور تعجب خیز بات دیکھی تھی مگر وہ خود عالم اور تجربہ کار تھا اس لیے حضرت خالدؓ سے کہا کہ وَاللّٰهِ لَتَبْلُغُنَّ مَااَرَدْتُّمْ مَادَامَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ قسم ہے خدا کی تم میں سے ایک بھی جب تک ایسا رہے گا تم اپنی مراد کو پہنچتے رہو گے اور پھر اس نے اہل حیرہ کو مخاطب کر کے کہا کہ میں نے آج تک کوئی ایسی واضح اور روشن بات نہیں دیکھی۔ اس کے بعد اِبْنِ بُقَيْلَه نے حضرت خالدؓ سے ایک سالانہ محصول متعین کر کے صلح کر لی کہ اہل حیرہ کی جان و مال کی محافظت مثل مسلمانوں کے کی جاوے گی۔

اہل حیرہ کے ساتھ صلح ہونا تھا کہ تمام گردونواح کے چودھریوں اور نمبرداروں نے اپنے اپنے علاقے کی طرف سے صلح کر لی''۔ [1]

---

[1] اشاعتِ اسلام ص ۱۶۴ طبع شیخ الہند اکیڈمی دیوبند۔

شانِ صحابہؓ:

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

''اَجنادین ملک شام میں بہت بڑا شہر ہے۔اس جگہ مسلمانوں اور رومیوں میں بڑا معرکہ ہوا۔[۱] ہرقل کا حقیقی بھائی لشکر روم کا سپہ سالار تھا۔مسلمانوں کا لشکر یہاں جمع ہو گیا تو سپہ سالار روم نے ایک عربی شخص کو اس غرض کے لیے بھیجا کہ مسلمانوں کے لشکر میں رہ کر ان کی اصلی حالت کی خبر لائے۔ یہ شخص چونکہ خود عربی تھا، مسلمانوں میں آملا اور ایک رات دن رہ کر ان کے شب و روز کے حالات دیکھے ، راتوں کو تہجد گزاری اور تلاوت کلام الٰہی کرتے دیکھا ہر شخص کو دیکھا کہ بلاتصنع و تکلف عبادت میں مشغول ہے ایک دوسرے کا باہمی معاملات میں نہایت صفائی سے برتاؤ ہے، ہر شخص امیر کے حکم کا دل و جان سے مطیع و فرماں بردار ہے۔ یہ حالات دیکھ کر واپس ہوا، سپہ سالار روم نے پوچھا کہو کیا دیکھا؟ اس نے کہا: **بِاللَّیْلِ رُهْبَانٌ وَبِالنَّهَارِ فُرْسَانٌ۔ وَلَوْسَرَقَ ابْنُ مَلِكِهِمْ قَطَعُوْهُ وَلَوْزَنٰی رُجِمَ لِاِقَامَةِ الْحَقِّ فِيْهِمْ۔** یہ لوگ رات کو راہب اور عابد ہیں اور دن میں بہادر شہسوار اگر ان کے بادشاہ کا بیٹا بھی چوری کرے تو ہاتھ کاٹ ڈالیں اور اگر زنا

---

[۱] حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت (اخیر جمادی الاولی ۱۳ھ) میں ملک شام کے شہر اجنادین میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان ایک لڑائی ہوئی تھی اس لڑائی میں ایک لاکھ سے زیادہ عیسائیوں نے حصہ لیا تھا مسلمانوں کے سپہ سالار حضرت خالد بن ولیدؓ تھے اللہ تعالی نے اس معرکہ میں مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی تھی۔

کرے تو رجم کر دیں حق کے جاری کرنے میں کسی کی رعایت نہیں ہے۔ سپہ سالار نے سن کر کہا: ان کنت صدقتنی لبطن الارض خیر من لقاء ھولاء اگر تو نے سچ بیان کیا ہے تو زمین کے اندر اتر جانا اس سے بہتر ہے کہ ان لوگوں سے مقابلہ کیا جائے“۔ [۱]

میدانِ یرموک میں جرجہ کا قبولِ اسلام:

”یرموک کے میدان میں جب فریقین کی جانب سے پوری طرح صف آرائی ہو چکی تو جرجہ اپنی صف سے نکل کر درمیان میں آیا اورحضرت خالد بن ولیدؓ سپہ سالارِ لشکرِ اسلام کو آواز دی۔ حضرت خالدؓ تشریف لائے اور جرجہ کے متصل اس طرح کھڑے ہو گئے کہ دونوں کے گھوڑوں کی گردنیں مل گئیں ایک نے دوسرے کو امن دیدیا، جرجہ نے گفتگو شروع کی اور کہا کہ میں آپ سے کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں مجھ کو سچا جواب بلا کسی قسم کے دھوکے کے عنایت فرمائیے کیونکہ شریف آدمی جھوٹ نہیں بولتا۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا دریافت کرو میں جواب دونگا۔

جرجہ: کیا اللہ نے تمہارے نبی پر کوئی تلوار نازل فرمائی ہے اور نبی نے وہ تلوار تم کو دی ہے کہ جب اس سے دشمن پر حملہ کرتے ہو، ان کو ہزیمت ہو جاتی ہے؟ (رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالدؓ کو ”سیف اللہ“ یعنی خدا کی تلوار لقب عطا فرمایا تھا)۔

حضرت خالدؓ: اللہ تعالیٰ نے کوئی تلوار نازل نہیں فرمائی۔

---

[۱] اشاعتِ اسلام ص: ۱۶۷

جرجہ: پھر آپ کا نام سیف اللہ کیوں ہوا؟

خالدؓ: اللہ تعالیٰ نے اپنے سچے نبی کو ہماری طرف بھیجا۔ اوّل تو ہم سب ان سے علیحدہ رہے اور پھر بعض نے ان کی تصدیق کی اور بعض نے تکذیب کی ۔ میں بھی انہی جھٹلانے والوں اور مخالفوں میں تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں کو پھیر دیا اور ہدایت کی۔ میں ایمان لے آیا۔ آپ ﷺ نے مجھے ''سیف اللہ'' کا خطاب عطا فرمایا اور میرے لیے نصرت و کامیابی کی دعا فرمائی۔ اس روز سے میرا نام ''سیف اللہ'' ہو گیا۔

جرجہ: یہ تو آپ نے صحیح صحیح بتلا دیا اب یہ فرمایئے کہ تم ہمیں کس چیز کی طرف بلاتے اور کس بات کی دعوت دیتے ہو؟

خالدؓ: ہم اس بات کی طرف بلاتے ہیں کہ کلمہ شہادت پڑھو اور رسول اللہ ﷺ جو احکام لائے ہیں ان کو تسلیم کرو۔

جرجہ: لیکن اگر کوئی اس بات کو نہ مانے؟

خالدؓ: تو وہ محصول ادا کرے اور مسلمانوں کے امن میں آجائے۔ مسلمان اس کی جان و مال کی ایسی ہی حفاظت کریں گے جیسی اپنی کرتے ہیں۔

جرجہ: اگر وہ اس کو بھی نہ مانے؟

خالدؓ: تو ہم اوّل اس کو مخالفت اور لڑائی کی اطلاع کریں گے اور اس کے بعد اس سے لڑائی کریں گے۔

جرجہ: اگر کوئی تمہارے کہنے کو مان لے اور اسلام قبول کر لے؟

خالدؓ: ایسا شخص ہمارے مساوی ہو جاتا ہے اس کے حقوق ہمارے حقوق کے برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے

ہیں ان میں اوّل اور آخر ادنیٰ و اعلیٰ، شریف اور غیر شریف سب برابر ہیں۔

جرجہ: یہ بات تو مستبعد ہے کہ وہ تمہارے برابر ہو جائے تم لوگ مقدم اور اسلام کی طرف سبقت کرنے والے ہو؟

خالدؓ: یہ صحیح ہے کہ ہم سابق ہیں مگر ہم نے تو رسول اللہ ﷺ کو آنکھوں سے دیکھا، فیض صحبت اُٹھایا، معجزات دیکھے، آپ کی خدمت میں تمام امور کا مشاہدہ کیا ایسے امور دیکھ کر ہمارا مسلمان ہو جانا کچھ زیادہ افضلیت کی بات نہیں۔ جو شخص بھی ایسے حالات کا مشاہدہ کریگا، وہ بصدق دل ایمان لے آوے گا۔ ہاں جن لوگوں نے نہ یہ حالات دیکھے، نہ فیض صحبت اٹھایا اور نہ ان عجائب امور کا مشاہدہ کیا۔ وہ سچے دل سے دائرہ اسلام میں داخل ہونگے تو ہم سے افضل ہونگے۔

جرجہ: بے شک آپ نے صحیح فرمایا۔

اس صاف اور بے لوث گفتگو نے جرجہ کو مسخر کر لیا اور وہ بجائے اس کے کہ مقابلہ کرتے حضرت خالدؓ سے اس امر کے خواہش مند ہوئے کہ مجھ کو اسلام کی تلقین کی جائے۔ حضرت خالدؓ ان کو اپنے خیمے میں لے گئے اور غسل کے بعد دو رکعتیں پڑھوائیں۔ وہی قلب جو اسلام کے بغض سے پُر تھا، مسخر ہو کر محبتِ خدا و رسول سے مالا مال ہو گیا جرجہ اسی وقت پچھلے پیروں میدان کارزار میں واپس ہو کر شہید ہو گئے''۔ [1]

---

[1] اشاعتِ اسلام ص: ۱۶۹

مدح وذم کا برابر ہونا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو ملک عراق پر لشکر کشی کے لیے روانہ فرمایا تو اس موقع پر آپ کو کچھ ہدایات دیں ان ہدایتوں میں ایک اہم ہدایت یہ تھی:

''اللہ تعالیٰ قلوب میں خاص اوصاف اور عمدہ کیفیات راسخ فرما دیتا ہے جن کے بعض ظاہر آثار ہیں اور بعض مخفی۔ ظاہر تو یہ ہیں کہ حق کی اتباع میں کسی کی مدح وذم کی پروا باقی نہ رہے اور مخفی یہ ہیں کہ حکمت کا دروازہ اس پر کھول دیا جاتا ہے اور اس کا ظہور زبان کے ذریعہ سے ہونے لگتا ہے اور وہ محبوب خلائق بن جاتا ہے''۔ [1]

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہدایات ذکر کرنے کے بعد ان کے نتائج کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا کہ حامد و ذام حق کے معاملہ میں یکساں ہوں۔ کہنے اور سننے میں یہ دو لفظ ہیں مگر فی الواقع شریعت و طریقت کا خلاصہ یہی ہے، کوئی شخص اس مقام تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ سوائے رضائے مولیٰ اور طلب حق اس کے قلب میں کسی امر کی گنجائش نہ رہی ہو، جب تک غیر خدا کا کچھ بھی لگاؤ رہے گا کبھی اس مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اہل تصوف کا تمام ریاضات و مجاہدات سے یہی مطلب ہوتا ہے''۔

---

[1] اشاعت اسلام ص: ۲۳۹

ایک مرتبہ شیخ العرب والعجم قطب عالم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ نے مکہ معظّمہ سے اپنے خلیفہ خاص حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ کو تحریر فرمایا کہ: ''عرصہ سے آپ نے اپنے خیالات تحریر نہیں فرمائے''۔

اس کے جواب میں حضرت مولانا نے بہت سی اظہار ندامت و اعتراف تقصیر کے بعد نہایت مختصر لفظوں میں تحریر فرمایا کہ:

''اپنے اندر چند باتیں پاتا ہوں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ مادح وذام یکساں ہیں''۔ (تذکرۃ الرشید ۲/ ۱۸۸)

جس روز یہ جواب حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں پہنچا تو حاضرین مجلس کا بیان ہے کہ فرط مسرت سے حضرت پر وجد کی سی کیفیت طاری تھی اور بار بار فرماتے تھے کہ یہ باتیں کس کو نصیب ہوتی ہیں؟

جن لوگوں کو حضرت مولاناؒ کی کفش برداری کا موقع ملا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ مولاناؒ کا اصلی اور بے تکلف حال یہی تھا جو تحریر فرمایا کسی کی مدح وذم سے ذرا بھی متغیر نہ ہوتے تھے اور امر حق کے اظہار میں کسی کی پروا نہ کرتے تھے اور یہی اظہار حق اور تصلب فی الدین ہے جو علمائے ربانیین کو صحابہؓ سے ورثہ میں ملا ہے جس کا نام تعصب و تنگ خیالی رکھا گیا۔ [1]

نَحنُ قَومٌ اَعَزَّنَا اللّٰہُ بالِاسلَام:

مذکورہ عنوان میں جو جملہ ذکر کیا گیا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''ہم ایسے

[1] اشاعت اسلام ص: ۲۷۸

لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اسلام سے عزت دی ہے"۔ یہ جملہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وہ مشہور جملہ ہے جو آپ نے "بیت المقدس" کے سفر میں اس وقت ارشاد فرمایا تھا جبکہ آپ کے استقبال کے لیے آنے والے صحابہ کرام نے آپ کو انتہائی معمولی لباس پہنے اور نہایت معمولی سواری پر سوار دیکھ کر ترکی گھوڑا اور عمدہ و قیمتی لباس پیش کیا تھا۔ آپ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا "نَحْنُ قَوْمٌ اَعَزَّنَا اللّٰهُ بِالْاِسْلَامِ" ہم ایسے لوگ ہیں جنہیں خدا نے اسلام سے عزت بخشی ہے، اور لباس فاخرہ زیب تن فرمانے سے انکار کر دیا اور اسی لباس میں بیت المقدس داخل ہوئے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جس رنگ میں رنگے ہوئے تھے اور جس سادگی و فروتنی کو آپ نے اختیار کیا تھا عام صحابۂ کرام کا حال بھی وہی تھا جس کا ظہور موقع بموقع ہوتا رہتا تھا۔ تاریخ میں یہ بات محفوظ ہے کہ جنگ قادسیہ کے موقع پر جب رستم نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مطالبہ کیا کہ کچھ لوگ گفتگو کرنے کے لیے ہمارے پاس بھیج دیں تو آپ نے حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ کو بھیجا آپ، جب رستم کے دربار میں گئے تو آپ کے پھٹے پرانے کپڑے تھے اور تلوار کی میان پر چیتھڑے لپٹے ہوئے تھے مگر جب آپ نے پُرمغز اور مدلل گفتگو کی تو رستم اس سے مرعوب ہوا اور تمام افسروں کو تنہائی میں بلا کر جنگ سے باز رہنے اور اسلام قبول کر لینے کو کہا۔ افسروں نے حضرت ربعی بن عامرؓ کے کپڑوں پر طعن کرتے ہوئے کہا کہ ہم ایسے شخص کے دین کی طرف کبھی راغب نہیں ہونگے، رستم نے کہا "تمہاری عقلوں پر افسوس ہے اس کے کپڑوں کو دیکھتے ہو ذاتی اخلاق، جرأت و متانت اور گفتگو اور رائے کو نہیں دیکھتے، عرب اپنے برگزیدہ اوصاف کی حفاظت کرتے ہیں تمہاری طرح کپڑوں کی زیب و زینت کے درپے نہیں ہوتے"۔

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ اس پر تبصرہ فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''کوتاہ بینؔ اور حقیقت ناشناس ہمیشہ ظاہری طمطراق کی طرف مائل ہوتے ہیں اور وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اخلاق کی پاکیزگی اور نفوس کی تقدیس وتطہیر اصل چیز ہے ظاہر میں لباس کی زینت سے جلالتِ قدر و رفعتِ شان کا اندازہ کرتے ہیں اور حقیقت الامر اس کے بالکل برخلاف ہے''۔

حضرت امام شافعیؒ کا سَرَّمَنْ رَاٰی میں ایک حجام کی دکان پر گزر ہوا۔ آپ نے اس سے اصلاح بنانے کو فرمایا۔حجام اُمراء وزراء کی اصلاحیں بنا کر معقول اجرت لینے کا خوگر تھا، امام صاحب کے معمولی اور بوسیدہ اور میلے کپڑوں سے متنفر بھی ہوا اور یہ سمجھا کہ یہ تو خود سائل معلوم ہوتے ہیں مجھے کیا دینگے؟ اس نے اصلاح بنانے سے انکار کر دیا امام شافعیؒ انکار کی وجہ سمجھ گئے اپنے غلام کو جو ساتھ تھا ارشاد فرمایا کہ تیرے پاس کیا ہے؟ اس نے کہا دس دینار۔فرمایا اس حجام کو دیدو اور وہاں سے یہ اشعار پڑھتے ہوئے آگے بڑھے:

عَلَيَّ ثِيَابٌ لَوْيُبَاعُ جَمِيْعُهَا
بِفَلْسٍ لَكَانَ الْفَلْسُ مِنْهُنَّ اَكْثَرَا

وَفِيْهِنَّ نَفْسٌ لَوْيُقَاسُ بِمِثْلِهَا
جَمِيْعُ الْوَرٰى كَانَتْ اَجَلَّ وَاَخْطَرَا

وَمَا ضَرَّ حَدَّ السَّيْفِ اِخْلَاقُ غِمْدِهٖ
اِذَا كَانَ غَضَبًا حَيْثُ اَنْفَذْتَهُ بَرٰى

میرے بدن پر ایسے کپڑے ہیں کہ اگر ان کو فروخت کیا جائے تو ایک فلوس کے برابر بھی قیمت نہ ملے لیکن ان کے

اندر ایسا نفس ہے کہ اگر تمام مخلوق کا اس جیسے سے موازنہ کیا جائے تو اسی کا مرتبہ بڑھا رہے گا۔ تلوار کی دھار کے لیے میان کا بوسیدہ ہونا کیا مضر ہے اگر وہ ایسی تیز ہے کہ ہر چیز کے درمیان سے نکل جانے میں اشارہ کی منتظر ہے۔

ظاہر ہے کہ امام شافعیؒ مجتہد مطلق اور اپنے وقت کے فرد فرید امام ہیں خلیفہ وقت بھی ان کی تعظیم کرتا تھا مگر حجام نے کپڑوں کو دیکھ کر نفرت کا اظہار کیا اوران کے پاک اخلاق و اوصاف کا اس کو اندازہ نہ ہوا۔ امام جلیل الشان نے اس موقع پر جو کچھ فرمایا وہ خود سرائی میں داخل نہ تھا بلکہ اس عام غلط فہمی کو رفع کرنے کی غرض سے اس قدر فرمانے پر مجبور ہوئے اور جب کوئی دینی و شرعی ضرورت آپڑے تو ایسے اظہار کی اجازت ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اس ضرورت کے وقت فرعون [۱] سے فرمایا تھا:

"اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَائِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ"۔

مجھ کو زمین کے خزانوں کا منتظم و نگران مقرر کر دے، میں خوب محافظت کرنے والا اور جاننے والا ہوں۔

دس دینار عطا فرمانے کو بھی کوئی شخص اسراف پر محمول نہ کرے آپ کو ان عام خیالات کی اصلاح کے ساتھ یہ بھی دکھلانا تھا کہ اہل اللہ اور متوکلین علی اللہ کے نزدیک اشرفی اور روپیہ سب بے حقیقت ہیں۔ ایک دفعہ بعض ظاہر پرستوں نے

---

۱ مصر کے بادشاہ ریان بن ولید، اُس زمانہ میں ہر بادشاہِ مصر کو فرعون کہا جاتا تھا۔

حضرت جنیدؒ سے صوفیہ پر طعن کرتے ہوئے سوال کیا:
"مَابَالُهُمْ وَسِخَةٌ ثِيَابُهُمْ (ان کے کپڑے میلے کچیلے کیوں رہتے ہیں) جواب میں ارشاد فرمایا:
لٰكِنَّهَا طَاهِرَةٌ، جواب: لیکن وہ پاک رہتے ہیں۔
اس کا کوئی یہ مطلب نہ سمجھے کہ کپڑوں کا میلا رکھنا محمود امر ہے یا صوفیہ کا مسلک یہ ہے کہ کپڑے میلے پہنا کریں بلکہ حاصل جواب یہ ہے کہ ان لوگوں کو طہارت ثوب کا اہتمام ہوتا ہے۔نفاست و صفائی بہت عمدہ چیز ہے مگر اس جماعت کو جو دنیا سے منقطع اور بالکلیہ آخرت کی طرف راغب ہوتے ہیں اپنی مشغولی سے اس قدر فرصت نہیں ملتی کہ لباس کی نفاست کی طرف توجہ کریں اور چونکہ طہارت شرط عبادت ہے اس لیے اس سے غفلت نہیں کرتے۔اس کو بجنسہٖ ایسا ہی سمجھنا چاہئے جیسا حدیث شریف میں وارد ہے:
"رُبَّ اَشْعَثَ اِغْبَرَّ مَدْ فُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْاَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى لَاَبَرَّهٗ" (او کماقالؐ)
(بہت سے پراگندہ بال غبار آلودہ دروازوں پر سے ہٹا دیئے گئے ایسے مقبول ہوتے ہیں کہ اگر اللہ کے اوپر کسی بات کی قسم کھا بیٹھیں تو ان کی قسم پوری کر دی جائے)۔
اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ غبار آلودہ اور پراگندہ بال دروازوں پر سے دھکے دے کر ہٹا دیا جانا ایسی پسندیدہ باتیں ہیں کہ انکو اختیار کیا کرو۔ الغرض ظاہر بین لباس کو دیکھتے ہیں اور حقیقت شناس اخلاق اور اوصاف کو"۔ [1]

---

[1] اشاعتِ اسلام ص: ۲۵۹

اسم اعظم:

اللہ تعالیٰ کے اسماء گرامی میں سے ایک اسم مبارک ایسا ہے کہ اس کے ذریعہ جو دُعا بھی کی جاتی ہے قبول ہو جاتی ہے اس اسم کو ''اسمِ اعظم'' کہتے ہیں۔اسمِ اعظم کی بڑی برکات ہیں جن میں سے ایک بڑی برکت یہ ہے کہ اس کے ذریعہ مانگی جانیوالی ہر دُعا قبول ہوتی ہے۔

قرآن پاک میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے مصاحبین سے کہا کہ تم میں سے کون ہے جو بلقیس کا تختِ بلقیس کے آنے سے پہلے ہمارے پاس لے آئے تو اس پر ایک بڑے جن نے کہا کہ میں وہ تخت آپ کے اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے پہلے لا سکتا ہوں (مگر آپ نے اسے منظور نہیں کیا) اس پر وہ صاحب جن کے پاس کتاب کا علم تھا وہ بولے کہ میں جناب کے آنکھ جھپکنے سے بھی پہلے لا سکتا ہوں ۔ ان صاحب کے بارہ میں بہت سی تفاسیر میں لکھا ہے کہ یہ آصف بن برخیا تھے جو اپنے زمانہ کے صاحب کشف و کرامت بزرگ اور جناب سلیمان علیہ السلام کے وزیر تھے آپ ''اسم اعظم'' جانتے تھے اسی کے ذریعہ آپ نے دُعا کی تھی اور آن کی آن میں بلقیس کا تخت سینکڑوں میل کے فاصلہ سے آ گیا تھا۔

''اسم اعظم'' کونسا اسم ہے؟ قطعی طور پر اس کے بارہ میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دیگر بہت سی اہم چیزوں کی طرح اس کو بھی مخفی فرما دیا ہے اسی لیے اس اسم کی تعیین میں روایات مختلف وارد ہوئی ہیں کسی میں بھی طے کر کے نہیں بتلایا گیا، بظاہر یوں لگتا ہے کہ اس اسم کو مخفی کر دینے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت کارفرما ہے جس کا تقاضا یہی ہے کہ اسے مخفی رکھا جائے ظاہر نہ کیا جائے اس لیے کہ اس کے تحمل کے لیے بڑی اہلیت اور لیاقت کی ضرورت ہے جو عوام تو عوام خواص میں بھی نہیں پائی جاتی، اہلیت و لیاقت نہ ہونے کی وجہ

سے بسااوقات اس کے ذریعہ فائدہ ہونے کے بجائے نقصان ہو جاتا ہے جیسا کہ ایک بنی اسرائیلی عالم "بلعم بن باعورا" کے ساتھ قصہ پیش آیا کہ اس نے اسم اعظم کے ذریعہ اللہ کے جلیل القدر پیغمبر کے خلاف بددعاء کی جس کے نتیجہ میں اس کی حالت کتے جیسی ہوگئی۔ کتابوں کے اندر اس کی لیاقت و اہلیت نہ ہونے کے بہت سے واقعات پائے جاتے ہیں جن میں سے دو واقعات نذر قارئین کئے جاتے ہیں جن سے مذکورہ حقیقت کا اظہار ہوتا ہے:

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"اسم اعظم معلوم ہونے کے لیے بڑی اہلیت اور بڑے ضبط وتحمل کی ضرورت ہے، ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ ان کو اسم اعظم آتا تھا ایک فقیر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے تمنا و استدعا کی کہ مجھے بھی سکھا دیجئے۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ تم میں اہلیت نہیں ہے فقیر نے کہا کہ مجھ میں اس کی اہلیت ہے تو بزرگ نے فرمایا اچھا فلاں جگہ جا کر بیٹھ جاؤ اور جو واقعہ وہاں پیش آئے اس کی مجھے خبر دو۔ فقیر اس جگہ گئے، دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص گدھے پر لکڑیاں لادے ہوئے آرہا ہے سامنے سے ایک سپاہی آیا جس نے اس بوڑھے کو مار پیٹ کی اور لکڑیاں چھین لیں، فقیر کو اس سپاہی پر بہت غصہ آیا، واپس آکر بزرگ سے سارا قصہ سنایا اور کہا کہ مجھے اگر اسمِ اعظم آجاتا تو اس سپاہی کے لیے بددُعاء کرتا، بزرگ نے کہا کہ اس لکڑی والے ہی سے میں نے اسمِ اعظم سیکھا ہے"۔ [1]

---

[1] فضائل ذکر ص: ۱۱۷ مشمولہ فضائل اعمال طبع مکتبہ مدنیہ، لاہور

’’یوسف بن حسین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ اطلاع ملی کہ حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ اسم اعظم سے واقف ہیں میں اس مقصد کے لیے مکہ مکرمہ سے سفر کر کے ان کی خدمت میں (مصر کے شہر) جیزہ میں حاضر ہوا، جب انہوں نے مجھے ابتداءً دیکھا تو میری ڈاڑھی لمبی تھی، ہاتھ میں ایک بڑا ڈول تھا، ایک لنگی باندھے ہوئے اور ایک اوڑھے ہوئے تھا، پاؤں میں تسمہ دار جوتا پہنے ہوئے تھا۔ انہیں میری یہ حالت کچھ اچھی نہ لگی جب میں نے انہیں سلام کیا تو یوں لگا جیسے انہوں نے مجھے معمولی آدمی سمجھا ہے، میں نے ان میں بشاشت محسوس نہیں کی، میں نے جی میں کہا کہ تو کہاں آ گیا؟ خیر میں ان کے پاس بیٹھ گیا، جب دو یا تین روز گزرے تو ایک متکلم ان کے پاس آیا اور علم کلام میں ان سے بحث کرنے لگا نتیجۃً وہ ان پر غالب آ گیا۔ مجھے اس کا بڑا غم ہوا میں آگے بڑھا اور دونوں کے درمیان بیٹھ گیا۔ میں نے اس متکلم کو اپنی طرف مائل کیا اور اس سے بحث شروع کر دی حتیٰ کہ میں نے اسے کاٹ کر رکھ دیا۔ پھر میں نے ایسی دقیق باتیں کیں کہ وہ میرے کلام کو سمجھ بھی نہ سکا۔ حضرت ذوالنون کو اس پر بڑا تعجب ہوا، باوجودیکہ حضرت ذوالنون بڑے اور میں چھوٹا تھا وہ اپنی جگہ سے اٹھے اور میرے سامنے آ کر بیٹھ گئے کہنے لگے کہ میں تم سے معذرت خواہ ہوں میں تمہارا علمی مرتبہ و مقام نہیں جان سکا تھا۔ اب میرے ہاں لوگوں میں تم سب

سے زیادہ معزز و محترم ہو،اس کے بعد وہ ہمیشہ میری تعظیم کرتے رہے اور اپنے تمام اصحاب پر مجھے رفعت بخشتے رہے،حتی کہ اسی حالت پر میں ان کے یہاں پورا ایک سال رہا۔ ایک سال پورا ہونے کے بعد میں نے کہا: اے اُستاذ میں ایک مسافر آدمی ہوں اب گھر والوں سے ملنے کو جی چاہ رہا ہے۔ایک سال میں جناب کی خدمت میں رہ چکا ہوں،آپ پر میرا حق بھی ہے، مجھے بتلایا گیا ہے کہ آپ اسم اعظم جانتے ہیں ، آپ مجھے آزما چکے ہیں مجھے جانتے بھی ہیں اگر واقعی آپ کو اسم اعظم معلوم ہے تو مجھے (ضرور) سکھلا دیجئے۔ وہ خاموش ہو گئے اور مجھے کچھ جواب نہیں دیا، مجھے یہ وہم ہوا کہ شاید آپ نے مجھے وہ سکھلا دیا ہے اور بتلایا نہیں خیر چھ مہینے اسی خاموشی میں اور گزر گئے، چھ ماہ بعد آپ نے فرمایا: ابو یعقوب کیا تم ہمارے فلاں دوست کو نہیں جانتے جو فسطاط میں رہتا ہے اور ہمارے پاس آتا جاتا رہتا ہے یہ اس کا نام ہے میں نے کہا کہ کیوں نہیں میں اسے جانتا ہوں آپ میرے پاس ایک طبق لائے جس پر سرپوش ڈھکا ہوا تھا اور رومال لپٹا ہوا تھا۔فرمایا یہ لیجاؤ اور فسطاط میں جس دوست کا میں نے تم سے تذکرہ کیا ہے اسے پہنچا آؤ۔میں نے طبق اٹھایا اور لیکر چلدیا مجھے وہ طبق بڑا ہی ہلکا محسوس ہوا اور یوں لگا جیسے اس میں کچھ بھی نہیں ہے۔جب میں فسطاط اور جیزہ کے درمیان پُل پر پہنچا تو میرے جی میں خیال آیا کہ ذوالنون ایک شخص کے پاس

ایک طبق میں ہدیہ بھیج رہے ہیں جو کہ خالی ہے یہ کیا قصہ ہے طبق کو کھول کر دیکھنا چاہیئے۔میں نے رومال کھولا اور سرپوش ہٹایا اچانک اس میں سے ایک چوہا نکل کر بھاگا۔ اس پر مجھے بڑا غصہ آیا اور میں نے کہا کہ ذوالنون نے مجھ سے مذاق کیا ہے۔اس وقت میرے وہم میں بھی وہ بات نہ آئی جس کا انہوں نے ارادہ کیا تھا میں غصہ میں بھرا ہوا واپس لوٹا۔جب ذوالنون نے مجھے دیکھا تو مسکرائے اور قصہ سمجھ گئے، فرمایا: اے مجنون میں نے ایک چوہا تیرے پاس امانت رکھوایا تھا تو نے اسی میں خیانت کر لی، اسم اعظم تیرے پاس کیوں کر امانت رکھوں یہاں سے اُٹھو اور جاؤ آج کے بعد میں تمہیں نہ دیکھوں ناچار میں وہاں سے چلا آیا'' [۱]

حضرت بہلولؒ کا نصیحت آموز واقعہ:

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم بیان فرماتے ہیں:

''ایک بزرگ گزرے ہیں حضرت بہلول مجذوب رحمتہ اللہ علیہ۔یہ مجذوب قسم کے بزرگ تھے۔بادشاہ ہارون رشید کا زمانہ تھا۔ہارون رشید ان مجذوب سے ہنسی مذاق کرتا رہتا تھا۔اگرچہ مجذوب تھے لیکن بڑی حکیمانہ باتیں کیا کرتے تھے۔ ہارون رشید نے اپنے دربانوں سے کہہ دیا تھا کہ جب یہ مجذوب میرے پاس ملاقات کے لیے آنا چاہیں تو ان کو آنے دیا جائے ان کو روکا نہ جائے۔چنانچہ جب ان کا دل چاہتا دربار میں پہنچ جاتے۔ایک دن یہ

---

[۱] روض الریاحین عربی ص: ۲۵۳

دربار میں آئے تو اس وقت ہارون رشید کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ ہارون رشید نے ان مجذوب کو چھیڑتے ہوئے کہا کہ بہلول صاحب! آپ سے میری ایک گزارش ہے۔ بہلول نے پوچھا کیا ہے؟ ہارون رشید نے کہا کہ میں آپ کو یہ چھڑی بطور امانت کے دیتا ہوں اور دنیا کے اندر آپ کو اپنے سے زیادہ کوئی بیوقوف آدمی ملے اس کو یہ چھڑی میری طرف سے ہدیہ میں دے دینا۔ بہلول نے کہا بہت اچھا۔ یہ کہہ کر چھڑی رکھ لی۔ بادشاہ نے تو بطور مذاق کے چھیڑ چھاڑ کی تھی۔ اور بتانا یہ مقصود تھا کہ دنیا میں تم سب سے زیادہ بیوقوف ہو۔ تم سے زیادہ بیوقوف کوئی نہیں ہے۔ بہر حال بہلول وہ چھڑی لے کر چلے گئے۔

اس واقعہ کو کئی سال گزر گئے۔ ایک روز بہلول کو پتہ چلا کہ ہارون رشید بہت سخت بیمار ہیں اور بستر سے لگے ہوئے ہیں اور علاج ہو رہا ہے لیکن کوئی فائدہ نہیں ہو رہا ہے۔ یہ بہلول مجذوب بادشاہ کی عیادت کے لیے پہنچ گئے اور پوچھا کہ امیر المومنین کیا حال ہے؟ بادشاہ نے جواب دیا کہ حال کیا پوچھتے ہو سفر درپیش ہے۔ بہلول نے پوچھا کہاں کا سفر درپیش ہے؟ بادشاہ نے جواب دیا کہ آخرت کا سفر درپیش ہے دنیا سے اب جا رہا ہوں۔ بہلول نے سوال کیا۔ کتنے دن میں واپس آئیں گے؟ ہارون نے کہا بھائی یہ آخرت کا سفر ہے۔ اس سے کوئی واپس نہیں آیا کرتا۔ بہلول نے کہا اچھا آپ واپس نہیں آئیں گے تو آپ نے

سفر کے راحت اور آرام کے انتظامات کے لیے کتنے لشکر اور فوجی آگے بھیجے ہیں؟ بادشاہ نے جواب میں کہا تم پھر بیوقوفی جیسی باتیں کر رہے ہو۔ آخرت کے سفر میں کوئی ساتھ نہیں جایا کرتا، نہ باڈی گارڈ جاتا ہے نہ لشکر، نہ فوج اور نہ سپاہی جاتا ہے۔ وہاں تو انسان تنہا ہی جاتا ہے۔ بہلول نے کہا کہ اتنا لمبا سفر کہ وہاں سے واپس بھی نہیں آنا ہے۔ لیکن آپ نے کوئی فوج اور لشکر نہیں بھیجا حالانکہ اس سے پہلے آپ کے جتنے سفر ہوتے تھے۔ اس میں انتظامات کے لیے آگے سفر کا سامان اور لشکر جایا کرتا تھا۔ اس سفر میں کیوں نہیں بھیجا؟ بادشاہ نے کہا کہ نہیں۔ یہ سفر ایسا ہے کہ اس سفر میں کوئی لاؤ لشکر اور فوج نہیں بھیجی جاتی۔ بہلول نے کہا بادشاہ سلامت آپ کی ایک امانت بہت عرصے سے میرے پاس رکھی ہے۔ وہ ایک چھڑی ہے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ مجھ سے زیادہ کوئی بیوقوف تمہیں ملے تو اس کو دیدینا۔ میں نے بہت تلاش کیا لیکن مجھے اپنے سے زیادہ بیوقوف آپ کے علاوہ کوئی نہیں ملا۔ اس لیے کہ میں یہ دیکھا کرتا تھا کہ اگر آپ کا چھوٹا سا بھی سفر ہوتا تھا تو مہینوں پہلے سے اس کی تیاری ہوا کرتی تھی۔ کھانے پینے کا سامان، خیمے، لاؤ لشکر، باڈی گارڈ سب پہلے سے بھیجا جاتا تھا اور اب یہ اتنا لمبا سفر جہاں سے واپس بھی نہیں آنا ہے اس کے لیے کوئی تیاری نہیں ہے۔ آپ سے زیادہ دنیا میں مجھے کوئی بے وقوف نہیں ملا۔ لہٰذا آپ کی یہ امانت آپ کو واپس کرتا ہوں۔

یہ سن کر ہارون رشید رو پڑا۔اور کہا بہلول! تم نے سچی بات کی۔ساری عمر ہم تم کو بیوقوف سمجھتے رہے۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ حکمت کی بات تم نے ہی کہی۔واقعی ہم نے اپنی عمر ضائع کر دی اور اس آخرت کے سفر کی کوئی تیاری نہیں کی‘‘۔ [۱]

مال کی محبت کے شکار ایک یہودی کا عبرتناک واقعہ:

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی بیان فرماتے ہیں:

’’حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک یہودی کا قصہ لکھا ہے کہ اس نے مال و دولت کے بہت خزانے جمع کر رکھے تھے ایک دن وہ خزانے کا معائنہ کرنے کے ارادہ سے چلا، خزانے پر چوکیدار بٹھایا ہوا تھا لیکن وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کہیں چوکیدار خیانت تو نہیں کر رہا ہے۔اس لیے چوکیدار کو اطلاع دیئے بغیر وہ خود اپنی خفیہ چابی سے خزانے کا تالا کھول کر اندر چلا گیا۔چوکیدار کو پتہ نہیں تھا کہ مالک معائنہ کے لیے اندر گیا ہوا ہے۔اس نے جب یہ دیکھا کہ خزانے کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔اس نے آکر باہر سے تالا لگا دیا۔اب وہ مالک اندر معائنہ کرتا رہا۔خزانے کی سیر کرتا رہا۔جب معائنے سے فارغ ہو کر باہر نکلنے کے لیے دروازے کے پاس آیا تو دیکھا کہ دروازہ باہر سے بند ہے۔اب اندر سے آواز لگاتا ہے تو آواز باہر نہیں جاتی۔اس خزانے کے اندر سونا چاندی کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔لیکن بھوک مٹانے کے لیے ان کو کھا نہیں سکتا تھا پیاس لگ رہی ہے لیکن ان کے ذریعہ اپنی

---

[۱] اصلاحی خطبات ج:۷ص:۲۳۶

پیاس نہیں بجھا سکتا۔حتی کہ اس خزانے کے اندر بھوک اور پیاس کی شدت سے تڑپ تڑپ کر جان دیدی اور وُہی خزانہ اس کی موت کا سبب بن گیا"۔ [1]

ایفاء عہد اور ہُرمزان کا اسلام:

"ہرمزان فارس کے ان سات مشہور گھرانوں میں سے ایک خاندان کا معزز ممبر تھا جو فارس بھر میں چوٹی کے شریف اور خاندانی نواب کہلاتے تھے۔ہرمزان اپنے ذاتی جوہروں میں بھی ممتاز تھا۔اسی وجہ سے قادسیہ کے معرکہ میں میمنہ کی کمان جس میں تقریباً بیس ہزار نبرد آزما تھے اس کے سپرد تھی۔جنگ قادسیہ کا فیصلہ فارس کے برخلاف ہو چکا تو ہرمزان نے بھی بھاگ کر جان بچائی۔اہواز پہنچ کر وہاں کی خودمختارانہ حکومت سنبھال لی اور مسلمانوں پر غارت گرانہ حملے شروع کردیے،متعدد بار لشکر اسلام کے حملوں سے مغلوب ہوکر صلح کی اور جزیہ دینا قبول کیا۔لیکن ہرمزان کو عہد شکنی کی عادت پڑی ہوئی تھی اس لیے ہر دفعہ عہد کو توڑ کر آمادۂ جنگ ہوا،ایک بار وہ مقابلہ پر آیا اور شکست کھا کر گرفتار ہوا اور دربار فاروقی میں پیش کیا گیا۔

"حضرت عمرؓ نے ہرمزان سے فرمایا کہ تیرے پاس بار بار عہد شکنی اور مسلمانوں کے اذیت پہنچانے،ان کو قتل و ہلاک کرنے کا کیا جواب اور کیا عذر ہے؟ ہرمزان نے کہا میں بوجہ اندیشہ قتل اپنا عذر و جواب بیان نہیں کر سکتا،اگر آپ

---

[1] اصلاحی خطبات ج:۸،ص:۶۱

امن دیں تو بیان کروں۔آپ نے فرمایا **لاتخف** (اندیشہ مت کرو) اس کے بعد اس نے پینے کے واسطے پانی طلب کیا جو ایک بھدے بدہیئت لکڑی کے پیالہ میں لا کر دیا گیا۔اس نے کہا اگر میں پیاس سے مر بھی جاؤں گا تب بھی ایسے پیالہ میں پانی نہیں پی سکتا،اس پر اس کی مرضی کے موافق گلاس میں لا کر پانی دیا گیا۔اس نے گلاس ہاتھ میں لے کر سخت مضطربانہ انداز سے کہا ،مجھے اندیشہ ہے کہ پانی پینے کی حالت میں قتل نہ کر دیا جاؤں۔آپ نے فرمایا: "**لاباس علیک حتی تشربه**"۔پانی پینے تک کچھ اندیشہ نہیں ہے۔"ہرمزان نے یہ سن کر پانی گرا دیا۔آپ نے فرمایا۔ **اعیدوا علیه ولاتجمعوا علیه بین القتل و العطش** (اس کو اور پانی دے دو۔پیاس اور قتل کو اس کے لیے جمع مت کرو) ہرمزان نے کہا کہ مجھے پانی پینا منظور نہیں، نہ پیاس ہے۔مجھے تو اس بہانے سے امن حاصل کرنا تھا۔آپ نے فرمایا میں تجھے قتل کیے بغیر نہ چھوڑوں گا۔اس نے کہا آپ مجھے امن دے چکے۔فرمایا ہرگز امن نہیں دیا۔اس پر حضرت انسؓ بولے امیر المومنین ! یہ سچ کہتا ہے آپ نے اس کو امن دیا ہے۔آپ نے فرمایا کیا میں براء بن مالک اور مجزہ بن ثور جیسے لوگوں کے قاتل کو امن دے سکتا ہوں؟ تم یا تو اس کی کوئی دلیل بیان کرو ورنہ تم کو بھی باطل کی تائید کی وجہ سے تنبیہ کی جائے گی۔حضرت انسؓ نے فرمایا آپ اس کو فرما چکے ہیں "**لاباس علیک حتی تخبرنی ولاباس**

علیک حتی تشربه" (جب تک تو بیان نہ کر دے کچھ اندیشہ نہیں اور جب تک پانی نہ پی لے کچھ اندیشہ نہیں)۔ دوسرے حاضرین مجلس نے بھی حضرت انسؓ کی تائید کی۔اس پر حضرت عمرؓ نے سکوت فرمایا۔اور ہرمزان سے ارشاد فرمایا :"خدعتنی ولاانخدع الالمسلم"۔ (تو نے مجھے دھوکہ دیا اور میں تو کسی مسلمان ہی کے دھوکہ میں آسکتا ہوں)۔ ہرمزان اس تدبیر سے امن حاصل کر کے مطمئن ہونے کے بعد مسلمان ہو گیا اور حضرت عمرؓ نے اس کے واسطے عطا میں وہ درجہ مقرر فرمایا جو بڑے رتبہ والے مسلمانوں کے واسطے تھا یعنی دو ہزار والوں میں نام لکھا گیا"۔ [1]

خوبصورت مزاح کا ایک پُرلطف واقعہ:

حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ دنیا میں تشریف فرما ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چند صحابہ کو ساتھ لے کر سفر کیا۔حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بھائی کسی کو امیر مقرر کر لو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ سے زیادہ افضل ہم میں کون ہے کہ جسے امیر بناویں آپ افضل الصحابہ ہیں۔ فرمایا کہ میں اس قابل نہیں ہوں،کوئی اور بن جائے۔عرض کیا کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا ہے،آخر کار سب نے مل کر حضرت صدیق اکبرؓ کو ہی امیر بنا دیا۔ حضرت نے فرمایا کہ جب

---

[1] اشاعت اسلام ص: ۳۱۶

میں امیر بن گیا تو اطاعت کرو گے۔عرض کیا کہ لازمی طور پر کرینگے۔عہد و پیمان لیا کہ منحرف تو نہیں ہو گے عرض کیا کہ قطعاً نہیں۔جب منزل پر پہنچے تو سب کے بستر کھول کر بچھانے شروع کئے۔لوگوں نے کہا حضرت ہم بچھائیں گے فرمایا کہ امیر کے کام میں دخل مت دو۔امیر کی اطاعت واجب ہے کسی کو بسترہ نہیں بچھانے دیا۔کبھی جگہ صاف کر رہے ہیں کبھی کپڑے بچھا رہے ہیں جہاں کوئی آیا کہ حضرت میں کروں گا یہ کام، فرماتے کہ میں امیر ہوں امیر واجب الاطاعت ہوتا ہے۔لوگ عاجز آگئے، کھانا پکانے کا وقت آتا تو جنگل سے لکڑیاں لا رہے ہیں کبھی بازار میں گوشت خریدنے جا رہے ہیں۔لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت، ہم یہ کام کرینگے۔فرمایا کہ امیر کے کام میں دخل مت دو۔لوگ عاجز آگئے کہ ہم کس مصیبت میں گرفتار ہو گئے کہ ہمارے امام، مقتداء بڑے اور ساری خدمات انجام دے رہے ہیں ہمارے جوتے بھی سیدھے کر رہے ہیں، بستر بھی بچھا رہے ہیں، کھانا بھی پکا رہے ہیں اور کوئی بول بھی نہیں سکتا اور جہاں کوئی بولا تو انہوں نے کہا کہ میں امیر ہوں واجب الاطاعت ہوں اس لیے لوگ عاجز آگئے۔اس سفر میں ایک لطیفہ بھی پیش آیا وہ بھی سنا دوں گو مضمون سے متعلق نہیں مگر اس واقعہ کا جز ہے کہ ایک روز حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کھانا وغیرہ پکا دیا مگر کسی کو ہاتھ نہیں لگانے دیا کسی کام سے باہر تشریف لے گئے۔ ایک

صحابیؓ کو بھوک بے تحاشہ لگی۔ انہوں نے کھانے کے نگران سے کہا کہ بھائی! کم از کم مجھے ایک روٹی دے دو۔ مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے۔ مجھ سے تو اُٹھا بھی نہیں جاتا۔ نگران نے کہا جب تک امیر نہیں آئیں گے اور ان کی اجازت نہیں ہوگی تو میں کھانا نہیں دوں گا۔ اُنہوں نے بہت منت سماجت کی کہ بھائی مجھ پر ضعف طاری ہو رہا ہے۔ بھوک ستا رہی ہے۔ ایک آدھ روٹی دے دو۔ کچھ سہارا ہوگا اُنہوں نے پھر انکار کیا اور ان کو روٹی نہیں دی تو صحابہ جیسے مقدس ہیں ویسے ہی طبائع کے اندر خوش طبعی بھی ہے۔ فرمایا اچھا میں تجھے سمجھوں گا، نہ دے تو روٹی، اسی حال میں بھوکے بیٹھے رہے، کچھ دیر کے بعد وہ جنگل کی طرف اُٹھ کر چلے۔ اچانک دیکھا کہ ایک دیہاتی اُونٹ پر بیٹھا ہوا آرہا ہے...... وہ گاؤں کا مکھیا تھا۔ لباس سے ہی معلوم ہو رہا تھا کہ کوئی گاؤں کا بڑا آدمی ہے اور اچھی خاصی بڑی عمدہ اُونٹنی پر سوار ہو کر آرہا ہے۔ ان صحابی نے کہا کہ چودھری صاحب کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ مجھے ایک غلام خریدنا ہے کھیتی باڑی کے کام کے لیے۔ انہوں نے کہا کہ میرے پاس غلام موجود ہے اور پانچ سو درہم میں بیچ سکتا ہوں۔ چودھری صاحب نے کہا کہ پانچ سو درہم کوئی بڑی بات نہیں ہے اگر غلام اچھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بہت سمجھدار ہے۔ معاملہ طے ہو گیا اور پانچ سو درہم لے کر اشارہ انکی طرف کیا جنہوں نے روٹی نہیں دی تھی کہ وہ بیٹھا ہوا ہے اس کو

جا کر پکڑ لو۔اور یہ بھی کہہ دیا کہ اس کے دماغ میں تھوڑی سی سنک ہے، جب کوئی پکڑنے جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں غلام کب ہوں؟ میں تو آزاد ہوں۔اسکا خیال نہ کیجیو۔

انہوں نے کہا کہ سمجھ گیا بعضوں کے دماغ میں ہوا کرتی ہے ایسے ہی انہوں نے کہا کہ چلاّئے گا بھی کہ میں غلام کب ہوں؟ میں تو حر ہوں، آزاد ہوں، اس کا بھی خیال نہ کیجیو۔ یہ اس کی عادت ہے انہوں نے کہا میں سمجھ گیا ہوں۔

چودھری صاحب نے جا کر اس کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ چل میرے ساتھ۔ اس نے کہا کہ کہاں چلوں؟ چودھری صاحب نے کہا کہ میرے گھر۔اس نے کہا کہ کیوں؟ کہنے لگا کہ میں نے تجھے خریدا ہے۔اس نے کہا کہ واللہ میں غلام نہیں ہوں میں تو آزاد ہوں۔اس نے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ تیری عادت یہی ہے۔اب یہ چلاّ رہا ہے کہ میں آزاد ہوں، حر ہوں۔ مگر چودھری صاحب نے ایک نہ سنی۔ چودھری صاحب چونکہ طاقتور تھے اس نے زبردستی اٹھا کر اونٹ پر سوار کیا اور لے جانا شروع کیا اور اس نے ہائے وائے شروع کی کہ مجھے غلام بنا دیا میں تو آزاد ہوں۔اس نے کہا کہ میں تیری ساری داستان سن چکا ہوں تیری عادت ہی یہ ہے۔

ادھر سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ چلے آرہے تھے، ان کو دیکھ کر وہ صحابی چلاّئے کہ امیرالمومنین! میرا تو ناطقہ بند کر دیا ہے اور مجھے غلام بنا دیا ہے اور یہ چودھری مجھے لیے جا رہا ہے۔ صدیق اکبرؓ کا سبھی لوگ احترام کرتے تھے۔

چودھری اُترا سواری سے اور سلام عرض کیا۔حضرت نے فرمایا کہ بھائی یہ تو میرا ساتھی ہے اسے تو کہاں لیے جا رہا ہے؟ کہنے لگا حضرت جی! میں نے تو اسے پانچ سو درہم میں خریدا ہے یہ غلام ہے۔ فرمایا کہ یہ غلام نہیں یہ تو آزاد ہے یہ کس نے بیچا ہے؟ اشارہ کیا کہ فلاں صاحب نے بیچا ہے۔میں نے رقم بھی اُن کو ہی دی ہے۔انہوں نے کہا تھا کہ غلام موجود ہے لے جاؤ!

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ کسی نے مذاق کیا ہے اِن کے ساتھ، جب واپس آئے تو جنہیں روٹی نہیں ملی تھی انہوں نے آنکھ سے اشارہ کر کے کہا کہ اب کہو کیا حال ہے؟ تو نے مجھے روٹی سے عاجز کر رکھا تھا اب بتا؟

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب پہنچے تو فرمایا کہ کیا واقعہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت مجھے بھوک لگ رہی تھی میں نے اس کی بہت منت سماجت کی کہ بھائی آدھی ہی روٹی دے دو کچھ سہارا ہو جائیگا۔ اس نے کہا کہ جب تک امیر نہیں آئیں گے میں نہیں دونگا تو میں نے بھی ایک مذاق کیا کہ اس کو پانچ سو درہم میں بیچ دیا۔تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بہت ہنسے، وہ پانچ سو درہم واپس کئے گئے جب اس کی گلو خلاصی ہوئی۔

یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سنایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسکرائے اور منہ پر رومال رکھ لیا۔جب بھی اس واقعہ کا ذکر آتا تو حضور مسکراتے اور منہ پر رومال رکھ لیتے۔گویا یہ عجیب لطیفہ بن گیا۔“ [1]

---

[1] وعظ امارت شرعیہ کا قیام مشمولہ خطبات طیب ص: ۲۲۵

طاعتِ حق کے ثمرات:

فارسی کے ایک شاعر کا شعر ہے ؎

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ ◂ کہ گردن نہ پیچد زحکم تو ہیچ

یعنی اے بندے تو اللہ کے حکم سے گردن نہ موڑ نتیجۃً کوئی چیز بھی تیرے حکم سے گردن نہیں موڑے گی۔ مطلب یہ ہے کہ اگر بندہ صحیح معنیٰ میں اللہ کا تابع ہو جاتا ہے تو ہر چیز اللہ کے بندے کے تابع ہوجاتی ہے جو وہ اسے کہتا ہے وہ کرتی ہے اس سے سرتابی نہیں کرتی، اس شعر کے ہم معنی ایک اور شعر ہے ؎

ہر کہ ترسد از حق و تقوای گزید ◂ ترسد از وے جن وانس وہر کہ دید

یعنی جو شخص اللہ سے ڈرتا اور تقوای اختیار کرتا ہے اس سے جن وانس اور جو کوئی دیکھتا ہے ڈرتا ہے،ان اشعار میں حقیقت کی ترجمانی کی گئی ہے حقیقت یہی ہے کہ جب بندہ اللہ کے حکموں کے تابع ہو جاتا ہے اور اللہ کے حضور میں تقوای اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا کی تمام چیزوں کو اس کے تابع کر دیتے ہیں چنانچہ وہ تمام چیزیں اس کے سامنے مسخر اور اس سے ڈرنے لگتی ہیں ،تاریخ عالم میں ہمارے اسلاف و اکابر کے ڈھیروں واقعات ملتے ہیں جن سے اس حقیقت کا اظہار ہوتا ہے ذیل میں چند واقعات درج کئے جاتے ہیں جو عبرت انگیز ہونے کے ساتھ ساتھ سبق آموز بھی ہیں۔

حضرت عمرؓ کا دریاءِ نیل کے نام خط:

حضرت امام سیوطی رحمہ اللہ (م ۹۱۱ھ) ابوالشیخ کی کتاب العظمت کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں:

”جب (حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں)
مصر فتح ہوا (اور آپ اس کے گورنر بنےؓ) تو عجمی مہینوں میں

سے ایک مہینے (جون) کی پہلی تاریخ کو مصر کے قدیم باشندوں کا ایک وفد حضرت عمروؓ بن العاص کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ: جناب امیر ہمارے دریاء نیل کو ایک ایسی عادت پڑی ہوئی ہے کہ اگر اسے پورا نہ کیا جائے تو وہ چلتا نہیں، حضرت عمروؓ نے دریافت فرمایا کہ وہ کیا؟ کہنے لگے جب اس مہینے (جون) کی گیارہ تاریخ ہوتی ہے تو ہم ایک نوجوان لڑکی اس کے والدین کو راضی کر کے لے لیتے ہیں اور اسے اعلیٰ درجے کے کپڑے اور زیورات پہنا کر دریاء نیل میں ڈال دیتے ہیں (اس طرح وہ خوب بہنے لگتا ہے) حضرت عمروؓ نے فرمایا: اسلام میں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، کیونکہ اسلام سابقہ تمام جاہلانہ رسموں کو ختم کر دیتا ہے، وفد یہ سن کر چلا گیا اور ہوا یونہی کہ دریاء نیل کی روانی رک گئی (اور وہ خشک ہو گیا) یہاں تک کہ لوگ وہاں سے دوسرے مقامات کی طرف منتقل ہونے کا ارادہ کرنے لگے، حضرت عمروؓ بن عاص نے جب یہ صورتِ حال دیکھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بارہ میں خط لکھا، حضرت عمرؓ نے جواب تحریر فرمایا کہ تم نے ٹھیک کیا۔ اسلام یقیناً سابقہ تمام جاہلانہ رسموں کو ختم کر دیتا ہے، میں تمہارے پاس اپنے خط کے ساتھ ایک علیحدہ پرچہ بھیج رہا ہوں اسے دریائے نیل میں ڈال دینا، جب حضرت عمرؓ کا خط حضرت عمروؓ بن عاص کو ملا اور انہوں نے اس میں رکھے ہوئے پرچہ کو کھول کر دیکھا تو اس میں لکھا تھا۔

"مِنْ عَبْدِاللّٰهِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِلٰى نِيْلِ مِصْرَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنْ كُنْتَ تَجْرِىْ مِنْ قِبَلِكَ فَلَا تَجْرِ وَاِنْ كَانَ اللّٰهُ يُجْرِيْكَ فَاَسْأَلُ اللّٰهَ الْوَاحِدَ الْقَهَّارَ اَنْ يُّجْرِيَكَ" اللہ کے بندے امیر المومنین عمر بن خطاب کی جانب سے مصر کے دریاء نیل کے نام، حمد وصلوٰۃ کے بعد (اے دریاءِ نیل) اگر تو تو اپنی مرضی سے چلتا ہے تو چلنا بند کر دے اور اگر اللہ تجھے چلاتا ہے تو ہم اللہ واحد و قہار سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ تجھے چلا دے، حضرت عمروؓ بن عاص نے یہ پرچہ نصاریٰ کی عید صلیب سے ایک دن پہلے دریاءِ نیل میں ڈال دیا، لوگوں نے جب جا کر دیکھا تو پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے دریاء نیل کو چلا دیا ہے اور ایک ہی رات میں اس کی سطح سولہ ذراع بلند ہوگئی ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ نے اہل مصر کے اس پرانے رواج کو ختم فرما دیا"۔ [1]

دارِ بن کی فتح اور سمندر کا خشک ہو جانا:

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"اہل بحرین کے مرتد ہونے اور حضرت علاء بن الحضرمیؓ کا ان کے مقابلہ کے لیے مامور ہونے اور مسلمانوں کی غیبی تائید کا عجیب واقعہ پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ مرتدین کو اس جگہ کامل شکست ہوئی، اکثر تو ان میں کے مقتول ہوئے اور جو بچے کھچے تو دوسری جانب کو بھاگ گئے اور بہت سے خلیج دار بن میں پناہ گزیں ہوئے۔

---

[1] تاریخ الخلفاء عربی ص: ۱۲۷ طبع مصر

دار بن ایک بستی ہے جو سمندر کے کنارہ سے جہاز پر سفر کرنے والوں کے واسطے ایک رات دن کی مسافت پر واقع ہے۔وہاں پہلے بھی دشمنان اسلام کا اجتماع تھا اور اب شکست خوردہ مرتدین کی جماعت پہنچ گئی تو ایک خوف ناک قوت کا اضافہ ہو گیا حضرت علاءؓ صورت حال کو دیکھ کر متردد ومتفکر تھے، اگر دار بن پر حملہ کرتے ہیں تو اندیشہ ہے کہ دشمن عقب سے آکر اہل بحرین پر حملہ کر دیں اور اگر دار بن کو اسی حال پر چھوڑتے ہیں تو یہ قوت دن بدن ترقی پا کر زیادہ خوف ناک ہو جائیگی اس لیے آپؓ نے اول تو ان قبائل کو جو فتنۂ ارتداد میں شریک نہ ہوئے تھے لکھا کہ مرتدین اور منہزمین کے راستوں کو روک دیں، ان میں سے کوئی بحرین کی طرف آنے نہ پائے،ان لوگوں نے اس کا کامل بندوبست کر کے جواب لکھا اور حضرت علاءؓ کو اس طرف سے اطمینان ہو گیا تو دار بن کا قصد فرمایا۔

دار بن پر حملہ کرنے کے واسطے جہازوں اور کشتیوں کی ضرورت تھی اور مسلمانوں کے پاس اس قسم کا سامان بالکل نہ تھا مگر حضرت علاءؓ ایسے شخص نہ تھے جن کو سمندر کی ہیبت ناک صورت ڈرا دیتی آپ نے لشکر اسلام کو جمع کر کے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ دشمنوں کی جماعتیں اور مفرورین کے گروہ اس خلیج دار بن میں جمع ہو گئے ہیں ہم لوگ خشک میدان میں خدا تعالی کی تائید اور امداد کو بھی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو تمہیں اسی قسم کی امداد و تائید اور توقع دریا میں

بھی رکھنی چاہیے۔تم سب دریا میں داخل ہو جاؤ اور دشمن پر حملہ کر دو،مسلمانوں نے جواب دیا کہ ’’دھنا‘‘۔[1] میں تائید غیبی کا کرشمہ ہم دیکھ چکے ہیں اس کے بعد ہم کسی چیز سے نہ ڈریں گے اس گفتگو کے بعد حضرت علاءؓ مع لشکر کے سمندر کے کنارے پر پہنچ گئے اورآپ معہ لشکر کے یہ دعائیہ کلمات پڑھتے ہوئے سمندر میں داخل ہوگئے۔ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ، یا حکیمُ، یا کریمُ، یا اَحَدُ، یا صَمَدُ، یاحَیُّ، یا مُحیِ الْمَوْتٰی، یاحَیُّ یاقیومُ، لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اَنْتَ، یَا رَبَّنَا، کوئی اُونٹ پر سوار تھا اور کوئی گھوڑے پر کوئی خچر پر،کوئی گدھے پر اور بہت سے پیادہ پا،سمندر کا پانی خشک ہو کر اسی قدر رہ گیا کہ اُونٹ اور گھوڑے کے صرف پیر بھیگتے تھے۔اسلامی لشکر راحت و آرام سے ہولناک دریا کو طے کر رہا تھا گویا بھیگے ہوئے ریتے پر چل رہا ہے (جس پر چلنا نہایت ہی سہل ہوتا ہے) داربن میں کسی کو وہم و گمان بھی نہ تھا کہ مسلمان بغیر جہازوں اور کشتیوں کے اس طرح دریا کو پاپیادہ طے کر کے آ پہنچیں گے، وہ غافل تھے۔مسلمان وہاں پہنچ گئے اور داربن مسخر ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کی دُعاء کو قبول فرمایا اور دریا میں ان کے لیے سہل اور نہایت آرام دہ راستہ بنا دیا، ابھی بے آب و گیاہ میدانوں میں غیبی تائید کا کرشمہ دیکھ لیا تھا، اس سے بڑھ کر سمندر کو پایاب کر کے دِکھلا دیا کہ دین

---

[1] یہ وہی مقام ہے جہاں لشکرِ اسلام کے لیے غیب سے پانی نکل آیا تھا۔

اسلام کے ساتھ تائید الٰہی شامل ہے،اس کی اشاعت نہ ظاہری تدابیر پر موقوف ہے نہ کسی کے جبرواکراہ کو اس میں دخل ہے، یہ وہ باتیں ہیں جن کو کیسا ہی سنگ دل اور حق سے منحرف شخص بھی جب دیکھے گا، ناممکن ہے کہ اسلام کی حقانیت اس کے قلب میں راسخ نہ ہو جائے اور گو وہ اپنے قدیم مذہب پر کتنا ہی ہٹ اور ضد کے ساتھ قائم رہنا چاہے لیکن دین اسلام کی کشش کبھی اس کو اپنے اصرار اور ہٹ دھرمی پر قائم رہنے نہیں دے سکتی، یہی وجہ ہے کہ موضع ''ہجر'' کا ایک عیسائی راہب جو اسلامی لشکر کے ساتھ تھا جس نے بروبحر دونوں جگہ تائید آسمانی کی جلوہ گری دیکھی تھی اسلام قبول کر لینے پر مجبور ہوا۔ کسی نے اس سے پوچھا کہ تیرے مسلمان ہونے کی کیا وجہ تھی؟ اس نے جواب دیا ثَلَاثَةُ اَشْیَاءَ خَشِیْتُ اَنْ یَّمْسَخَنِیَ اللّٰهُ بَعْدَهَا اِنْ اَنَا لَمْ اَفْعَلْ: فَیْضٌ فِی الرِّمَالِ، وَتَمْهِیْدٌ فِی الْبَحْرِ وَدُعَاءٌ سَمِعْتُهٗ فِیْ عَسْکَرِهِمْ فِی الْهَوَاءِ سَحَرًا۔

(تین چیزیں ایسی دیکھیں کہ ان کے بعد بھی مسلمان نہ ہوتا تو مجھ کو مسخ ہونے کا اندیشہ تھا، اوّل تو بے آب و گیاہ میدان میں پانی کا ظاہر ہو جانا، دوسرے سمندر میں راستہ ہو جانا ،تیسرے ایک دعاء جو میں نے مسلمانوں کے لشکر میں صبح کے وقت آسمان کی طرف سے سنی)۔

لوگوں نے کہا وہ دعا کیا تھی؟ کہا وہ دعا یہ ہے: اَللّٰهُمَّ! اَنْتَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ، لَا اِلٰهَ غَیْرُکَ، وَالْبَدِیْعُ لَیْسَ

قَبْلَکَ شَیْءٌ، وَالدَّائِمُ غَیْرُ الْغَافِلِ، وَالْحَیُّ الَّذِیْ لاَ یَمُوْتُ، وَخَالِقُ مَایُرٰی وَمَا لَایُرٰی، وَکُلُّ یَوْمٍ اَنْتَ فِیْ شَانٍ، وَعَلِمْتَ اَللّٰهُمَّ کُلَّ شَیْءٍ بِغَیْرِ تَعَلُّمٍ" میں ان حالات کو دیکھ کر سمجھ گیا کہ مسلمانوں کی اعانت و تائید میں ملائکہ کی شرکت اسی وجہ سے ہوئی کہ وہ حق پر ہیں" [1]

مدائن کی فتح اور مجاہدین کا دِجلہ کو عبور کرنا:

قارئین محترم آپ نے دارین کی فتح کے موقع پر صحابۂ کرامؓ کے لیے سمندر کے خشک ہو جانے اور صحابۂ کرام کو راستہ دیدینے کا محیر العقول واقعہ پڑھا، اب ذرا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا وہ حیرت انگیز واقعہ بھی ملاحظہ فرما لیجئے جس میں آپ کو مدائن کی فتح کے لیے بپھرے ہوئے دجلہ میں گھوڑے ڈالنے پڑے اور دریا نے آپ کو اور آپ کے تمام ساتھیوں کو راستہ دیدیا۔ یہ واقعہ بھی ہم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ کی زبانی ذکر کرتے ہیں، ملاحظہ فرمایئے علامہ عثمانیؒ رقمطراز ہیں:

"حضرت سعد بن ابی وقاصؓ عراق کو فتح کر کے قادسیہ کے عظیم الشان معرکہ سے کامیابی کے ساتھ فارغ ہو چکے تو دارالسلطنت فارس یعنی مدائن کا قصد فرمایا، مدائن درحقیقت تو چند بستیوں کا نام تھا جو بادشاہان فارس نے یکے بعد دیگرے اپنے اپنے نام سے آباد کی تھیں مگر اس وقت مدائن ان میں سے خاص بستی کا نام ہو گیا جس کی فتح پر بوجہ اس کے دارالسلطنت ہونے کے فارس کے انجام کا مدار تھا، اس میں وہ "قصر ابیض" بھی تھا جس کے مفتوح ہونے کی

---

[1] اشاعتِ اسلام ص: ۱۵۸

بشارت رسول ﷺ فرما چکے تھے باقی بستیوں کے نام جدا جدا تھے، ان ہی میں سے ایک کا نام ''بہرسیر'' بھی تھا۔

دجلہ کی جانبِ مشرق میں مدائن واقع تھا، جس کو ''مدائن قصوی'' بھی کہتے تھے اور جانب غرب ''بہرسیر'' تھا جس کو ''مدائن دنیا'' کہتے تھے، دنیا کے معنی قریب تر کے ہیں چونکہ مسلمان دجلہ کی جانب غرب سے آرہے تھے اس لیے اول ان کے راستے میں بہرسیر پڑتا تھا اوراسی وجہ سے اس کو مدائن دنیا کا لقب دیا گیا اور مدائن دوسرے کنارے پر تھا اس لیے اس کو مدائن قصوی (یعنی بعید) کے نام سے نامزد کیا گیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ دجلہ کی جانب کو فتح کرتے ہوئے بہرسیر تک پہنچ گئے اور دجلہ کی جانب غرب میں سرزمین عرب تک جس قدر ملک ،فارس کا تھا سب مسلمانوں کی اطاعت میں داخل ہوگیا، صرف بہرسیر رہ گیا جس کا محاصرہ دو ماہ تک کرنا پڑا۔

محصورین نے محاصرے کی سختیوں سے تنگ آکر حضرت سعدؓ کی خدمت میں پیام صلح بھیجا کہ جس قدر ملک فتح ہو چکا ہے وہ مسلمانوں کے قبضے میں رہے اور جو فتح نہیں ہوا وہ ہمارے لیے چھوڑ دیا جائے قاصد نے یہ پیغام سنایا لیکن حضرت سعدؓ جواب دینے نہ پائے تھے کہ ایک مسلمان نے بڑھ کر کچھ جواب دیا۔ حضرت سعدؓ نے اس سے پوچھا کہ تم نے کیا جواب دیا؟ اس شخص نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں، بے اختیاری طور پر میری زبان سے کچھ الفاظ نکلے جن کو

میں بھی نہیں سمجھا مگر قاصد کی زبانی یہ جواب سن کر گورنر نے بہر سیر کو خالی کر دیا بہر سیر میں صرف ایک شخص رہ گیا جس نے آکر شہر کے خالی ہونے کی اطلاع دی، اس سے پوچھا گیا کہ کس وجہ سے شہر خالی کر دیا گیا؟ کہا کہ پیام صلح کے جواب میں ایک مسلمان نے یہ جواب دیا کہ ''ہرگز صلح نہ کریں گے جب تک ''افریدون'' کے شہد کو ''کوثی'' کے لیموں کے ساتھ نہ کھالیں'' اس جواب کو سن کر بہر سیر کے گورنر نے کہا کہ ان لوگوں کی طرف سے تو فرشتے جواب دیتے ہیں ان سے مقابلہ کی کیا صورت ہے؟

لشکر اسلام جس درجہ اپنے امیر کا مطیع تھا اس کی نظیر کسی قوم میں ملنا دشوار ہے، ناممکن تھا کہ سپہ سالار سے پیش قدمی کر کے کوئی معمولی سپاہی جواب دے سکتا پھر یہ تائید آسمانی نہیں تھی تو کیا تھی کہ ایک مسلمان کی زبان سے بلا سمجھے بوجھے کچھ الفاظ نکلتے ہیں اور ان کا یہ اثر پڑتا ہے کہ ذمہ دار والیِ ملک شہر کو مسلمانوں کے حوالے کر کے چلا جاتا ہے۔

گورنر بہر سیر مع رعایا اور لشکر کے مدائن چلا گیا اور اب مسلمانوں کو مدائن کی فکر ہوئی، اہل فارس نے ساحل دجلہ پر سے کشتیاں وغیرہ سب اٹھا دیں اور عبور دجلہ کی کوئی صورت باقی نہ رہی، کثرت باراں کی وجہ سے امسال عموماً دریاؤں میں طغیانی زیادہ تھی، حضرت سعدؓ اسی فکر میں تھے کہ دجلہ میں طغیانی اور زیادہ آگئی اور اس کے پھیلاؤ اور زور شور کی انتہا نہ رہی، مسلمان یہ حالت دیکھ کر حیران تھے،

اسی اثناء میں حضرت سعدؓ نے خواب دیکھا کہ مسلمان دجلہ میں داخل ہو گئے ہیں، اس خواب نے آپ کو اس جانب متوجہ کر دیا اور آپ نے لشکر کو جمع کر کے فرمایا کہ دشمن نے دریا کی طغیانی میں پناہ لے رکھی ہے تم اس پر حملہ نہیں کر سکتے اور وہ جب چاہے حملہ کر سکتا ہے، میری رائے یہ ہے کہ اس سے قبل کہ دنیا تم پر غالب آجائے اور اس میں ملوث ہونے سے تمہارے حالات بدل جائیں، صدق و اخلاص میں کمی آجائے اللہ کے واسطے کچھ کام کر لو میں تو عزم مصمم کر چکا ہوں کہ اللہ کے بھروسے پر گھوڑوں کو دریا میں ڈال دوں اور اسی حالت میں عبور کروں آپ کا لشکر کل سواروں کا تھا پیادہ پا ان میں کوئی نہ تھا، سب نے بہ طیب خاطر جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے عزم میں برکت عطا فرمائے ہم سب مطیع اور تیار ہیں۔

آپؓ نے فرمایا کہ کچھ سوار ہم سے آگے جا کر پرلے کنارے پر قابض ہو جائیں، عاصم بن عمرو اور ذوالباس چھ سو سواروں کو لے کر دجلہ میں داخل ہوئے کنارے کے قریب اہل فارس نے کچھ مزاحمت کی مگر وہ ہٹا دیئے گئے اور کنارے پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا، حضرت سعدؓ نے حکم دیا کہ کل لشکر دریا میں داخل ہو جائے اور یہ کلمات دعائیہ ورد زبان رکھے ”نَسْتَعِيْنُ بِاللّٰهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ، وَاللّٰهِ لَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ وَلِيَّهٗ، وَلَيُظْهِرَنَّ دِيْنَهٗ وَلَيَهْزِمَنَّ عَدُوَّهٗ، وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ“

(ہم اللہ سے مدد چاہتے ہیں اور اسی پر بھروسہ کرتے ہیں، اللہ کافی ہے اور وہ اچھا وکیل ہے، قسم ہے خدا کی اللہ اپنے دوست کو فتح دے گا اور اپنے دین کو غالب کرے گا اور دشمن کو ہزیمت دے گا، سوائے اللہ کی مدد کے کسی میں قوت نہیں)

عبور کرتے وقت لشکر کی ترتیب اس طرح دی گئی تھی کہ دو دو مسلمان باہم ملے ہوئے اور باتیں کرتے ہوئے جائیں۔

حضرت سعدؓ کے رفیق حضرت سلمان فارسیؓ تھے، حضرت سعدؓ بار بار فرماتے جاتے تھے "وَاللّٰهِ لَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ وَلِيَّه، وَلَيُظْهِرَنَّ دِيْنَه، وَلَيَهْزِمَنَّ عَدُوَّه، مَالَمْ يَكُنْ فِي الْجَيْشِ بَغْيٌ اَوْ ذُنُوْبٌ تَغْلِبُ الْحَسَنَاتِ" (قسم ہے خدا کی اللہ اپنے دوست کی مدد کرے گا اپنے دین کو غالب کرے گا اور دشمن کو مغلوب کرے گا جب تک کہ لشکر میں ظلم و گناہوں کی کثرت نہ ہو)۔

حضرت سلمانؓ نے فرمایا کہ اسلامی لشکر جس طرح داخل ہوا ہے اسی طرح صحیح و سالم پار ہوگا۔ ایسا ہی ہوا کہ ساٹھ ہزار اسلامی شہسوار دجلہ پر پھیلے ہوئے اس طرح بے تکلف باتیں کرتے جاتے تھے گویا باغ کی روشوں پر تفریح کے لیے چہل قدمی کر رہے ہیں نہ کوئی شخص دریا میں ڈوبا نہ کسی کی کوئی چیز ضائع ہوئی، البتہ ایک شخص "غرقدہ" نامی گھوڑے سے پانی میں گرے مگر ان کے رفیق "قعقاع" نے فوراً نکال لیا، ایک سوار کا پیالہ دریا میں گر گیا۔ (چونکہ بجز ان کے کسی کی چیز ضائع نہ ہوئی تھی، ان پر ایک قسم کے

طعن کا موقع تھا) ان کے رفیق نے بطور طعن اور مذاق کے کہا: اَصَابَهُ الْقَدْرُ فَطَاحَ (تقدیر نے اس کو اُڑا دیا) اس شخص نے کہا: وَاللّٰهِ اِنِّی لَعَلٰی جَدِیْلَةٍ مَاکَانَ اللّٰهُ لِیَسْلُبَنِیْ قَدْحِیْ مِنْ بَیْنِ اَهْلِ الْعَسْکَرِ (قسم ہے خدا کی میں ایسے حال میں ہوں کہ لشکر بھر میں صرف میرا پیالہ کبھی سلب نہ کیا جائے گا)۔

اللہ اکبر! اس شخص کا صدق و اخلاص کس درجہ پر تھا کہ پیالہ تو دریا میں گر گیا، موج اس کو بہا کر لے گئی مگر اس اللہ کے بندے کے اطمینان میں فرق نہیں آتا، وہ قسم کھا کر کہتا ہے کہ میرا پیالہ کبھی ضائع نہ ہوگا اور ہوا بھی ایسا ہی، لشکر دریا پار ہو چکا تو موج نے اس پیالہ کو کنارے پر پہنچا دیا، ایک شخص نے اُٹھا لیا اور مالک نے پہچان کر لے لیا، دجلہ کو ایسی طغیانی کی حالت میں ساٹھ ہزار سواروں کا اطمینان و سکون کے ساتھ باہم گفتگو کرتے ہوئے طے کر لینا اور کسی کی جان و مال کا نقصان نہ ہونا کچھ کم عجیب بات نہ تھی۔ بے شک اسلام کی کھلی کرامت اور اس کے دین آسمانی ہونے کی پوری شہادت تھی مگر اس سے بھی زیادہ حیرت میں ڈالنے والی بات یہ تھی، دریا کے زور شور میں تیرتے ہوئے جو گھوڑا تھک جاتا اس کے آرام کرنے کے لیے اسی جگہ پانی میں ٹیلہ ظاہر ہو جاتا تھا جس پر کھڑے ہو کر گھوڑا ستا لیتا اور تھکن اُتار لیتا تھا قریب قریب تمام گھوڑوں کو ایسا اتفاق ہوا، اسی وجہ سے اس دن کا نام تواریخ عرب میں ''یوم الماء'' اور ''یوم الجراثیم'' رکھا گیا۔

اگرچہ گھوڑے دریا میں تیر سکتے ہیں مگر اتنے گہرے دریا کو جس میں معمولی حالت میں جہاز چلتے ہوں بے انتہا جوش و طغیانی کی حالت میں اور جبکہ اس کا عرض میلوں کا ہو رہا ہو طے کر لینا گھوڑوں کی طاقت سے بالکل خارج اور عادت کے بالکل خلاف تھا، جن لوگوں نے ہندوستان میں گنگا جمنا اور دریائے سندھ وغیرہ دریاؤں کو برسات کی طغیانی میں دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ ایسے وقت ان کو گھوڑوں یا ہاتھیوں کے ذریعے سے عبور کرنا ممکن نہیں ہے، یہی وجہ تھی کہ اہل مدائن نے اس خارج از عقل و قیاس حالت کو دیکھا تو شہر خالی کر کے چل دیئے مگر ممکن ہے کہ کوئی ہٹ دھرم اب بھی کج بحثی کر کے اس روشن کرامت اور واضح دلیل کو مٹانا چاہے۔

لیکن اس امر کو کہ جہاں ضرورت ہوئی دریا میں ٹیلہ ظاہر ہو گیا اور گھوڑے زمین پر کھڑے آرام کرنے لگے، کسی سبب ظاہری سے متعلق نہیں کر سکتا اور اس کو بجز اقرار کرامت اسلام و تائید آسمانی کوئی چارہ نہیں ہے۔

اس عجیب وغریب تائید آسمانی کو ''نافع بن الاسود'' ان اشعار میں بیان کرتے ہیں:

واملنا علی المدائن خیلا
بحر ھا من برھن اریضاً

فانتثلنا خزائن المرءِ کِسْریٰ
یوم ولوا وحاصَ منا جریضاً

ہم نے مدائن پر گھوڑوں کو جھکا دیا کہ مدائن کا دریا ان کے واسطے میدان کی طرح خوش نما تفریح کی جگہ تھی پھر ہم نے

کسری کے خزانوں کو نکال لیا جبکہ ان لوگوں نے پشت پھیری اور کسری مغموم ہو کر ہم سے بھاگا، [1]

ابو مسلم خولانیؒ کا دہکتی آگ سے سلامت نکل آنا:

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم اپنے سفرنامے میں تحریر فرماتے ہیں:

''ان کا (یعنی ابو مسلم خولانیؒ کا) نام عبداللہ بن ثوبؒ ہے اور یہ اُمت محمدیہ (علی صاحبہا السلام) کے وہ جلیل القدر بزرگ ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے آگ کو اسی طرح بے اثر فرما دیا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے آتش نمرود کو گلزار بنا دیا تھا، یہ یمن میں پیدا ہوئے تھے اور سرکار دوعالم ﷺ کے عہد مبارک ہی میں اسلام لا چکے تھے لیکن سرکار دوعالم ﷺ کی خدمت میں حاضری کا موقع نہیں ملا تھا، آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ کے آخری دور میں یمن میں نبوت کا جھوٹا دعویدار اسود عنسی پیدا ہوا جو لوگوں کو اپنی جھوٹی نبوت پر ایمان لانے کے لیے مجبور کیا کرتا تھا۔

اسی دوران اس نے حضرت ابو مسلم خولانیؒ کو پیغام بھیج کر اپنے پاس بلایا اور اپنی نبوت پر ایمان لانے کی دعوت دی حضرت ابو مسلمؒ نے انکار کیا پھر اس نے پوچھا کہ کیا تم محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان رکھتے ہو؟ حضرت ابو مسلمؒ نے فرمایا ''ہاں''۔

اس پر اسودِ عنسی نے ایک خوفناک آگ دہکائی اور حضرت ابو مسلمؒ کو اس آگ میں ڈال دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے آگ کو بے اثر فرما دیا اور وہ اس سے صحیح سلامت نکل

---

[1] اشاعتِ اسلام ص: ۱۷۲ تا ۱۷۸

آئے یہ واقعہ اتنا عجیب تھا کہ اسودِ عنسی اور اس کے رفقاء پر ہیبت سی طاری ہوگئی اور اسود کے ساتھیوں نے اسے مشورہ دیا کہ ان کو جلاوطن کر دو ورنہ خطرہ ہے کہ ان کی وجہ سے تمہارے پیروؤں کے ایمان میں تزلزل نہ آجائے چنانچہ انہیں یمن سے جلا وطن کر دیا گیا، یمن سے نکل کر ایک ہی جائے پناہ تھی یعنی مدینہ منورہ چنانچہ یہ سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے چلےلیکن جب مدینہ منورہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ آفتاب رسالت روپوش ہو چکا ہے، آنحضرت ﷺ وصال فرما چکے تھے اورحضرت صدیق اکبرؓ خلیفہ بن چکے تھے،انہوں نے اپنی اونٹنی مسجد نبوی کے دروازے کے پاس بٹھائی اور اندر آکر ایک ستون کے پیچھے نماز پڑھنی شروع کر دی۔ وہاں حضرت عمرؓ موجود تھے انہوں نے ایک اجنبی مسافر کو نماز پڑھتے دیکھا تو ان کے پاس آئے اور جب وہ نماز سے فارغ ہوگئے تو ان سے پوچھا:

''آپ کہاں سے آئے ہیں''۔

''یمن سے'' حضرت ابو مسلمؒ نے جواب دیا۔

حضرت عمرؓ نے فوراً پوچھا: ''اللہ کے دشمن (اسود عنسی) نے ہمارے ایک دوست کو آگ میں ڈال دیا تھا اور آگ نے ان پر کوئی اثر نہیں کیا تھا بعد میں ان صاحب کے ساتھ اسود نے کیا معاملہ کیا؟''

حضرت ابو مسلمؒ نے فرمایا: ''ان کا نام عبداللہ بن ثوب ہے''۔

اتنی دیر میں حضرت عمرؓ کی فراست اپنا کام کر چکی تھی، انہوں نے فوراً فرمایا:

''میں آپ کو قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا آپ ہی وہ صاحب ہیں!''
حضرت ابو مسلم خولانیؒ نے جواب دیا ''جی ہاں''

حضرت عمرؓ نے یہ سن کر فرط مسرت و محبت سے ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور انہیں لے کر حضرت صدیق اکبرؓ کی خدمت میں پہنچے، انہیں صدیق اکبرؓ کے اور اپنے درمیان بٹھایا اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے موت سے پہلے امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اس شخص کی زیارت کرا دی جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جیسا معاملہ فرمایا تھا''۔ [1]

قَیرَوَانْ کی بناء اور ہزاروں بَرْبَرُوْں کا مسلمان ہونا:

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ تحریر فرماتے ہیں:

''قیروان غربی افریقہ کے ان مشہور شہروں میں ہے جو زمانۂ دراز تک دارالسلطنت اور گورنر افریقہ کے قیام گاہ ہونے کی وجہ سے اسلامی عظمت و اقتدار اور شان و شوکت کی زندہ یادگار تھا، زمانہ دراز تک غربی افریقہ میں اس سے بڑا کوئی شہر نہ تھا، قیروان کی بنیاد ۵۰ھ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں رکھی گئی، اس لیے بھی یہ شہر مذہبی حیثیت سے مقدس سمجھا جاتا تھا، ہزاروں جلیل القدر علماء اس کی خاک سے ظاہر ہوئے اور وہیں آغوش لحد میں تا قیامت آرام سے گوشہ نشین ہو گئے لیکن جیسا کہ یہ شہر اپنے مقدس بانیوں اور اسلام کے اقتدار و عظمت کے مرجع نائبینِ سلطنت کے قیام گاہ ہونے کی وجہ سے نہایت مقتدر مانا جاتا تھا ایسا ہی اس کی بنیاد اور آبادی کا

---

[1] جہانِ دیدہ ص: ۲۹۳

واقعہ بھی صفحات عالم پر یادگار رہنے والا اور اسلام کی صداقت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے اوصاف اور ذاتی محاسن اور مقبولیت عام کا سکہ بٹھوانے والا تھا، یہ وہ مبارک وقت تھا کہ ایک ہی وقت ہزاروں حق سے منحرف اور خدائے واحد کی توحید کے بجائے شرک و بت پرستی کو اختیار کرنے والے سربسجود ہو گئے اور اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ کہہ کر سچے دل سے دین اسلام کے جان نثار بن گئے۔

حضرت عقبہؓ بن نافع فہری کو امیر معاویہؓ نے افریقہ کا عامل مقرر فرمایا اور حضرت عقبہؓ نے افریقہ کے اکثر حصہ کو فتح کرلیا، قوم بربر جو اصلی باشندے اس ملک کے تھے، ان میں سے بہت سے قبائل مسلمان ہو گئے تھے اور وہ بھی حضرت عقبہؓ کے ساتھ ممالک افریقہ کی فتح میں شریک تھے۔لیکن مسلمانوں کے لیے کوئی مستقل چھاؤنی نہ تھی جس جگہ ان کا بالاستقلال قیام ہوتا، اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ جب امیر افریقہ وہاں سے فارغ ہو کر مصر کو واپس آتے تو نومسلم بربر بھی مخالفوں کے ساتھ کھڑے ہو کر سب عہد و پیمان توڑ ڈالتے اور جو مسلمان وہاں موجود ہوتے ان کو تباہ کرنے میں کچھ کسر نہ رکھتے۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت عقبہؓ نے ارادہ فرمایا کہ مناسب موقع پر مستقل چھاؤنی ڈال دی جاوے جہاں ہروقت عساکر اسلامیہ موجود رہیں اور اس طرح غربی افریقہ کو ایک مستقل صوبہ قرار دے دیا جائے۔

لیکن اس غرض کے لیے جس موقع کو پسند فرمایا وہاں اس قدر دلدل اور گنجان جنگل اور گھنے درخت تھے کہ آدمی یا بڑے جانور تو درکنار سانپوں کو بھی ان درختوں میں سے ہو کر نکلنا دشوار تھا یہ جنگل درندوں اور ہر قسم کے موذی اور زہریلے جانوروں کا مسکن تھا، ایسی سرزمین میں آدمی کی بودوباش تو کیا گزرنا بھی خطرناک امر تھا مگر صحابہ رضوان اللہ علیہم کا ہر ایک ارادہ باذن اللہ ہوتا تھا ان کے فعل میں مقبولیت کے آثار نمایاں ہوتے تھے وہ جو کچھ کرتے تھے اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر کرتے تھے۔

مسلمانوں نے اس جگہ کو قیام گاہ بنانے میں جو خطرے تھے ان کو ظاہر کیا تو حضرت عقبہؓ نے ان مصلحتوں کا اظہار فرمایا جو اس جگہ کو منتخب کرنے میں پیش نظر تھیں، اہلِ اسلام کے نزدیک بھی یہ مصلحتیں قابل لحاظ ثابت ہوئیں اور حضرت عقبہؓ کی رائے ان کو راجح معلوم ہوئی۔ اس لشکر میں اٹھارہ صحابی موجود تھے حضرت عقبہؓ امیر لشکر سب کو جمع فرما کر اس میدان میں لے گئے اور حشرات وسباع کو خطاب کر کے فرمایا: **ایتھا الحشرات و السباع نحن اصحاب رسول اللہ ﷺ فارحلوا، فانا نازلون فمن وجدناہ بعد قتلناہ** (اے درندو اور موذی جانورو! ہم رسول اللہ ﷺ کے اصحاب اس جگہ آباد ہونا اور قیام کرنا چاہتے ہیں تم یہاں سے چلے جاؤ اور قیام کرنا چھوڑ دو اس کے بعد ہم جس کو دیکھیں گے قتل کر دیں گے)

اس آواز میں معلوم نہیں کیا تاثیر تھی کہ سب حشرات اور درندوں میں ہل چل پڑ گئی، وہ اسی وقت جلا وطن ہونے کے واسطے تیار ہو گئے، جماعتیں کی جماعتیں وہاں سے نکلنی شروع ہو گئیں، شیر اپنے جوڑے بچوں کو اٹھائے ہوئے، بھیڑیے اپنی اولاد کو لیے ہوئے، سانپ اپنے سپولیوں کو کمر سے چمٹائے ہوئے نکلے چلے جاتے تھے، یہ ایک ہیبت ناک وتعجب انگیز منظر تھا جو نہ اس سے قبل کہیں دیکھا گیا تھا نہ کسی کے وہم وگمان میں تھا۔

یہ یقینی امر ہے کہ اس حالت میں جب کہ درندے اور سانپ وغیرہ اس طرح بکثرت پھیلتے چلے جاتے ہوں کوئی شخص قریب کھڑا بھی نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ ہزاروں آدمی تماشائی اس حالت کو دیکھنے کے واسطے کھڑے ہوں مگر سب جانتے تھے کہ اس وقت یہ کسی نہایت جابر اور قاہر حکم کے مسخر اور تابع ہوئے جاتے ہیں، دوسرے کو ان سے کیا اندیشہ ہو سکتا ہے ان کو اپنی جان بچانی بھاری پڑ رہی ہے اس لیے بے تکلف ہزاروں مخلوق تماشہ دیکھ رہی تھی، قوم بربر جو اس ملک کے اصلی باشندے اور اس جنگل کی حالت اور خطرات سے بخوبی واقف تھے ان حالات کو اپنی آنکھ سے مشاہدہ کر رہے تھے کیا یہ بات ممکن تھی کہ حقانیت اسلام کی ایسی روشن دلیل کو دیکھنے کے بعد بھی وہ باطل پرستی پر قائم رہتے؟ اسی وقت ہزار ہا بربری صدقِ دل سے ایمان لے آئے اور اسلام کے حلقہ بگوش غلام بن گئے''۔ [1]

---

[1] اشاعتِ اسلام ص: ۱۹۰ تا ۱۹۴

شیر تابع ہو گیا:

اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے ایک غلام تھے سفینہؓ، اُمّ المومنین نے انہیں آزاد کر دیا تھا ان کا نام تو کچھ اور تھا سفینہ لقب تھا، یہ لقب آپ کو حضور اکرم ﷺ نے عطا فرمایا تھا،اس کی وجہ یہ بنی تھی کہ یہ ایک سفر میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے اتفاقاً ایک صاحب تھک گئے اورانہوں نے اپنا سارا بوجھ اُتار کر زمین پہ رکھ دیا، سفینہؓ نے اپنے بوجھ کے ساتھ ساتھ بہت سا اُن صاحب کا بوجھ بھی اپنے اُوپر لاد لیا حضور اکرم ﷺ نے انہیں دیکھا تو فرمایا "انت سفینہ" تم تو پورے سفینہ یعنی جہاز بنے ہوئے ہو جب سے یہ اس لقب سے مشہور ہو گئے اور یہ لقب اتنا مشہور ہوا کہ لوگ ان کا نام بالکل بھول گئے۔[1] حدیث شریف میں حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ مذکور ہے قارئین یہ واقعہ بھی ملاحظہ فرماتے چلیں:

> ''حضرت ابن المنکدرؒ سے روایت ہے کہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ (کی زوجہ محترمہ اُمّ سلمہؓ) کے آزاد کردہ غلام تھے وہ ایک مرتبہ سرزمین روم میں اسلامی لشکر کا راستہ بھول گئے تھے یا وہ اس سرزمین میں گرفتار کر لیے گئے تھے اور قید سے بھاگ کر لشکر اسلام کو تلاش کر رہے تھے کہ ایک شیر سے ان کا آمنا سامنا ہو گیا، حضرت سفینہؓ نے اس شیر کو مخاطب کر کے فرمایا: اے ابو الحارث میں رسول اکرم ﷺ کا غلام ہوں اور میرے ساتھ ایسا ایسا معاملہ پیش آ گیا ہے جنگل کا شیر یہ سن کر خوشامد میں لگ گیا اوران کے پہلو میں آ کر ان کے ساتھ ہو لیا، اسے جب کوئی آواز سنائی دیتی تو

---

[1] مرقاۃ ج: ۱۱ص:

وہ فوراً ادھر کارخ کر لیتا پھر واپس آ کر آپ کے پہلو میں ساتھ ساتھ چلنے لگتا حتی کہ حضرت سفینہؓ اپنے لشکر میں پہنچ گئے اور شیر واپس چلا گیا"۔ ؎

بے ادب بے نصیب:

ہماری شریعت میں ہر چیز کے آداب سکھلائے گئے ہیں اور آداب بجالانے پر زور دیا گیا ہے جو آداب بجالاتا ہے وہ سعادت مند قرار پاتا ہے اور جو آداب بجا نہیں لاتا وہ بدنصیب اور محروم سمجھا جاتا ہے۔اسی بات کو بتلانے کے لیے یہ محاورہ مشہور ہوا ہے "بے ادب بے نصیب باادب با نصیب" یعنی بے ادب شخص بدنصیب اور محروم ہوتا ہے اور باادب شخص جوادب و آداب بجالاتا ہے وہ نصیبہ ور ہوتا ہے اسی کو فارسی کے اس شعر میں بیان کیا گیا ہے۔

از خدا جوئیم توفیقِ ادب ◄ بے ادب محروم گشت از لطفِ ربّ

ہم خدا سے ادب کی توفیق چاہتے ہیں کیونکہ بے ادب رب تعالیٰ کے لطف و کرم سے محروم ہوتا ہے۔

قبلہ کی طرف تھوکنا بے ادبی ہے:

حدیث شریف میں ایک شخص کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے کہ اس نے قبلہ کی طرف تھوک دیا تھا اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اظہار ناراضگی فرمایا تھا، پوری حدیث اس طرح ہے:

"عن ابی سهلة السائب بن خلاد قال احمد من اصحاب النبی ﷺ ان رجلا ام قوما فبصق فی القبلة و رسول اللہ ﷺ ینظر فقال رسول اللہ ﷺ حين فرغ لا يصلی لكم فاراد بعد

؎ شرح السنۃ للبغوی بحوالہ مشکوٰۃ ص ۵۴۵

ذالک ان یصلی لھم فمنعوہ واخبروہ بقول رسول اللہ ﷺ فذکر ذالک لرسول اللہ ﷺ فقال نعم وحسبت انہ قال آذیت اللہ ورسولہ ﷺ" [1]

حضرت ابوسہلہ سائب بن خلادؓ جو بقول حضرت امام احمدؒ کے صحابۂ کرام میں سے تھے ان سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے کچھ لوگوں کی امامت کروائی، دورانِ امامت انہوں نے قبلہ کی جانب تھوک دیا، رسول اکرم ﷺ یہ دیکھ رہے تھے، جب وہ صاحب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ صاحب آئندہ تمہاری امامت نہ کرائیں۔ ان صاحب نے اس واقعہ کے بعد جب دوبارہ ان لوگوں کی امامت کرانے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے انہیں روک دیا اور کہا کہ حضور علیہ السلام نے منع فرمایا ہے، ان صاحب نے حضور علیہ السلام سے اس کا تذکرہ کیا، آپ نے فرمایا ہاں (میں نے منع کیا ہے) حضرت سائبؓ کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپ نے ان سے یہ بھی فرمایا کہ تم نے اللہ اور اللہ کے رسول کو اذیت دی ہے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جانب قبلہ محترم ہے اس کا انتہائی احترام کرنا چاہیے نہ اس کی طرف تھوکنا چاہیے نہ اس کی طرف بلاعذر پاؤں پھیلانے چاہئیں اور نہ اس کی طرف رُخ کر کے یا پیٹھ کر کے بول و براز کرنا چاہیے۔ ہمارے اسلاف نے اس رمز کو سمجھا تھا وہ معمولی معمولی آداب کا بھی خیال رکھتے تھے اور ایسے لوگوں سے بچتے تھے جنہیں شعائر اللہ کے آداب کا خیال نہیں ہوتا تھا۔

امام قشیری رحمہ اللہ (م: ۴۶۵ھ) سرخیل صوفیاء حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ

---

[1] ابوداؤد شریف جلد۱، ص: ۶۹۔

(م: ۲۶۱ھ) کا ایک واقعہ اپنی سند سے ذکر فرماتے ہیں کہ:

''عمی بسطامیؒ کا کہنا ہے کہ میں نے اپنے والد سے سنا وہ فرما رہے تھے کہ مجھ سے حضرت بایزید بسطامیؒ نے فرمایا: چلو ذرا چل کر اُن صاحب کی زیارت کر آئیں جنہوں نے اپنے بارہ میں مشہور کر رکھا ہے کہ اُنہیں ولایت حاصل ہے، زہد و عبادت میں بھی اُن کی بڑی شہرت ہے چنانچہ ہم اُن کی زیارت کو چلے جب ہم وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ صاحب گھر سے مسجد میں آئے اور آتے ہوئے راستے میں انہوں نے قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکا، یہ دیکھ کر حضرت بایزید بسطامیؒ واپس چلے آئے اور اسے سلام تک نہیں کیا، فرمایا: جو شخص رسول اکرم ﷺ کے آداب میں سے ایک ادب کا بھی خیال نہیں رکھ سکتا وہ اس چیز (ولایت) کا کیا خیال کرے گا جس کا وہ دعویدار ہے''۔ [1]

ہمیں اس واقعہ سے سبق حاصل کرنا چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ ہمارے اسلاف کیا تھے اور ہم کیا ہیں؟ ہمارے اسلاف کا یہ حال تھا کہ وہ شریعت کے ایک معمولی سے ادب میں کوتاہی کرنے والے کو بھی اچھا نہیں سمجھتے تھے اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم صریح حرام کاموں میں مبتلا اشخاص کو بھی اچھا سمجھتے ہیں اور انہیں مقتداو پیشوا بنا لیتے ہیں۔ ؏

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے:

مندرجہ بالا عنوان علامہ اقبال مرحوم کے مشہور شعر کا ایک مصرع ہے، پورا

[1] الرسالۃ القشیریۃ عربی ص: ۱۵

شعر اس طرح ہے:

ہے عیاں فتنۂ تاتار کے افسانے سے ◄ پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

یہ شعر علامہ اقبال نے تاتاریوں میں اشاعتِ اسلام سے متعلق کہا تھا۔ ساتویں صدی ہجری میں فتنۂ تارتار کسی قیامت سے کم نہ تھا، تاتاری عالمِ اسلام کو بری طرح روندتے چلے جارہے تھے قریب تھا کہ سارا عالم اسلام ان کے سیلاب میں بہہ جائے اور اسلام کا نام و نشان مٹ جائے کہ دفعتہً تاتاریوں میں اشاعت اسلام شروع ہوگئی اور جو کام مسلمانوں کی شمشیریں اور مسلمان بادشاہ نہ کرسکے وہ اسلام کے داعیوں اور خدا کے مخلص بندوں نے انجام دیا۔

چنگیز خان کی سلطنت انتقال کے بعد اس کے چار بیٹوں کی چار شاخوں میں بٹ گئی تھی:

① سب سے بڑے بیٹے اوکتائی بن چنگیز خان کی شاخ جو تاتاری سلطنت عظمیٰ کے مشرقی حصہ پر قابض تھی۔

② جوجی بن چنگیز خان کی شاخ جو سلطنت کے مغربی حصہ ''سیرادا ور'' پر حکمران تھی۔

③ چغتائی بن چنگیز خان کی شاخ جو بلادمتوسطہ (ماوراء النہر، خوارزم، کاشغر، بدخشاں، بلخ غزنیں وغیرہ) پر قابض تھی۔

④ سب سے چھوٹے بیٹے تولی بن چنگیز خان کی شاخ جس کی سلطنت دولت ایلخانیہ کے نام سے موسوم تھی۔ (ہلاکو خان اسی کا بیٹا تھا)

ان چاروں شاخوں میں برق رفتاری سے اسلام کی اشاعت ہونے لگی۔

تیسری شاخ میں اشاعت اسلام کا سہرا بخارا کے ایک بزرگ مولانا جمال الدین بخاریؒ کے سر ہے، اس شاخ میں ان کے ہاتھوں اسلام کی اشاعت کا

واقعہ عجیب ہے، نذر قارئین کیا جاتا ہے ملاحظہ فرمائیے۔ مولانا طاہر حسنؒ صاحب ناقل ہیں:

''تاتاریوں کے ہلاکت خیز زمانہ میں جب خراسان، ماوراء النہروغیرہ میں اسلامی سلطنت پارہ پارہ ہوگئی اور علماء اسلام کی زندگی دوبھر کر دی گئی، ایک بزرگ جن کا نام مولانا جمال الدین تھا، اپنا وطن (بخارا) چھوڑ کر کاشغر سے تین سو میل بجانبِ مشرق ایک آبادی میں جسکا نام ''آق سو'' تھا داخل ہوئے۔ یہاں اس زمانہ میں ایک تاتاری حکمران تغلق تیمور خان حکمران تھا۔ ایک مرتبہ یہ شکار کے لیے نکلا راستہ میں ایک جگہ قیام کیا۔ مولانا جمال الدین اور ان کے ساتھیوں نے نماز کے لیے اذان دلوائی، خان کی نیند میں خلل پڑا۔ اس نے غضب ناک ہو کر حکم دیا اور یہ گوشہ نشین جماعت کشاں کشاں اس کے سامنے لائی گئی۔ خان نے غصہ کی حالت میں مولانا سے پوچھا کہ تو اچھا ہے یا یہ کتا تجھ سے اچھا ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ اگر میرے اندر ایمان ہے تو میں اچھا ہوں ورنہ یہ کتا مجھ سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ نہ معلوم یہ الفاظ کس دل سے نکلے تھے کہ یکا یک خان کا دل متأثر ہوا اس نے اپنے امیر کو حکم دیا کہ ان بزرگ کو اپنے گھوڑے پر سوار کر کے عزت کے ساتھ میرے خیمے میں لے آؤ۔ مولانا جمال الدینؒ جب اس کے خیمے میں پہنچے تو اس نے پوچھا وہ چیز کیا ہے جو انسان کو کتے سے بہتر بنا سکتی ہے؟ مولانا نے فرمایا ''اسلام'' اور پھر اسلام کی حقیقت اس

طرح بیان کی کہ خان بے اختیار رونے لگا۔ پھر تھوڑا سنبھل کر کہا ابھی میرے اختیارات محدود ہیں جب میں بادشاہ بنوں گا تو آپ ضرور میرے پاس تشریف لائیں میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس وقت مسلمان ہو جاؤں گا۔

اس ملاقات سے کچھ دن پہلے مولانا نے خواب دیکھا تھا کہ آپ اپنے ہاتھ میں چراغ لیے کسی پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہیں جس کی روشنی سے تمام مشرق جگمگا رہا ہے۔ یہ خواب آپ نے اپنے بیٹے ارشد الدین کو سنایا اور کہا کہ اگر میں تغلق تیمور کی مسند نشینی سے پہلے انتقال کر جاؤں تو تم اسے قبول اسلام کا واقعہ ضرور یاد دلانا عجب نہیں کہ وہ تمہارے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہو جائے۔ اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد مولانا جمال الدین اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ۱۳۴۷ء میں اُمرائے دولت کے متفقہ فیصلہ نے تغلق تیمور خان کو مغلستان کا خاقان تجویز کیا اور وہ بڑے کروفر سے مسند آرائے حکومت ہوا۔ مولانا ارشد الدین یہ خبر سنتے ہی پایہ تخت کی طرف روانہ ہو گئے اور خاقان سے ملنا چاہا مگر رسائی نہ ہوئی تاہم مولانا اپنے عزم سے دست کش نہ ہوئے۔ آپ ہر روز صبح کے وقت خاقان کے خیمہ کے قریب جاتے اور اس زور سے اذان دیتے کہ تمام وادی گونج اٹھتی۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ خود خاقان کی نیند اُچاٹ ہوگئی۔ آخر ایک دن اس نے حکم دیا کہ اس بے ادب شخص کو ہمارے سامنے پیش کیا جائے۔ مغل چوب دار اسی وقت دوڑتے ہوئے گئے اور مولانا کو پکڑے

ہوئے خاقان کے سامنے لائے۔ پوچھا تم کون شخص ہو کہ جو ہر روز تڑکے ہی میں ہمارے خیمے کے قریب چلاّنے لگتے ہو۔ مولانا نے فرمایا میں اسی شخص کا بیٹا ہوں جسے آپ نے ایک موقع پر اسلام قبول کرنے کا قول دیا تھا۔ میرے والد انتقال کر چکے ہیں اوران کی وصیت کے مطابق اب میں حاضر ہوا ہوں۔ اس پر تغلق تیمور کووعدہ یاد آگیا۔ بستر سے اُٹھ کرمسند پر آگیا اور مولانا کو پوری عقیدت سے اپنے پہلو میں جگہ دی پھر کہنے لگا کہ ''میں تخت نشینی کے وقت سے آپ کا منتظر تھا اب آپ آگئے ہیں تو فرمایئے میں کیا کروں'' مولانا نے تغلق تیمور کو غسل کا حکم دیا پھر کلمہ پڑھایا اور اس کے ساتھ ہی مشرق کی تمام سرزمین نور اسلام کے استقبال کی تیاری کرنے لگی۔ مولانا نے خاقان کو مشورہ دیا کہ سارے مغلستان میں اسلام کی اشاعت کرنی چاہیۓ اور قرار پایا کہ خاقان ایک ایک امیر کوالگ الگ بلا کر دین حق کی دعوت دے اور رفتہ رفتہ سب کو اپنے ساتھ ملا لیا جائے کیونکہ سارے ملک کو تبدیلیِ مذہب پر آمادہ کرنے میں فساد کااحتمال تھا۔ دوسرے دن پہلا امیر جو خاقان سے ملنے آیا امیر تلیک تھا۔ اس وقت مولانا ارشد الدین بھی خاقان کے پاس بیٹھے تھے۔ امیر تلیک نے ان پر مستفسرانہ نگاہ ڈالی تو خاقان نے ان کے تعارف کی رسم ادا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ یہ وہ بزرگ ہیں جن کے ذریعہ میں نے بت پرستی کو ترک کردیا ہے کیا اچھا ہو کہ آپ بھی ایک خدا کے آستانہ پر

جھک جائیں۔امیر تلیک یہ الفاظ سن کر زار زار رونے لگا اور آنسو جب ذرا تھمے تو کہنے لگا۔''جہاں پناہ! میں پہلے ہی اس تیر کا گھائل ہوں۔ تین سال ہوئے جب کاشغر میں تھا تو چند باخدا بزرگوں نے مجھے بھی راستہ دکھایا تھا، میں اسی وقت سے اسلام پر قائم ہوں''۔ خاقان نے جونہی یہ ماجرا سنا جوش مسرت سے بے تاب ہو گیا امیر تلیک کو گلے سے لگا لیا اور خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے اپنے فضل وکرم سے اتنے بڑے امیر کو دست راست بنادیا۔مغلستان کے تمام امیر اسی طرح ایک ایک کر کے اسلامی برادری میں داخل ہوگئے اور بالآخر ایک ہی روز میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار مغل بت پرستی سے توبہ کر کے مشرف بہ اسلام ہوگئے۔

ہے عیاں فتنۂ تارتار کے افسانے سے ◄ پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

(ماخوذ از اسلام زندہ باد بحوالہ مولانا علی خاں)'' [1]

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ:

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ارشاد فرماتے ہیں:

''اس پر مجھے ایک اور حکایت مسموعی (سنی ہوئی) یاد آئی، حضرت سلطان نظام الدینؒ کی کہ آپ بیمار ہوگئے تھے حتی کہ خدام کو بالکل مایوسی ہوگئی تھی۔اس زمانہ میں دہلی میں ایک شخص رہتا تھا کہ وہ توجہ سے مرض کو سلب کر دیتا تھا، خدام نے آپ سے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو اس کو بلالیں، حضرت نے فرمایا کہ ہرگز نہیں اس میں سخت فتنہ

---

[1] معارف مدنیہ جلد اص: ۳۲۳ طبع مکتبہ رشیدیہ، کراچی

ہوگا اور میرا کیا ہے زندہ رہا رہا، نہ رہا نہ رہا۔ اس کے بعد آپ کو پھر بے ہوشی طاری ہو گئی اسی حالت بے ہوشی میں خدام آپ کو اس کے گھر لے گئے، اس کے لیے تو حضرت کا تشریف لے جانا موجب فخر ہو گیا۔ فوراً اس نے توجہ کی اور حضرت کا تمام مرض سلب کر دیا اسی وقت حضرت کو افاقہ ہوا آپ نے دیکھا کہ میں ایک ملحد کے مکان میں ہوں اور مرض بالکل زائل ہو گیا ہے آپ سمجھ گئے اور خیال ہوا کہ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ۔ اس کو بھی اس نفع کا صلہ دینا چاہئے آپ نے اس سے پوچھا کہ میاں یہ کمال تم میں کس بات سے پیدا ہوا اس نے کہا کہ صرف ایک بات ہے وہ یہ کہ میرے گرو نے کہہ دیا تھا کہ جس بات کو جی چاہے وہ نہ کرنا۔ بس میں یہی مجاہدہ کرتا ہوں حضرتؒ نے فرمایا کہ سچ کہنا کیا مسلمان ہونے کو جی چاہتا ہے کہنے لگا کہ نہیں، فرمایا کہ پھر اسی قاعدہ کے موافق (مسلمان) ہو جانا چاہئے کچھ تو حضرتؒ کی توجہ کچھ اس تعلیم کا خیال وہ ایسا مغلوب ہوا کہ کچھ بن نہ پڑا اور مسلمان ہو گیا اور حضرتؒ کے ہاتھ پر بیعت ہو کر ساتھ ساتھ ہو لیا"۔ [1]

وَكَذَالِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ:

مندرجہ بالا عنوان ایک آیت کریمہ کا ٹکڑا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے "ایسے ہی ہم نے بنائے تھے مجرم لوگوں میں سے ہر نبی کے دشمن" اس آیت کریمہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر مشرکین مکہ آپ کی دشمنی پر کمر بستہ ہیں

[1] وعظ النور مشمولہ مواعظ میلاد النبی ص: ۱۵۹

تو اس پر دلگیر نہ ہوں بلکہ صبر سے کام لیں کیونکہ ان کا آپ کی دشمنی پر کمربستہ ہونا کوئی نئی بات نہیں ہے آپ سے پہلے جتنے انبیاء گزرے ہیں ان کے ساتھ بھی ایسا ہوتا رہا ہے، ہم نے آپ سے پہلے گزرنے والے ہر نبی کا جرائم پیشہ افراد میں سے کسی نہ کسی کو دشمن بنایا تھا وہ نبی اس کی ایذاؤں پر صبر کرتے تھے لہذا آپ بھی صبر سے کام لیجئے۔

عادۃُ اللہ جاری ہے کہ جو حالات انبیاء کرام پر گزرتے ہیں وُہی حالات انبیاء کرام علیہم السلام کے چاہنے والوں اور بارگاہ الٰہی کے مقرب لوگوں پر بھی پیش آتے ہیں۔علامہ شعرانی رحمہ اللہ (م:۹۷۳ھ) نے علامہ سیوطی رحمہ اللہ (م:۹۱۱ھ) کے حوالے سے متعدد انبیاء و اولیاء کے دُشمنوں اور بہت سے اولیاء کرام کو دی جانے والی ایذاؤں کا تفصیل سے تذکرہ کیا ہے،مناسب معلوم ہوا کہ اپنے قارئین کو بھی ان سے آگاہ کیا جائے تا کہ اللہ کے راستے میں لگنے والے حضرات ان سے سبق حاصل کر کے صبر و ثبات سے کام لیں۔لیجئے ملاحظہ فرمایئے علامہ شعرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ”علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کا ارشاد ہے یہ بات جان لو کہ جس زمانہ میں بھی کوئی بڑی ہستی گزری ہے اس زمانہ میں رذیل لوگوں میں سے ضرور کوئی نہ کوئی اس کا دشمن ہوا ہے اِذِالْاَشْرَافُ لَمْ تَزَلْ تُبْتَلٰی بِالْاَطْرَافِ کیونکہ ہمیشہ ایسا ہوتا رہا ہے کہ بڑے لوگ گھٹیا قسم کے لوگوں سے آزمائے جاتے رہے ہیں، چنانچہ

(۱) حضرت آدم علیہ السلام کا دشمن ابلیس ہوا۔

(۲) حضرت نوح علیہ السلام کے دشمن حام وغیرہ ہوئے۔

(۳) حضرت داؤد علیہ السلام کے دشمن جالوت اور اس کے ہم مثل لوگ ہوئے۔

(۴) حضرت سلیمان علیہ السلام کا دُشمن صخر ہوا۔

(۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دشمن پہلی حیات میں (یعنی رفع آسمانی سے پہلے) بخت نصر تھا اور دوسری حیات میں (یعنی آسمان سے نزول کے بعد) دجال ہوگا۔

(۶) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دُشمن نمرود ہوا۔

(۷) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دُشمن فرعون ہوا۔

پھر یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا حتیٰ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دور آیا۔

(۸) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دُشمن ابو جہل ہوا۔

(۹) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک دشمن تھا اس کا جب بھی آپ کے پاس سے گزر ہوتا آپ سے بیہودگی کرتا ہوا گزرتا۔

(۱۰) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی نماز کے بارہ میں لوگوں نے الزام لگایا کہ یہ ریاکاری اور منافقت کرتے ہیں۔ایک دفعہ آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ دشمنوں نے آپ کے سر پر کھولتا ہوا پانی ڈال دیا جس سے آپ کا چہرۂ اقدس اور سر مبارک جھلس گئے، چونکہ آپ نماز میں استغراق کی حالت میں تھے آپ کو کچھ پتہ نہ چلا۔جب سلام پھیرا تو پوچھنے لگے۔یہ میرے ساتھ کیا ہوا لوگوں نے بتلایا کہ آپ کے ساتھ تو یہ قصہ پیش آیا ہے۔فرمایا: حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل آپ ایک طویل مدت تک چہرہ اور سر کی تکلیف برداشت کرتے رہے۔

(۱۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا دُشمن نافع بن ازرق (خارجی) تھا جو آپ کو سخت قسم کی ایذائیں دیتا تھا اور کہتا تھا کہ آپ بغیر علم کے قرآن کی تفسیر کرتے ہیں۔

(۱۲) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے دُشمن کوفہ کے جاہلوں میں سے

کچھ جاہل تھے جو آپ کو ایذائیں دیا کرتے تھے حالانکہ حضور اکرم ﷺ نے آپ کے جنتی ہونے کی گواہی دی تھی ان لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آپ کی شکایت کی کہنے لگے کہ یہ تو صحیح طرح سے نماز بھی نہیں پڑھا سکتے۔

(۱۳) حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے خلفاء (بنوامیہ و خلفاء بنوعباس) کی جانب سے سخت تکلیفیں برداشت کیں۔

(۱۴) اسی طرح حضرت امام مالکؒ نے سخت تکلیفیں اُٹھائیں۔ بنابریں آپ (اپنے گھر میں) گوشہ نشین ہو گئے اور پچیس برس تک جمعہ جماعت کے لیے بھی گھر سے نہیں نکلے۔

(۱۵) حضرت امام شافعی رحمہ اللہ اہل عراق اور اہل مصر کی جانب سے تکلیفیں برداشت کرتے رہے۔

(۱۶) حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے بھی سخت تکلیفیں برداشت کیں آپ کو مارا گیا۔قید و بند سے دو چار ہوئے۔

(۱۷) حضرت امام بخاریؒ نے کس قدر تکلیفیں برداشت کیں جبکہ آپ کو بخارٰی سے خرتنگ کی طرف نکالا گیا۔

(۱۸) ثقہ حضرات سے (جن میں شیخ ابو عبدالرحمٰن سلمی، احمد بن خلکان اور شیخ عبدالغفار قوصی وغیرہم بھی ہیں) منقول ہے کہ لوگوں نے حضرتؒ بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ (م:۲۶۱ھ) کو سات مرتبہ بسطام سے وہاں کے علماء کی ایک جماعت کے واسطے سے جلا وطن کیا۔

(۱۹) اہل مصر نے حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ (م:۲۴۵ھ) کو مصر سے بغداد اس طرح روانہ کیا کہ آپ کے پاؤں میں بیڑیاں اور گلے میں طوق پڑا ہوا تھا،اہل مصر آپ کے ساتھ ساتھ بغداد گئے یہ گواہی دینے

کے لیے کہ ذوالنون مصری زندیق ہیں (العیاذ باللہ)۔

(۲۰) لوگوں نے حضرت سَمْنُونَ رحمتہ اللہ علیہ (م:قبل از ۲۹۷ھ) پر بڑے بڑے الزام لگائے اور ایک فاحشہ عورت کو رشوت دی جس کی بنا پر اس نے دعوٰی کیا کہ سمنون اور اس کے شاگرد اس سے زنا کرتے ہیں اس الزام کی وجہ سے آپ پورے ایک سال تک روپوش رہے۔

(۲۱) لوگوں نے حضرت سہل بن عبداللہ تُستری (م:۲۸۳ھ) کو اُن کے شہر تُستر سے نکال کر بصرہ بھیج دیا اور بڑے بڑے فحش الزام اُن پر لگائے اور باوجود ان کی امامت وجلالتِ شان کے انہیں کافر قرار دیا آپ پھر بصرہ ہی کے ہو کر رہ گئے وہیں آپ کا انتقال ہوا۔

(۲۲) لوگوں نے حضرت ابو سعید الخراز رحمتہ اللہ علیہ (م:۲۸۷ھ) پر بڑے بڑے الزام عائد کئے اور علماء ظاہر نے محض ان الفاظ کی بنا پر جو انہوں نے ان کی کتابوں میں پائے تھے ان کے کافر ہونے کا فتوٰی لگا دیا۔

(۲۳) لوگوں نے بارہا حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ (م:۲۹۷ھ) کے بارہ میں گواہی دی کہ یہ کافر ہیں پہلے آپ علم توحید کے بارہ میں برسرعام گفتگو فرمایا کرتے تھے پھر یہ حالت ہوگئی کہ گھر کے تہہ خانے میں تقریر کرنے لگے اور یہ صورت حال آپ کی وفات تک رہی۔

(۲۴) حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت رویمؒ، حضرت سمنونؒ، حضرت ابن عطاؒ پر سب سے زیادہ نکیر کرنے والا شخص ابن دانیال تھا وہ ان حضرات کی بڑی بے عزتی کرتا تھا اگر کسی کو ان کا تذکرہ کرتے سنتا تو بھڑک اُٹھتا اور اس کا رنگ بدل جاتا۔

(۲۵) لوگوں نے محمد بن فضل بلخی رحمتہ اللہ علیہ (م:۳۱۹ھ) کو بلخ سے صرف اس بنا پر نکال دینے کا ارادہ کرلیا کہ انہوں نے محدثین کا مذہب اپنایا تھا کہ

وہ صفاتِ باری سے متعلق آنے والی آیات و احادیث کو کسی تاویل کے بغیر ان کے ظاہر پر محمول کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ان پر اس طرح ایمان لے آؤ کہ ان کے (مفہوم و مطلب کے) علم کو اللہ کے حوالے کر دو۔ جب اہل بلخ نے انہیں نکالنا چاہا تو انہوں نے کہا کہ میں تو صرف اسی صورت میں یہاں سے نکل سکتا ہوں کہ تم میری گردن میں رسی ڈالو اور مجھے شہر کے گلی بازاروں میں گھماؤ اور لوگوں سے کہو کہ یہ بدعتی ہے ہم اسے اپنے شہر سے نکال رہے ہیں۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا اور آپ کو بلخ سے نکال دیا۔ آپ اہل بلخ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: بلخ والو! اللہ نے تمہارے قلوب سے اپنی معرفت سلب کر لی ہے، مشائخ رحمہم اللہ کا کہنا ہے کہ محمد بن فضلؒ کی اس بددعاء کے بعد بلخ سے کوئی صوفی نہیں نکلا حالانکہ بلخ صوفیاء کا بہت بڑا شہر تھا (سمرقند میں آپ کی وفات ہوئی)۔

(۲۶) شیخ یوسف بن حسین رازیؒ (م: ۳۰۴ھ) کو رَیْ سے لوگوں نے نکالا اور ان کے خلاف رَیْ کے صوفیاء و زہاد تک اٹھ کھڑے ہوئے۔

(۲۷) اہل مکہ نے شیخ ابوعثمان مغربیؒ (م: ۳۷۳ھ) کو مکہ مکرمہ سے نکال دیا باوجودیکہ آپ کے مجاہدات کثیر اور علم تام تھا انہوں نے آپ کو بہت سخت مارا اور ایک اُونٹ پر بٹھا کر آپ کو گلیوں میں گھمایا آپ بغداد چلے آئے وہیں آپ کا انتقال ہوا۔[۱]

(۲۸) حضرت ابوبکر شبلیؒ (م: ۳۳۴ھ) پر لوگوں نے بارہا کفر کا فتویٰ لگایا باوجودیکہ آپ مکمل عالم اور کثرت سے مجاہدہ کرنے والے تھے آپ کو آپ کے شاگردوں نے ایک عرصہ تک ہسپتال میں داخل کئے رکھا تاکہ لوگ آپ کا پیچھا چھوڑ دیں۔

---

[۱] نفحات الانس میں آپ کا مزار نیشاپور میں بتلایا گیا ہے۔

(۲۹) اہل مغرب نے حضرت امام ابوبکر نابلسیؒ (م:) کو مغرب سے جلا وطن کر کے مصر روانہ کر دیا اور ان کے خلاف مصر کے بادشاہ کے سامنے یہ گواہی دی کہ یہ زندیق ہیں بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں اُلٹا کر کے ان کی کھال کھینچ لی جائے۔ آپ نے فوراً ہی غور و تدبر اور خشوع و خضوع کے ساتھ قرآن پڑھنا شروع کر دیا اور جلاد آپ کی کھال کھینچنے لگے۔ اس منظر سے لوگوں کے دل پھٹ گئے قریب تھا کہ وہ کسی فتنہ کا شکار ہو جاتے۔

(۳۰) ایسے ہی شیخ نُسیمیؒ (م:) کی بھی مقام حلب میں جلادوں نے کھال کھینچی، اس کا قصہ یہ ہوا کہ شیخ نُسیمیؒ اہل حلب کو دلائل کے ذریعہ لاجواب کر دیا کرتے تھے۔ (اس پر انہیں غصہ تھا) اہل حلب نے (اس کا بدلہ اس طرح لیا کہ ایک کاغذ پر) اپنے ہاتھ سے سورۂ اخلاص لکھی اور موچی کو رشوت دے کر کہا کہ یہ محبت اور قبول کا تعویذ ہے اسے جوتی کے سول میں سی دے (اس نے ایسے ہی کر دیا) انہوں نے وہ جوتی اس سے لی اور دور کے واسطہ سے شیخ نسیمی کو ہدیہ میں پیش کر دی انہیں معاملہ کا چونکہ بالکل علم نہیں تھا لاعلمی میں وہ جوتی پہن لی، پھر ان لوگوں نے حلب کے نائب کو یہ مخبری کی کہ ہمیں بالکل صحیح ذرائع سے یہ بات پہنچی ہے کہ نسیمی نے قل ھو اللہ احد لکھ کر اپنی جوتی کے سول میں لگا رکھی ہے (اور وہ جوتی پہن کر چلتے ہیں) اگر ہم پر یقین نہ آئے تو آپ ان کی جوتی منگوا کر خود دیکھ لیجئے اس نے جوتی منگوالی، ان لوگوں نے فوراً ہی وہ کاغذ نکال کر پیش کر دیا۔ شیخ کو پتہ چلا تو انہوں نے معاملہ اللہ کے حوالے کر دیا اور اپنی کوئی صفائی پیش نہیں کی انہیں معلوم ہو گیا کہ اس صورت میں وہ ضرور قتل کر دیئے جائیں گے، مجھے ان کے شاگردوں کے ایک شاگرد نے بتلایا کہ شیخ نے توحید کے بارہ میں اشعار پڑھنے

شروع کر دیئے جلاد آپ کی کھال کھینچ رہے تھے اور آپ اشعار پڑھ رہے تھے، اسی حال میں آپ نے پانچ سو اشعار کہے آپ اپنے کھال کھینچنے والے کو دیکھتے تھے اور مسکرا دیتے تھے۔

(۳۱) اہل بجایہ نے شیخ ابو مدینؒ پر زندیق ہونے کا الزام لگایا اور انہیں بجایہ سے مسان کی طرف نکال دیا ان کا وہیں انتقال ہوا۔

(۳۲) ایسے ہی لوگوں نے حضرت ابوالحسن شاذلیؒ کو مغرب سے نکال کر مصر دھکیل دیا اور ان کے زندیق ہونے کی گواہی دی۔اللہ تعالیٰ نے شیخ کو ان کے مکروفریب سے بچالیا۔

(۳۳) لوگوں نے شیخ عزالدین بن سلامؒ پر کافر ہونے کا الزام عائد کیا اور باقاعدہ ان کے لیے ایک جلسہ منعقد کیا اس بات کا چرچا کرنے کے لیے جو انہوں نے اپنے عقیدہ کے بارہ میں کہی تھی،مزید برآں یہ کہ ان کے خلاف بادشاہ وقت کو بھڑکایا۔لیکن بعد میں ان کے ساتھ لطف و مہربانی کا معاملہ ہوا۔ یہ بات ایمن نے اپنے رسالہ میں ذکر کی ہے۔

(۳۴) لوگوں نے شیخ تاج الدین سبکیؒ پر کفر کا الزام لگایا اور ان کے خلاف گواہی دی کہ یہ شراب خوری اور ہم جنس پرستی کو جائز قرار دیتے ہیں اور یہ رات کو زُنّار باندھتے ہیں۔لوگ انہیں طوق اور بیڑیوں میں جکڑ کر شام سے مصر لائے شیخ جمال الدین اَسنوی گھر سے نکلے شیخ سے ملاقات کی اور ان کی جان کی حفاظت کا حکم دیا۔

(۳۵) لوگوں نے میرے شیخ ابراہیم جعبری اور حسین الجاکی پر نکیر کی اور کرسی وعظ پر بیٹھنے سے انہیں روک دیا"۔ [1]

---

[1] الیواقیت والجواہر ص: ۳۴ طبع بیروت

دِلا غافل نہ ہو یک دَم:

مندرجہ بالا عنوان پنجاب کے ایک باخدا عالم مولانا غلام رسول صاحبؒ کے کلام کا ایک مصرع ہے، اس کلام میں مولانا نے فکرِ آخرت سے متعلق بڑے درد بھرے اشعار کہے ہیں۔ یہ اشعار ہم اپنے بچپن میں اُستاذ محترم کو گنگناتے سنتے تھے تو قلب پر عجیب اثر ہوتا تھا۔ بچپن میں ہی یہ مصرع ہمارے دل و دماغ میں پیوست ہوگیا تھا۔ ع دِلا غافل نہ ہو یک دم یہ دنیا چھوڑ جانا ہے، کچھ عرصہ قبل کی بات ہے کہ وقتِ سحر ایک مسجد سے یہ اشعار پڑھنے کی آواز آتی تھی دل بے چین ہو جاتا تھا اب وہ آواز نہیں آتی معلوم نہیں پڑھنے والے نہیں رہے یا کوئی اور بات ہے۔

جی چاہتا ہے قارئین بھی اس کلام سے مستفید ہوں شاید کسی کے دل میں فکرِ آخرت کا جذبہ پیدا ہو جائے۔ ملاحظہ فرمایئے مولانا فرماتے ہیں۔

دِلا غافل نہ ہو یک دم یہ دنیا چھوڑ جانا ہے
بغیچے چھوڑ کر خالی زمیں اندر سمانا ہے

ترا نازک بدن بھائی جو لیٹے سیج پھولوں پر
یہ ہوگا ایک دن مُردار جو کِرموں نے کھانا ہے

اَجل کے روز کو کر یاد، کر سامان چلنے کا
مسافر بے وطن ہے تو، کہاں تیرا ٹھکانا ہے

غلط فہمید ہے تیری نہیں آرام اِک پل بھی
زمیں کے فرش پر سونا جو اینٹوں کا سرہانا ہے

عزیزا یاد کر وہ دن جو ملک الموت آوے گا
نہ جاوے ساتھ تیرے کو اکیلا تو نے جانا ہے

نہ بیلی ہو سکے بھائی نہ بیٹا باپ نے مائی
تو کیوں پھرتا ہے سودائی عمل نے کام آنا ہے
جہاں کے شغل میں شاغل، خدا کی یاد سے غافل
کریں دعویٰ جو یہ دنیا مرا دائم ٹھکانا ہے
فرشتہ روز کرتا ہے منادیٰ چار کونوں پر
محلاں اُچیاں والے ترا گوریں ٹکانا ہے
کہاں وہ ماہِ کنعانی، کہاں تختِ سلیمانی!
گئے سب چھوڑ یہ فانی اگر ناداں و دانا ہے
نظر کر دیکھ خویشوں میں جو ساتھی کون ہے تیرا
اُنھوں نے اپنے ہاتھوں سے اکیلے کو دبانا ہے
نظر کر ماڑیاں خالی کہاں وہ ماڑیاں والے
سبھی کوڑا پسارا ہے دغابازی کا بانا ہے
غلام ایک دن نہ کر غفلت حیاتی پر نہ ہو غرّہ
خدا کو یاد کر ہر دم جو آخر کام آنا ہے

مولانا غلام رسول صاحبؒ کے متعلق حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''بڑے عاشق تھے۔ ع ''دلا غافل نہ ہو یک دم'' یہ اُنہی کے اشعار ہیں، پنجابی تھے، ان کی اُردو بھی ایسی ہی ہے، رسول اکرم ﷺ کے عشق میں ان کے بڑے دردناک اشعار ہیں، صحبت میں یہ اثر تھا کہ جو ایک مرتبہ پاس بیٹھ جاتا ساری عمر اس کی تہجد بھی ناغہ نہ ہوتی، چہ جائیکہ فرض نماز، ہندوؤں میں جہاں وعظ کر دیتے سب کے سب مسلمان ہو

جاتے، ایک دفعہ استنجے کے لیے ہاتھ میں ڈھیلا لیے کھڑے تھے کچھ ہندو عورتیں قضائے حاجت کے لیے بستی کے باہر جنگل کو جا رہی تھیں ڈھیلا زور سے زمین پر پھینکا اور فرمایا "اِلاَّ اللّٰہ" وہ سب ہندو عورتیں "لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ، لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ" پڑھنے لگیں اور گھر تک پڑھتی گئیں اور مسلمان ہو گئیں۔

ایک شخص مسجد میں مکان کے اُوپر سے کوڑا پھینک دیتا تھا۔ ایک دفعہ لوگوں نے مولانا سے کہا کہ فلاں شخص ہمیشہ مسجد میں مکان کے اُوپر سے کوڑا پھینکتا ہے فرمایا کہ اب کی بار پھینکے تو مجھے دکھانا، دکھایا بھی آپ نے فرمایا "کب تک پھینکتا رہے گا؟" وہ وہیں سے نیچے کود پڑا اور تائب ہوا، جو ہندو یا عیسائی ایک دفعہ وعظ سن لیتا تھا مسلمان ہو جاتا تھا اس واسطے انگریز نے زبان بندی کر دی تھی اور وعظ سے روک دیا تھا۔ [۱]

مولانا غلام رسول صاحب رحمتہ اللہ علیہ قلعہ میہان سنگھ ضلع گوجرانوالہ پنجاب کے رہنے والے تھے، بڑے عالم محدث اور صاحبِ تاثیر بزرگ تھے۔ پہلے مولانا نظام الدین بگویؒ سے تعلیم حاصل کی پھر دہلی آکر میاں سیّد نذیر حسین صاحبؒ کے درس حدیث میں شرکت کی، حضرت مولانا عبداللہ صاحب غزنویؒ رفیق درس تھے، وعظ و تذکیر میں ایسی تاثیر تھی کہ انگریزی حکومت نے وعظ کہنے اور بلا اجازت سفر کرنے کی ممانعت کر دی تھی، عامل بالحدیث اور صاحب تصنیف تھے ۱۲۹۱ھ میں وفات پائی۔

یاد رہے مولانا غلام رسول صاحبؒ اگرچہ میاں نذیر حسین صاحبؒ کے

---

[۱] تزکیہ واحسان ص ۱۴۵، از حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ

شاگرد اور عامل بالحدیث تھے لیکن روایتی غیر مقلد نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا صاحبؒ احناف کی طرح رفع یدین کے بغیر نماز پڑھتے تھے اور جب ۱۲۹۰ھ میں مولانا محمد حسین بٹالوی صاحب نے آٹھ رکعت تراویح کے سنت ہونے اور بیس رکعات کے جائز نہ ہونے کا فتویٰ دیا تو اس کے خلاف مولانا غلام رسول صاحبؒ نے باقاعدہ ''رسالہ تراویح'' کے نام سے ایک رسالہ لکھا اور اس میں مولانا بٹالوی مرحوم کے فتوی کی تردید کی اور مؤثر انداز میں دلائل کے ساتھ تراویح کے بیس رکعت سنت ہونے کو ثابت کیا یہ رسالہ فارسی میں تھا حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر دامت برکاتہم نے اس کا اُردو میں ترجمہ کر کے شائع فرمایا۔ شکر اللہ مساعیھم۔

حضرت مولانا محمد صاحبؒ اور اُن کا وعظ:

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمتہ اللہ علیہ حضرت مولانا محمد صاحبؒ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

> ''مولانا عبداللہ صاحبؒ کے والد مولانا محمد صاحبؒ بڑے عاشق تھے، بہت خوش الحان تھے، ایک بستی میں تشریف لے گئے، لوگ باہر درختوں کے نیچے اکٹھے تھے وارث شاہ کی ہیر رانجھا ہو رہی تھی، خادم سے کہا آؤ وہاں چلیں، ان سے کہا کہ لاؤ ہم ہیر سنائیں ایسا پڑھا کہ دل کو کھینچ لیا، لوگوں نے کہا کہ واہ مولوی صاحب، پھر ہیر کو چھوڑ کر قرآن شریف پڑھ کر وعظ شروع کر دیا، سب بستی کی بستی مرید ہو گئی''۔ [۱]

حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ مولانا محمد صاحبؒ کا تعارف کرواتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

---

[۱] تزکیہ و احسان ص: ۱۴۶

"مولانا صاحبؒ کوٹ بادل خاں ضلع جالندھر کے رہنے
والے تھے بڑے عالم تھے۔ حضرت مولانا مظہر صاحب
نانوتوی بانی مظاہر العلوم سے تلمذ تھا اور مولانا عبدالحق
صاحب حقانی کے ہم سبق تھے، بڑی عاشقانہ اور درد مند
طبیعت پائی تھی ابتداء میں عشق مجازی میں گرفتار ہو گئے اور
اس کی وجہ سے بڑی تکلیفیں برداشت کیں، پھر جاذبہ توفیق
الٰہی نے محبوب حقیقی کی طلب و عشق کی طرف متوجہ کیا،
حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے
بیعت ہو گئے۔ حضرتؒ نے ان کو ارشاد فرمایا تھا کہ آپ
وعظ ہی کہتے پھریں یہی آپ کا وظیفہ ہے، مولانا وعظ کے
لیے دیوانہ وار پھرتے تھے آواز میں اللہ تعالیٰ نے اتنی
کشش دی تھی کہ جو بھی آپ سے وعظ یا کوئی شعر سن لیتا
گرویدہ ہو جاتا، اکثر وعظ سننے والے تہجد گزار ہو جاتے،
بڑے بڑے ڈاکو اور چور آپ کے ہاتھ پر تائب ہوئے۔
حضرت فرماتے تھے کہ جب ذکر کرنے بیٹھتے تو پہلے بڑے
درد سے یہ شعر پڑھتے اور دل کھینچ لیتے ؎

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نامِ تو گفتن کمالِ بے ادبی ست

پھر تھوڑا ذکر کرتے، پھر یہ شعر پڑھتے اور خوب روتے۔
مولانا مفتی فقیر اللہ صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ ضلع لاہور
میں میرا گزر ایک جھونپڑے کے پاس سے ہوا جو بالکل جنگل
میں تھا سنتا ہوں کہ کوئی عورت جھونپڑے کے اندر بیٹھی ذکر

بالجہر کر رہی ہے مگر کچھ زیادہ جہر سے نہیں، میں وہاں ٹھہر گیا۔ پوچھا کہ آپ لوگوں کو کس کی صحبت سے یہ بات حاصل ہو گئی۔ انہوں نے کہا کہ یہاں سے ایک بزرگ سفید ریش گزرے تھے ان کا نام محمد تھا، ہم ان سے بیعت ہو گئے، ہماری مستورات بھی ذاکرہ اور تہجد گزار ہیں حلال و حرام پہچانتی ہیں، میں سمجھ گیا کہ یہ میرے اُستاذ حضرت مولانا محمد صاحبؒ فاروقی ہیں۔ ۱۳۲۰ھ (۱۹۰۲ء) میں وفات پائی"۔ [۱]

شیخ شبلیؒ اور سبزی فروش:

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت ہے کہ ایک سبزی فروش، سبزی فروخت کرتا پھر رہا تھا اور یہ آواز لگا رہا تھا کہ "اَلْخِیَارُ الْعَشَرَۃُ بِدَانِقٍ" جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "دس ککڑی ایک دانگ میں" اور ایک لغت میں یہ ترجمہ بعید جو کہ مراد نہ تھا نہ اس کا کوئی قرینہ تھا یہ بھی ہو سکتا تھا کہ "دس نیک لوگ ایک دانگ میں" شیخؒ کے کان میں یہ آواز پڑی اور شیخ چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے کہ جب خیار یعنی نیکوں کی یہ حالت ہے تو ہم اُشرار کو کون پوچھے گا، کیا اچھے لوگ تھے"۔ [۲]

صحت کا فارمولا:

ہر انسان کو اپنی صحت کا خیال رکھنا چاہئے جس قدر صحت اچھی ہو گی اسی قدر انسان اچھے انداز سے طاعت و عبادت کر سکے گا اور زندگی سکون سے

[۱] حاشیہ تزکیہ و احسان ص: ۱۴۶ [۲] پسندیدہ واقعات ص: ۷۲

گزرے گی۔ ملتان کے حکیم اسد صاحب نے چند اشعار میں صحت کا فارمولا بتلایا ہے، ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے:

جہاں تک کام چلتا ہو غذا سے ◂ وہاں تک چاہئے بچنا دوا سے
اگر تجھ کو لگے جاڑے میں سردی ◂ تو استعمال کر انڈے کی زردی
جو ہو محسوس معدے میں گرانی! ◂ تو پی لے سونف یا ادرک کا پانی
بنے گر خون کم بلغم زیادہ ◂ تو کھا گاجر، چنے، شلغم زیادہ
جگر کے بل پہ ہے انسان جیتا ◂ اگر ضعف جگر ہے کھا پپیتا
جگر میں ہو اگر گرمی دَہی کھا ◂ اگر آنتوں میں خشکی ہو تو گھی کھا
تھکن سے ہوں اگر عضلات ڈھیلے ◂ تو فوراً دُودھ گرما گرم پی لے
زیادہ گر دماغی ہے تیرا کام ◂ تو کھا لے شہد کے ہمراہ بادام
اگر ہو قلب پر گرمی کا احساس ◂ مربا آملہ کھا اور اناس
جو دُکھتا ہو گلا نزلے کے مارے ◂ تو کر نمکین پانی کے غرارے
اگر ہے دَرد سے دانتوں کے بے کل ◂ تو انگلی سے مسوڑھوں پر نمک مل

جو بدہضمی میں چاہے تو افاقہ
تو دو اک وقت کا کر لے تو فاقہ
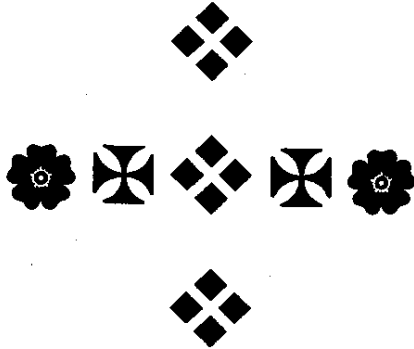
رُوئے انور کو دیکھ کر ایمان لانے کی سعادت

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے، توراۃ پر عبور حاصل تھا۔ جب حضور اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے روئے انور کی زیارت کے بعد اسلام قبول کر لیا، پہلے آپ کا نام حصین تھا آنحضرت ﷺ نے عبداللہ بن سلام نام رکھا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اپنے اسلام لانے کا واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو میں آپ کی تشریف آوری کی خبر سنتے ہی آپ کو دیکھنے کے لیے حاضر ہوا۔ ”فَلَمَّا تَبَيَّنْتُ وَجْهَهُ عَرَفْتُ اَنَّهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ“[1] جب میں نے آپ کے چہرۂ انور کو دیکھا تو مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ چہرہ جھوٹا نہیں ہو سکتا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی طرح اور بھی بہت سے صحابہ کرامؓ ہیں جو محض آپ ﷺ کے جمالِ جہاں آراء کے دیدار ہی سے مسلمان ہو گئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے چہرۂ انور کے طفیل آپ کی اُمت میں بھی ایسے افراد پیدا فرمائے ہیں جن کے چہرہ کے دیدار سے بہت سے غیر مسلموں کو ایمان لانے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ اکابر دیوبند میں سے حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ (م: ۱۳۵۲ھ) کی ہستی ایسی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ایسی پرکشش شخصیت بنایا تھا کہ بہت سے غیر مسلم محض آپ کو دیکھ کر مسلمان ہو گئے تھے چنانچہ آپ کے تلمیذ و مسترشد حضرت مولانا محمد انوریؒ تحریر فرماتے ہیں:

---

[1] البدایہ والنہایہ ج:۳، ص: ۲۱۰

''ایک بار صبح کا اُجالا پھیلنے سے پہلے آپ وزیر آباد کے اسٹیشن پر گاڑی کے انتظار میں تشریف رکھتے تھے، تلامذہ اور معتقدین کا ہجوم اردگرد تھا، وزیر آباد ریلوے اسٹیشن کا ہندو اسٹیشن ماسٹر ہاتھ میں بڑا لیمپ لیے ہوئے ادھر سے گزرا۔ حضرت مرحوم پر نظر پڑی تو رک گیا اور غور سے دیکھتا رہا پھر بولا کہ ''جس مذہب کا یہ عالم ہے وہ مذہب جھوٹا نہیں ہوسکتا''۔

حضرت مرحوم ہی کے ہاتھ پر کفر سے توبہ کی اور ایمان کی دولت سے سرفراز ہوا۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ پنجاب میں ہی پیش آیا جب آپ کی منور صورت دیکھ کر ایک غیر مسلم کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی۔ [1]

مولانا انظر شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''مولانا محمد علی مونگیری المغفور کی دعوت پر جب آپ مونگیر قادیانیت کی تردید کے لیے تشریف لے گئے اور چند روز اجتماع میں آپ کے مسلسل بیان ہوئے تو علاقہ کا ایک بڑا ہندو سادھو پابندی سے ان اجتماعات میں شرکت کرتا، آخری دن اس کی زبان پر یہ کلمات بے اختیار تھے کہ ''یہ شخص اپنے چہرہ سے اسلام کی دعوت دیتا ہے''۔ [2]

ایک ہندو آفیسر کی آہ و بُکاء:

پرنسپل احسان قریشی رقمطراز ہیں:

''۱۷ راگست ۱۹۶۲ء کو ہم کلیر شریف ضلع سہارنپور میں تھے۔ زائرین پاکستان کی ایک پارٹی وہاں عرس حضرت مخدوم سیّد

---

[1] کمالات انوری بحوالہ نقشِ دوام ص: ۷۵ [2] نقشِ دوام ص: ۷۵

علی احمد صابر کی تقریبات میں حصہ لینے کے لیے پہنچی ہوئی تھی۔اس پارٹی کے لیڈر صاحبزادہ قاسم علی سجادہ نشین درگاہ داتا گنج بخشؒ لاہور تھے اور ڈپٹی لیڈر راقم الحروف تھا۔ سہارنپور کے ایک ہندو ڈپٹی سپریڈنٹ پولیس (سی آئی ڈی) و انٹیلی جنس کی ڈیوٹی اس بات پر لگی ہوئی تھی کہ وہ سفید کپڑوں میں ملبوس کانسٹیبلوں کی امداد سے زائرین پاکستان کی حرکات وسکنات پر نگاہ رکھیں اور خاص کر لیڈر اور ڈپٹی لیڈر صاحبان کی نشست و برخاست کا جائزہ لے کہ وہ کہاں کہاں جاتے ہیں۔اس وجہ سے وہ سی آئی ڈی آفیسر ہمارے ساتھ گھل مل گیا تھا۔

میں چند مصلحتوں کی بنا پر اس ہندو آفیسر کا نام لینا مناسب نہیں سمجھتا لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ اس سے زیادہ شریف النفس، نیک، سچا اور بلند کردار انسان میں نے ہندو دوستوں میں نہیں دیکھا۔ اس کی گفتگو ملنساری، طرز تکلم اور اچھا سلوک اس بات کی غمازی کرتے تھے کہ وہ خاندانی انسان ہے اور بلند اخلاق ہے۔

۱۷ اگست ۱۹۶۲ء کی صبح صبح وہ ہمارے کیمپ میں آیا اور مجھے بلایا میں باہر نکلا حیران ہوا کہ اس کے چہرے پر ہوائیاں کیوں چھوٹ رہی ہیں۔اس کی دونوں آنکھوں سے ایک ایک آنسو ٹپکتا بھی دکھائی دیا۔جو اس نے فوراً رومال سے صاف کر لیا۔میں نے اچانک اس صورت حال کی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا میں آج بہت غمگین ہوں۔میرا

دل بیٹھا جا رہا ہے۔ پرماتما مجھے شانتی بخشے۔ میں نے سمجھا کہ گھر میں کوئی بیمار ہوگا تب ہی انہیں اطمینان قلب نصیب نہیں۔ میرے استفسار پر اس نے بتایا کہ ایک تو اسے صبح سے ہی تھوڑی سی (بہت معمولی سی) اداسی تھی کہ تم لوگ آج رات جا رہے ہو اور میری رفقاء کی سرکاری نگہداشت بھی تم پر آج رات سے ختم ہو جائیگی۔

لیکن میری اس معمولی سی اداسی کو ایک اور واقعہ نے پہاڑ جیسا غم بنا کر رکھ دیا ہے۔ ایک بہت بڑا حادثہ ہوا ہے۔ قریشی صاحب! بہت بڑا ایکسیڈنٹ بہت بڑا نقصان۔

میرے استفسار پر اس نے ڈبڈباتی ہوئی آواز میں کہا قریشی صاحب میں نے آج صبح ریڈیو پر بڑی منحوس خبر سنی ہے وہ خبر یہ ہے کہ مولانا عبدالقادر رائے پوری لاہور میں کل انتقال کر گئے۔ اس کے یہ خبر بتلانے پر میرا دل بھی بیٹھ گیا اور میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ تھوڑی دیر کے لیے میں بھی سر پکڑ کر بیٹھ گیا لیکن میرے قلب پر یک دم حیرانگی اور تحیر کے جذبات غالب آگئے کہ اس ہندو آفیسر کا مولانا رائے پوریؒ کے ساتھ کیا واسطہ اور کیا تعلق ہے؟

اس نے کہا قریشی صاحب! کئی سالوں سے میری ڈیوٹی اس بات پر رہی ہے کہ خانقاہ شاہ عبدالرحیمؒ موضع رائے پور ضلع سہارنپور میں مولانا عبدالقادرؒ رائپوری پر نگرانی رکھوں۔ ان کی ڈاک سنسر ہو کیونکہ (اگرچہ وہ ۱۹۴۷ھ سے بھارتی

باشندے چلے آرہے تھے) وہ ہر دو سال بعد پاکستان ضرور جاتے تھے اور پاکستان سے بھی ان کے سینکڑوں مرید اِن سے ملنے بھارت آیا کرتے تھے۔اصل میں مولانا رائے پوری موضع ڈھڈیاں ضلع سرگودھا (پاکستان) کے باشندے تھے لیکن اپنے مرحوم پیر شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ سے اتنا تعلق بڑھا کہ وہیں کے ہو گئے۔

قریشی صاحب! وہ رشی تھے رشی۔ ولی تھے میں نے انہیں تو کیا دیکھنا تھا، ان کے مریدوں میں بھی سچائی، صاف گوئی، بے نفسی اور ریا سے نفرت پائی۔ان کی زندگی کو میں نے بھی چند سال قریب سے دیکھا۔ ایسا رشی منی میں نے مسلمانوں میں کہیں نہیں پایا۔جب بھی میں نے ان سے سرکاری طور پر کبھی کوئی استفسارات کئے تو انہوں نے ہمیشہ سچ بتلایا خواہ سچ بتلانے سے ان کے پاسپورٹ کی منسوخی کا ڈر ہی کیوں نہ ہو۔میری زندگی پر ان کے اقوال کا بہت اثر ہوا ان کی ''لائف'' سے میں بہت ہی متاثر ہوا۔وہ بہت بڑے دھرماتما اور مہاتما تھے۔جس طرح تم لوگ عرسوں پر آتے ہو وہ عرسوں پر تو نہیں آیا کرتے تھے۔اور نہ ہی قوالی سنا کرتے تھے لیکن ان کی مجلس میں غیر مسلموں کے دلوں پر بھی وہ شانتی اور سرور پیدا ہوتے تھے جو شاید ہی کہیں دیکھے ہوں ان کے لبوں سے پھول جھڑتے تھے۔صحیح معنوں میں وہ پرماتما کے ایک پہنچے ہوئے رشی تھے۔

ڈیڑھ ماہ قبل جب وہ سہارنپور سے لاہور بیماری کی حالت میں پاکستان کے سفر کے لیے روانہ ہوئے تو میں انہیں الوداع

اور پرنام کرنے گیا تھا۔ آہ! یہ آخری درشن تھے جو انہوں نے مجھے دیئے! کاش ان جیسا پوترمنش انسان اس دھرتی پر یعنی رائے پور ضلع سہارنپور میں ہی سرگباش ہوتا! پرماتما انہیں شانتی بخشے اگر تمہیں موقع ملے تو ان کی قبر پر پہنچ کر میرا سلام اور پرارتھنا عرض کرنا۔ اتنے الفاظ کہہ کر وہ ہندو آفیسر تو چلا گیا لیکن مجھے ورطۂ حیرت میں ڈال گیا! ایسی حیرت جسے میں زندگی بھر بھول نہیں سکوں گا اس واقعہ کے انمٹ تأثرات میرے قلب و ذہن پر ہر وقت موجود رہتے ہیں۔

ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں [1]

شیخ فریدالدین عطارؒ کی توبہ:

مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ فرماتے ہیں:

''شیخ فریدالدین عطار کی توبہ کا موجب یہ ہوا کہ وہ عطاری کا کاروبار کرتے تھے ایک دن حسب معمول کاروبار میں مشغول تھے کہ ایک دُرویش ان کی دکان پر پہنچے اور چند بار شَیْئًا لِلّٰهِ کہا، لیکن یہ دُرویش کی طرف متوجہ نہیں ہوئے، دُرویش نے کہا اے خواجہ تم کس طرح مرو گے؟ تب یہ متوجہ ہوئے اور کہا جس طرح تم مرو گے، دُرویش نے کہا تم میری طرح مرو گے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں یہ سن کر درویش نے کشکول اپنے سر کے نیچے رکھا اور لیٹ گیا۔ اللہ کہا اور جان دیدی، یہ دیکھ کر عطار کی حالت میں انقلاب برپا ہو گیا فوراً دکان بند کر دی اور طریقت کی راہ میں قدم رکھ دیا''۔ [2]

---

[1] خدام الدین ش:۸، فروری ۱۹۶۳ء [2] نفحات الانس اُردو ص: ۸۶۱

حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ ۶۲۷ھ میں تاتار کے ہاتھوں جبکہ آپ کی عمر تقریباً ۱۱۴ سال تھی شہید ہوئے، نیشاپور (ایران) میں آپ کا مزار ہے۔

تنگدستی کے دفعیہ کے لیے ایک عمل:

''حافظ نسفیؒ نے اپنی کتاب ''فضائل الاعمال'' میں اپنی سند سے حضرت حماد بن سلمہؒ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ عاصم بن ابی النجودؒ جو اپنے زمانہ میں شیخ القراء تھے فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے فقر و فاقہ اور تنگدستی سے دوچار ہونا پڑا، میں اپنے ایک دوست کے پاس آیا اور اسے اپنی حالت بتائی، میں نے اس دوست کے چہرہ میں ناگواری محسوس کی (جیسے اسے میرا سوال بُرا لگا ہو)۔ میں وہاں سے نکلا اور سیدھا جنگل میں چلا گیا وہاں جا کر میں نے نماز پڑھی اور زمین پر سر رکھ کر یہ دعاء کی ''یَامُسَبِّبَ الْاَسْبَابُ، یَامُفَتِّحَ الْاَبْوَابُ، یَاسَامِعَ الْاَصْوَاتُ، یَامُجِیْبَ الدَّعْوَاتُ، یَاقَاضِیَ الْحَاجَاتُ، اِکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ'' ابھی میں نے اپنا سر بھی نہیں اٹھایا تھا کہ کسی شے کے گرنے کی آواز آئی، سر اٹھایا تو دیکھا کہ ایک چیل نے سرخ تھیلی ڈالی ہے میں نے اس تھیلی کو اٹھا کر دیکھا تو اس میں اسی (۸۰) دینار اور روئی میں لپٹا ہوا قیمتی پتھر تھا، میں نے قیمتی پتھر ایک کثیر رقم کے عوض بیچ دیا۔ دیناروں کو کام میں لایا اور ان سے جائیداد خریدی اور اللہ کا شکر ادا کیا''۔ [1]

---

[1] حیات الحیوان عربی جلد ا، ص: ۳۲۶

حضرت سعید بن جبیرؒ کے قتل پر حجاج کا ستر بار قتل کیا جانا:

''امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حجاج (بن یوسف) کو اس کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا کہ وہ بدبودار مردار کی شکل میں پڑا ہوا ہے، آپ نے اس سے پوچھا **مافعل اللہ بک؟** اللہ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ اس نے جواب دیا کہ جتنے لوگ بھی میں نے قتل کئے ان میں سے ہر ایک کے بدلہ مجھے ایک دفعہ قتل کیا گیا البتہ سعید بن جبیر کے بدلہ میں ستر مرتبہ قتل کیا گیا۔ آپ نے پوچھا کہ اب تو کس چیز کا منتظر ہے؟ اس نے کہا کہ جس چیز کے موحد لوگ منتظر ہیں۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کافر نہیں تھا اس کی موت توحید پر ہوئی تھی اللہ کو اس کے حال کا زیادہ پتہ ہے وہی معاملہ کی اصل حقیقت کو زیادہ جانتا ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حجاج کو ہر مقتول کے بدلے میں ایک مرتبہ قتل کیا جبکہ سعید بن جبیرؒ کے بدلہ میں ستر مرتبہ قتل کیا حالانکہ حجاج نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو بھی قتل کیا تھا جو کہ صحابی تھے اور سعید بن جبیرؒ تابعی تھے اور ظاہر ہے کہ صحابی کا درجہ تابعی سے بڑھا ہوا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں حکمت یہ ہے کہ حجاج نے جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو شہید کیا تھا اس وقت علم میں ان جیسے صحابہ کثیر تعداد میں موجود تھے جیسے

حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت انس بن مالکؓ وغیرہ لیکن جس
وقت سعید بن جبیرؒ کو شہید کیا تو اس وقت ان جیسا عالم کوئی
نہیں تھا، بہت سے مصنّفین نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن
بصریؒ کو جب حضرت سعید بن جبیرؒ کی شہادت کی اطلاع ہوئی
تو فرمایا: سعید بن جبیرؒ ایسے وقت میں فوت ہوئے ہیں کہ لوگ
مشرق سے لیکر مغرب تک ان کے علم کے محتاج تھے"۔ [۱]

مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ:

مندرجہ بالا عنوان ایک حدیث شریف کا ٹکڑا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کے ہو جاتے ہیں۔ حالات و واقعات اس کی شہادت دیتے ہیں ایک واقعہ علامہ دمیریؒ نے درج فرمایا ہے ملاحظہ فرمائیے:

"مروی ہے کہ ایک مرتبہ امیرالمومنین منصور (عباسی) نے
حضرت عبدالرحمٰن بن قاسمؒ سے عرض کیا کہ مجھے کچھ نصیحت
کیجئے۔ آپ نے فرمایا: حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فوت ہوئے تو
انہوں نے اپنے پیچھے گیارہ لڑکے چھوڑے آپ کا کل ترکہ سترہ
دینار تھے جن میں سے پانچ دینار سے آپ کا کفن دفن کیا گیا،
دو دینار سے قبر کے لیے زمین خریدی گئی (باقی دس دینار لڑکوں
میں تقسیم کیئے گئے) ہر لڑکے کو انیس درہم ملے اور جب ہشام
بن عبدالملک فوت ہوا تو اس نے بھی اپنے پیچھے گیارہ ہی
لڑکے چھوڑے، ہر لڑکے کو باپ کی میراث میں سے دس دس
لاکھ درہم ملے، میں نے اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ
کی اولاد میں سے ایک کو دیکھا کہ اس نے ایک ہی دن میں سو

---

[۱] حیاۃ الحیوان جلد ۱، ص: ۲۴۲

گھوڑوں پر سامان لاد کر جہاد میں پیش کیا جبکہ ہشام کی اولاد میں سے ایک کو دیکھا کہ وہ بھیک مانگ رہا ہے"۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ:

"یہ واقعہ کوئی تعجب خیز نہیں ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنی اولاد کو اللہ کے سپرد کر دیا تھا، اللہ ان کے لیے کافی ہو گئے اور انہیں غنی و مال دار کر دیا اس کے برعکس ہشام نے اپنی اولاد کو دنیا کے سپرد کر دیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے انہیں فقیر و محتاج بنا دیا"۔[۱]

شیطان کا مال تجارت:

کتاب "ابتلاء الاخیار" میں مذکور ہے کہ ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ابلیس سے ملاقات ہوئی وہ لعین پانچ گدھوں کو جن پر بوجھ لدا ہوا تھا ہانکے لیے جا رہا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا کیا لادے لیے جا رہا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ مالِ تجارت ہے اس کے لیے خریداروں کی تلاش میں جا رہا ہوں، آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا کیا مال تیرے پاس ہے؟ اِبلیس نے مال کی تفصیل بتلائی کہ:

① ایک تو اس میں ظلم ہے آپ نے پوچھا کہ اسے کون خریدے گا؟ اس نے کہا اسے بادشاہ خریدیں گے۔

② دوسرے اس میں کبر ہے، آپ نے دریافت فرمایا کہ اسے کون خریدے گا؟ اس نے کہا کہ اسے چودھری خریدیں گے۔

③ تیسرے اس میں حسد ہے، آپ نے پوچھا یہ کون لے گا؟ اس نے کہا کہ اسے علماء لیں گے۔

④ چوتھے اس میں خیانت ہے، آپ نے سوال کیا کہ خیانت کون خریدے

---

[۱] حیاۃ الحیوان جلد۱، ص: ۳۷۳

گا؟ اس نے کہا کہ اسے تاجروں کے کارندے خریدیں گے۔

۵ پانچویں اس میں مکرو فریب ہے۔آپ نے پوچھا یہ کون لے گا؟ اس نے کہا کہ یہ عورتیں لیں گی"۔ ۱

نفسیاتی سُراغ:

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"محمد بن کعب قرظیؒ کا کہنا ہے کہ ایک شخص حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور یہ شکایت کی کہ میرے پڑوسی میری بطخ چرا لیتے ہیں، آپ نے یہ سننے کے بعد لوگوں کو نماز کے لیے بلایا، بعداز نماز خطبہ دیا جس میں آپ نے فرمایا: تم میں سے بعض لوگ وہ ہیں جو اپنے پڑوسی کی بطخ چرا لیتے ہیں پھر مسجد میں آتے ہیں تو ان کے سر پر پَر ہوتے ہیں اتنا کہنا تھا کہ ایک شخص نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا، آپ نے فرمایا اسے پکڑ لو یہی بطخ چور ہے"۔ ۲

بلّی کے نام اور دام:

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ بلی کے عربی میں بہت سے نام ہیں اور اس کے متعلق ایک قصہ مشہور ہے وہ قصہ یہ ہے کہ:

"ایک اعرابی نے بلی پکڑی مگر وہ اسے پہچان نہ سکا (کہ یہ کیا جانور ہے) اسے راستہ میں ایک شخص ملا اور کہنے لگا یہ سِنَّوْرُ کیسی ہے؟ دوسرا شخص ملا وہ بولا یہ هِرّ کیسی ہے، تیسرا ملا تو بولا کہ یہ قَطّ کیسی ہے؟ چوتھا ملا تو بولا یہ ضَیْوَنُ کیسی

---

۱ حیاۃ الحیوان جلد ۱، ص: ۳۵۳ ۲ کتاب الاذکیاء ص: ۳۶

ہے؟ پانچواں ملا تو بولا یہ خَیْدَعْ کیسی ہے؟ چھٹا ملا تو بولا یہ خَیْطَلُ کیسی ہے؟ ساتواں ملا تو بولا یہ دِمْ کیسی ہے؟ وہ اعرابی (جی میں) کہنے لگا (کہ جس جانور کے اتنے زیادہ نام ہیں یقیناً اس کی قیمت بھی زیادہ ہوگی) اسے بازار لے جا کر بیچنا چاہئے شاید اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ بہت سا مال مجھے عطا فرمائے چنانچہ وہ بلی کو لے کر بازار گیا وہاں اس سے کسی نے پوچھا کہ بلی کتنے کی دو گے؟ اس نے جواب دیا کہ سو درہم کی، خریدار یہ سن کر تعجب سے بولا سو درہم؟ اگر تم کو اس کا آدھا درہم ہی مل جائے تو بہت ہے۔ اعرابی نے یہ سن کر بلی کو پھینک دیا اور کہنے لگا اس پر خدا کی مار، نام تو اس کے اتنے زیادہ ہیں اور دام اس قدر کم ہیں۔ [1]

حضرت حسن بصریؒ اور فَرَزْدَقْ کا واقعہ:

حدیث شریف میں آتا ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

"بنی الاسلام علی خمس شھادۃ ان لاَ الٰہ الا اللّٰہ وان محمداً عبدہ و رسولہ و اقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوۃ و الحج و صوم رمضان"۔ [2]

اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر رکھی گئی ہے (۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوائی کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ ادا کرنا (۴) حج کرنا (۵) رمضان کے روزے رکھنا۔

---

[1] حیاۃ الحیوان جلد۱، ص: ۵۷۶ [2] بخاری شریف جلد۱، ص: ۶ مسلم شریف ج:۱، ص: ۳۲

نبی کریم ﷺ نے اس حدیث پاک میں بطور مثال اسلام کو ایک خیمہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو پانچ ستونوں پر قائم ہوتا ہے۔ کلمۂ شہادت خیمہ کی درمیانی لکڑی کی طرح ہے اور باقی چار ارکان بمنزلہ ان چار ستونوں کے ہیں جو چاروں کونوں پر ہوں، اگر درمیانی لکڑی نہ ہو تو خیمہ کھڑا ہو ہی نہیں سکتا اور اگر یہ لکڑی موجود ہو اور چاروں طرف کے کونوں میں سے کوئی سی لکڑی نہ ہو تو خیمہ تو قائم ہو جائے گا لیکن جس کونے کی لکڑی نہیں ہو گی وہ جانب ناقص اور گری ہوئی ہو گی۔

اس حدیث مبارک کے تحت شارحین حدیث نے حضرت خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ اور مشہور شاعر فرزدق کا واقعہ نقل کیا ہے جس سے اس حدیث کی مزید وضاحت ہوتی ہے وہ واقعہ ملاحظہ فرمایئے:

"ایک بار حضرت خواجہ حسن بصریؒ اور فرزدق دونوں کا ایک جنازہ میں اجتماع ہوا، فرزدق نے حضرت حسن بصریؒ سے کہا: **اتدری مایقول الناس یا ابا سعید؟** ابوسعید پتہ ہے لوگ ہمارے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ پھر وہ بات کہہ دی جو لوگ کہتے تھے۔ **اجتمع فی هذه الجنازة خیر الناس و شر الناس۔** اس جنازہ میں ایک بہترین شخص اور ایک بدترین شخص کا اجتماع ہو گیا (لوگوں کی بہترین شخص سے مراد حضرت خواجہ حسن بصریؒ تھے اور بدترین شخص سے فرزدق)۔ حضرت حسنؒ نے سن کر فرمایا: **کلّالستُ بخیرهم ولستَ بشرهم ولکن ما اعددتَ لهذا الیوم؟** نہ تو میں بہترین شخص ہوں اور نہ تم بدترین شخص ہو، پر یہ تو بتاؤ کہ تم نے اس دن (یعنی قیامت) کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ فرزدق

نے کہا: **شهادة ان لا اله الا الله وان محمدًا رسول الله مذستون سنة**، ساٹھ برس سے کلمۂ شہادت کی گواہی پر قائم ہوں (یہی میری تیاری ہے)۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا: **هذا العمود فاين الاطناب؟** ''بھائی کلمۂ شہادت تو بمنزلہ عمود اور ستون کے ہے اس کے لیے اَطْنَابُ یعنی رسیوں کی ضرورت ہوتی ہے جن سے اسے کھڑا کیا جاتا ہے وہ کہاں ہیں؟'' مطلب یہ ہے کہ کلمۂ شہادت تو بمنزلہ ایمان کے ہے اور کمال ایمان کے لیے اعمال کی ضرورت ہے، نجاتِ اَبَدِیَه و سَرْمِدِيَّهٗ اسی وقت حاصل ہوگی جب ایمان کے ساتھ اعمال ہونگے۔

حدیث شریف کے ساتھ تمسخر کا انجام:

حدیث شریف میں آتا ہے حضرت کثیر بن قیس رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جامع مسجد دمشق میں بیٹھا ہوا تھا کہ آپ کے پاس ایک صاحب آئے اور کہنے لگے کہ میں رسول اکرم ﷺ کے شہر (مدینہ طیبہ) سے آپ کے پاس ایک حدیث کے لیے آیا ہوں جس کے بارہ میں مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ وہ حدیث براہ راست حضور اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں میں صرف اور صرف اس حدیث کو سننے کے لیے آیا ہوں، میرے آنے کی اور کوئی غرض نہیں ہے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اکرم ﷺ کو سنا آپ فرما رہے تھے:

''من سلک طريقا يطلب فيه علمًا سلک الله به طريقا من طرق الجنة وان الملائكة لتضع اجنحتها رضًى لطالب العلم

وان العالم لیستغفرلہ من فی السموات و من فی الارض والحیتان فی جوف الماء وان فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلۃ البدر علی سائر الکواکب وان العلماء ورثۃ الانبیاء وان الانبیاء لم یورثوا دینارا ولادرھما وانما ورثوا العلم فمن اخذہ اخذ بحظ وافر"۔ [۱]

جو شخص کسی راستے پر علم دین حاصل کرنے کے لیے چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے راستوں میں سے ایک راستے پر چلا دیتے ہیں۔ فرشتے طالب علم کی رضا اور خوشنودی کے لیے اپنے پر بچھا دیتے ہیں اور عالم دین کے لیے آسمان و زمین کی سب مخلوق حتیٰ کہ وہ مچھلیاں جو پانی کے اندر ہیں وہ بھی استغفار کرتی ہیں اور عالم دین کو عابد پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسے چودھویں کے چاند کو تمام ستاروں پر۔ علماء انبیاء کے وارث ہیں، انبیاءؑ اپنی وراثت میں دینار و درہم نہیں چھوڑتے ان کی میراث علم ہے لہٰذا جس نے علم حاصل کیا اس نے کامل حصہ (انبیاء کی وراثت کا) پالیا۔

اس حدیث شریف میں جو آیا ہے کہ "فرشتے طالب علم کی رضا اور خوشنودی کے لیے اپنے پر بچھا دیتے ہیں" اس کے متعلق شارحین حدیث لکھتے ہیں کہ اس کے مجازی معنی بھی مراد ہو سکتے ہیں اور حقیقی بھی۔

مجازی معنی مراد لیں تو مطلب ہو گا کہ فرشتے طالب علم کا بڑا اعزاز و اکرام کرتے ہیں جیسے ہم اپنے محاورہ میں کہتے ہیں کہ "ہم آپ کے لیے فرش راہ ہیں، آپ کے لیے پلکیں بچھاتے ہیں"۔اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ ہم دل کے ساتھ آپ کا اعزاز و اکرام کرتے ہیں، یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ہم راستہ

---

[۱] مسند احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، مسند دارمی بحوالہ مشکوٰۃ ص: ۳۴

میں لیٹ جاتے ہیں اور آپ ہمارے اوپر سے گزرتے ہیں۔ یہ بعینہٖ ایسے ہی ہے جیسے قرآن پاک میں ارشاد ہے وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ اللہ تعالیٰ اولاد کو حکم دے رہے ہیں کہ ماں باپ کے سامنے عاجزی اور نیاز مندی سے اپنے آپ کو جھکا دو اور بچھا دو، اس کا مطلب یہی ہے کہ ماں باپ کے سامنے تواضع اختیار کرو ان کا اعزاز واکرام کرو۔

تاہم اس کے حقیقی معنیٰ بھی مراد لیے جا سکتے ہیں اس صورت میں مطلب یہی ہوگا کہ فرشتے طالب علم کی رضا وخوشنودی کے لیے اس کے راستے میں اپنے پر بچھا دیتے ہیں اور وہ ان پروں پر سے گزرتا ہے البتہ چونکہ فرشتے غیر مرئی مخلوق ہیں نظر نہیں آتے اس لیے ان کا یہ فعل بھی نظر نہیں آتا، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں اس کا مشاہدہ کروا دیتے ہیں۔ حضرت ملا علی قاریؒ نے ''مرقاۃ شرح مشکوۃ'' میں اس سلسلہ کے دو واقعے ذکر کئے ہیں جو سبق آموز بھی ہیں اور عبرت انگیز بھی ذیل میں یہ واقعے ذکر کئے جاتے ہیں شاید کسی کے لیے عبرت کا باعث بن جائیں۔ ملاحظہ فرمایئے: حضرت ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں:

> ''ابن قیمؒ نے احمد بن شعیب سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم بصرہ میں ایک محدث کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ انہوں نے یہی حدیث (جس میں ہے کہ فرشتے طالبعلم کی رضا اور خوشنودی کے لیے اپنے پر بچھا دیتے ہیں) ذکر کی، اس مجلس میں ایک معتزلی بھی تھا وہ اس حدیث کا مذاق اُڑانے لگا اور کہنے لگا کہ: ''واللہ لاطرقن غدًا نعلی واطأبها اجنحة الملائكة'' بخدا میں کل جوتے پہن کر فرشتوں کے پروں کو روندوں گا۔ چنانچہ وہ جوتے پہن کر

اپنے ذہن کے مطابق روندنے لگا دیکھتے ہی دیکھتے اس کے دونوں پاؤں سوکھ گئے اوران میں کیڑے پڑ گئے''۔ [1]

''امام طبرانی فرماتے ہیں میں نے ابن یحیٰ ساجی سے سنا وہ فرما رہے تھے کہ ہم ایک محدث کی خدمت میں جانے کے لیے بصرہ کی گلیوں سے گزر رہے تھے کہ یکا یک جلدی جلدی چلنے لگے، ہمارے ساتھ ایک شخص تھا جو دینی اعتبار سے بیہودہ قسم کا آدمی تھا اس نے مذاق اُڑاتے ہوئے کہا کہ اپنے پاؤں فرشتوں کے پروں پر سے اُٹھالو کہیں انہیں توڑ نہ دو (یہ بات کہہ کر) وہ اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں تھا کہ اس کے دونوں پاؤں سوکھ کر کانٹا ہو گئے اور وہ زمین پر گر پڑا''۔ [2]

ایک عجیب مسئلہ کا حل:

حضرت مولانا سیّدابوالحسن علی ندویؒ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ استفتاء آیا کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ وہ کوئی ایسی عبادت کرے گا جس میں عبادت کے وقت کوئی دوسرا شریک نہیں ہوگا اگر اس نے قسم پوری نہیں کی تو اس کی بیوی کو تین طلاق۔ علماء یہ استفتاء سن کر حیرت میں پڑ گئے کہ ایسی کون سی عبادت ہوسکتی ہے جس میں وہ بالکل تنہا ہو اور روئے زمین پر کوئی شخص بھی اس وقت وہ عبادت نہ کررہا ہو۔ حضرت شیخ (عبدالقادر جیلانیؒ) کے پاس استفتاء آیا تو بے تکلف فرمایا کہ مطاف اس کے لیے خالی کر دیا

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۱، ص: ۲۷۹ طبع امدادیہ ملتان۔ [2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۱، ص: ۲۷۹

جائے اور وہ سات چکر کر کے خانہ کعبہ کا طواف تنہا مکمل کرے۔علماء نے یہ جواب سن کر بے ساختہ دادِ تحسین دی اور کہا کہ یہی ایک صورت ہے کہ وہ بلا شرکتِ غیرے عبادت کرے اور اپنی قسم پوری کرے اس لیے کہ طواف بیت اللہ پر موقوف ہے، اور مطاف اس شخص کے لیے مخصوص کر دیا گیا ہے، اب اس عبادت میں کہیں بھی شرکت کا امکان نہیں"۔ [1]

عَاقِلُ اَھْلِ الْاُنْدُلُس:

مندرجہ بالا عنوان کا ترجمہ ہے "اندلس والوں میں عقل مند آدمی" یہ خطاب حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے اپنے ایک شاگرد کو دیا تھا اس کا سبب کیا ہوا ملاحظہ فرمایئے۔

علامہ دمیریؒ تحریر فرماتے ہیں:

"مروی ہے کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک جماعت حاضر تھی جو آپ سے تحصیل علم میں مشغول تھی۔اثناء درس کسی کہنے والے نے کہا کہ شہر میں ہاتھی آیا ہے۔ سارے شاگرد ہاتھی کو دیکھنے کے لیے چلے گئے ماسوائے یحییٰ بن یحییٰ لیثی اُندلسی کے کہ وہ نہیں گئے، حضرت امام مالکؒ نے ان سے پوچھا "لِمَ لَمْ تخرج لِترى هٰذا الخلق العجيب؟" یحییٰ تم اس عجیب مخلوق کو دیکھنے کیوں نہیں گئے، یہ تو تمہارے ملک میں ہوتا بھی نہیں؟ یحییٰ نے کہا کہ حضرت میں اپنے وطن (اندلس) سے

---

[1] تاریخ دعوت وعزیمت جلد ا، ص: ۲۰۲

آپ کے ملاحظے، آپ کی سیرت و اخلاق کے اپنانے اور آپ کے علوم کی تحصیل کے لیے آیا ہوں، ہاتھی دیکھنے نہیں آیا۔ حضرت امام مالکؒ یحییٰ کے اس جواب سے بہت خوش ہوئے اور انہیں "عاقلِ اہلِ اندلس" کا خطاب دیا۔ تحصیل علم کے بعد یحییٰ اندلس واپس چلے آئے اور وہاں علمی ریاست آپ پر ختم ہوئی، اس علاقے میں آپ ہی کے ذریعہ حضرت امام مالکؒ کا مذہب شائع ہوا، مؤطا امام مالک کی مشہور ترین اور سب سے اچھی روایت یحییٰ بن یحییٰ ہی کی روایت شمار ہوتی ہے، اُمراء کے ہاں آپ انتہائی قابل تعظیم سمجھے جاتے تھے آپ مستجاب الدعوات تھے، ۲۳۴ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ قرطبہ شہر کے باہر مقبرہ ابن عباسؓ میں آپ کی قبر مبارک ہے جس کے وسیلہ سے بارانِ رحمت طلب کی جاتی ہے"۔ [1]

ماں کی بددُعاء:

علامہ ابن خلکانؒ (م: ۶۸۱ھ) تحریر فرماتے ہیں:

"علامہ زمخشری کی ایک ٹانگ کٹی ہوئی تھی لوگوں نے ان سے اس کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ میری والدہ کی بددعاء کا نتیجہ ہے۔ قصہ یہ ہوا کہ میں نے بچپن میں ایک چڑیا پکڑی اور اس کی ٹانگ میں ایک ڈورا باندھ دیا، اتفاقاً وہ میرے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور اُڑ کر ایک دیوار کے شگاف میں گھس گئی، میں نے ڈورا پکڑ کر زور سے کھینچا

---

[1] حیاۃ الحیوان عربی جلد ۲، ص: ۱۸۸

تو وہ اس شگاف سے نکل آئی مگر ڈورے سے اس کی ٹانگ کٹ گئی، والدہ کو اس کا بڑا صدمہ ہوا اور مجھے یہ کہہ کر بددعا دی کہ جس طرح تو نے اس کی ٹانگ کاٹی ہے خدا تیری ٹانگ بھی ایسے ہی کاٹ دے۔ جب میں طالب علمی کی عمر کو پہنچا اور تحصیل علم کی غرض سے بخارا جانے کے لیے چلا تو دوران سفر سواری سے گر پڑا۔ بخارا جا کر میں نے بہت علاج کروایا مگر ٹانگ کٹائے بغیر بات نہ بنی، انجام کار ٹانگ کٹوانی پڑی''۔ [۱]

سکندر ذوالقرنین اور ایک صالح قوم:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور میں نمرود کے بعد ایک نیک و صالح اور عادل حکمران گزرے ہیں جنہوں نے تمام روئے زمین پر حکمرانی کی تھی ان کا نام سکندر تھا اور لقب ذوالقرنین تھا انہیں ذوالقرنین کیوں کہتے تھے اس کی متعدد وجہیں ذکر کی گئیں ہیں: (۱) قرن کے معنی جانب اور کنارہ کے ہوتے ہیں چونکہ انہوں نے دنیا کی دونوں جانبوں یعنی مشرق و مغرب کا چکر لگایا تھا اس لیے انہیں ذوالقرنین یعنی دو جانبوں والا کہا گیا (۲) قرن کے معنی نسل کے بھی آتے ہیں چونکہ ان کے زمانہ میں لوگوں کی دو نسلیں گزریں تھیں اس لیے ذوالقرنین کہا گیا یعنی دو نسلوں والے (۳) قرن کے معنی مینڈھی کے بھی آتے ہیں چونکہ ان کے بالوں کی دو مینڈھیاں بنی ہوئی تھیں اس لیے انہیں ذوالقرنین کہا گیا یعنی دو مینڈھیوں والے (۴) بعضوں نے کہا ہے کہ چونکہ انہیں علم ظاہری اور علم باطنی دونوں سے نواز اگیا تھا اس لیے انہیں ذوالقرنین

---

[۱] وفیات الاعیان جلد ۵، ص: ۱۶۹

کہا گیا۔ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ بیت اللہ کا طواف بھی کیا تھا ان کے وزیر حضرت خضر علیہ السلام تھے اور سولہ سو برس ان کی عمر ہوئی تھی یہی وہ بادشاہ ہیں جنہوں نے یاجوج و ماجوج کی شرارتوں سے بچنے کے لیے ''سد سکندری'' بنایا تھا جس کا قرآن پاک میں تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔ان کا ایک واقعہ علامہ دمیری نے ذکر کیا ہے یہ واقعہ چونکہ بہت سی حکمت کی باتوں پر مشتمل ہے اس لیے ذکر کیا جاتا ہے ملاحظہ فرمائیے:

علامہ دمیریؒ تحریر فرماتے ہیں:

''روایت ہے کہ ذوالقرنین نے جب سد سکندری بنالیا اور اس کو خوب مستحکم کر لیا تو آپ نے وہاں سے کوچ فرمایا اور چلتے چلتے آپ کا گزر ایک ایسی صالح قوم پر ہوا جو راہ حق پر گامزن تھی اور ان کے جملہ امور حق پر مبنی تھے اور ان میں اوصافِ حسنہ بدرجہ کمال موجود تھے۔روزمرہ کے امور میں عدل اور ہر چیز کی مساوی تقسیم ، انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا، آپس میں صلہ رحمی ، حال و قال ایک، ان کی قبریں ان کے دروازوں کے سامنے، ان کے دروازے غیر مقفل ، نہ ان کا امیر و قاضی، نہ آپس میں امتیازی سلوک، نہ کسی قسم کا لڑائی جھگڑا، نہ گالم گلوچ اور نہ قہقہہ بازی ، نہ رنج وغم، آسمانی آفات سے محفوظ، عمریں دراز، نہ ان میں کوئی مسکین نہ کوئی فقیر۔ذوالقرنین کو یہ حالات دیکھ کر تعجب ہوا اور کہنے لگے کہ تم لوگ مجھ کو اپنے حالات سے مطلع کرو کیونکہ میں تمام دنیا میں گھوما ہوں اور بے شمار بحری اور بری اسفار کئے ہیں مگر تم جیسی صالح اور کوئی قوم نظر نہیں

آئی۔ان کے نمائندہ نے کہا کہ آپ جو چاہیں سوال کریں میں ان کے جواب دیتا جاؤنگا۔

ذوالقرنین: تمہاری قبریں تمہارے گھروں کے دروازوں کے سامنے کیوں ہیں؟

نمائندہ: ایسا ہم نے عمداً اِس لیے کیا ہے تا کہ ہم موت کو نہ بھول جائیں بلکہ اس کی یاد ہمارے دلوں میں باقی رہے۔

ذوالقرنین: تمہارے دروازوں پر قفل (تالے) کیوں نہیں؟

نمائندہ: ہم میں سے کوئی مشتبہ نہیں بلکہ سب امانتدار ہیں۔

ذوالقرنین: تمہارے یہاں اُمراء کیوں نہیں ہیں؟

نمائندہ: ہم کو اُمراء کی حاجت نہیں ہے۔

ذوالقرنین: تمہارے اُوپر حکام کیوں نہیں ہیں؟

نمائندہ: کیونکہ ہم آپس میں جھگڑا نہیں کرتے جو حکام کی ضرورت پیش آئے

ذوالقرنین: تم میں اغنیاء یعنی مالدار کیوں نہیں ہیں؟

نمائندہ: کیونکہ ہمارے یہاں مال کی کثرت نہیں ہے۔

ذوالقرنین: تمہارے یہاں بادشاہ کیوں نہیں ہیں؟

نمائندہ: ہمارے یہاں دنیوی سلطنت کی کسی کو رغبت ہی نہیں۔

ذوالقرنین: تمہارے اندر اَشراف (بڑے اور سردار) کیوں نہیں؟

نمائندہ: کیونکہ ہمارے اندر تفاخر کا مادہ ہی نہیں۔

ذوالقرنین: تمہارے اندر اختلاف کیوں نہیں؟

نمائندہ: کیونکہ ہمارے اندر صلح کا مادہ بہت زیادہ ہے۔

ذوالقرنین: تمہارے یہاں آپس میں لڑائی جھگڑا کیوں نہیں؟

نمائندہ: ہمارے یہاں حلم و بردباری کوٹ کوٹ کر بھردی گئی ہے۔

ذوالقرنین: تم سب کی بات ایک ہے اور طریقہ راست ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

نمائندہ: یہ اس وجہ سے ہے کہ ہم آپس میں نہ جھوٹ بولتے ہیں نہ دھوکہ دیتے ہیں اور نہ غیبت کرتے ہیں۔

ذوالقرنین: تمہارے سب کے دل یکساں اور تمہارا ظاہر و باطن بھی یکساں ہے اسکی کیا وجہ ہے؟

نمائندہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم سب کی نیتیں صاف ہیں ان سے حسد اور دغا نکل گئے ہیں۔

ذوالقرنین: تم میں کوئی مسکین وفقیر کیوں نہیں؟

نمائندہ: کیونکہ جو کچھ ہمارے یہاں پیدا ہوتا ہے ہم سب اس کو برابر تقسیم کر لیتے ہیں۔

ذوالقرنین: تمہارے یہاں کوئی درشت مزاج اور تندخو کیوں نہیں ہے؟

نمائندہ: کیونکہ ہم سب خاکسار اور متواضع ہیں۔

ذوالقرنین: تم لوگوں کی عمریں دراز کیوں ہیں؟

نمائندہ: کیونکہ ہم سب ایک دوسرے کے حق کو ادا کرتے ہیں اور حق کے ساتھ آپس میں انصاف کرتے ہیں۔

ذوالقرنین: تم باہم ہنسی مذاق کیوں نہیں کرتے؟

نمائندہ: تاکہ ہم استغفار سے غافل نہ ہوں۔

ذوالقرنین: تم غمگین کیوں نہیں ہوتے؟

نمائندہ: ہم بچپن سے بلاء و مصیبت جھیلنے کے عادی ہو گئے ہیں لہٰذا ہمیں ہر چیز محبوب و مرغوب ہوگئی ہے۔

ذوالقرنین: تم لوگ آفات میں کیوں نہیں مبتلا ہوتے جیسا کہ دوسرے لوگ ہوتے ہیں؟

نمائندہ: کیونکہ ہم غیر اللہ پر بھروسہ نہیں کرتے اور نہ نجوم وغیرہ کے معتقد ہیں

ذوالقرنین: اپنے آباء واجداد کا حال بیان کرو، وہ کیسے تھے؟

نمائندہ: ہمارے آباء واجداد بہت اچھے لوگ تھے وہ اپنے مساکین پر رحم کرتے اور جو ان میں فقیر ہوتے ان سے بھائی چارہ کرتے جو ان پر ظلم کرتا اس کو معاف کر دیتے اور جو ان کے ساتھ برائی کرتا وہ ان کے ساتھ بھلائی کرتے تھے، جو ان کے ساتھ جہل کا معاملہ کرتا وہ ان کے ساتھ بردباری کا معاملہ کرتے، آپس میں صلہ رحمی کا معاملہ کرتے، نماز کے اوقات کی حفاظت کرتے، اپنے وعدوں کو پورا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے ہر کام درست کر رکھے تھے اور جب تک وہ زندہ رہے ان کو اللہ تعالیٰ نے آفات سے محفوظ رکھا اور اللہ تعالیٰ نے اب ان کی اولاد یعنی ہم کو بھی انہی کے نقش قدم پر ثابت رکھا۔

یہ سب باتیں سن کر ذوالقرنین نے کہا اگر میں کسی جگہ قیام کرتا تو تمہارے پاس کرتا لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے کہیں قیام کی اجازت نہیں اس لیے معذور ہوں"۔ [1]

شریعت کا حکم توڑنے کا انجام:

کتاب وسنت کی نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کا جسم انسان کے پاس امانت ہے انسان کو اس بات کی تو اجازت ہے کہ وہ اسے جائز امور میں استعمال کرے لیکن اس کی اجازت ہرگز نہیں کہ وہ اپنے جسم کے کسی بھی حصے کو ضائع کرے یا اسے اپنے سے جدا کر کے کسی دوسرے کو دیدے یا فروخت کر دے، اسی لیے شریعت نے خودکشی کو حرام اور انسانی اعضاء کی قطع و برید کو ناجائز قرار دیا ہے۔ آج کل بہت سے لوگ مرتے وقت اپنی آنکھیں عطیے میں دینے

[1] حیاۃ الحیوان عربی جلد: ۲، ص: ۱۱۶

کی وصیت کرتے ہیں یہ غلط اور گناہ ہے۔اسی طرح آج کل کچھ لوگ اپنے گردے غربت کی وجہ سے فروخت کر دیتے ہیں اور کچھ لوگ مرتے وقت ان کے عطیے میں دینے کی وصیت کرتے ہیں یہ بھی ناجائز اور گناہ ہے شریعت نے اس سے منع کیا ہے۔کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس میں انسانیت کا بھلا ہے اس سے دوسرے لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ان کی یہ بات غلط ہے اوّل تو شریعت نے جس کام سے منع کر دیا ہو اُسے جائز قرار دینے کے لیے حیلے نہیں کرنے چاہئیں، دوسرے اس طرح دوسروں کا فائدہ یقینی نہیں ہوتا موہوم ہوتا ہے جبکہ گردے دینے والے کا نقصان یقینی ہوتا ہے۔موہوم فائدہ کے لیے یقینی نقصان برداشت کرنا عقل کے خلاف ہے۔

گزشتہ دنوں غربت کے مارے ایک شخص کے گردہ دینے کی رپورٹ اخبار میں چھپی ہے جس میں اس نے اپنے نقصان کا رونا رُویا ہے،آج کل لوگ چونکہ اخباری خبروں پر اعتماد زیادہ کرتے ہیں اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ اپنے قارئین کو بھی وہ خبر پڑھوائی جائے ملاحظہ فرمایئے:

> ''غربت دور کرنے کے لیے گردے بیچے، زخم خراب ہونے پر ساری رقم علاج پر لگ گئی، قرض بھی چڑھ گیا
>
> ''بصیر پور (نامہ نگار) ٹبی والا کے رہائشی محنت کش ماموں بھانجے نے اپنی غربت دور کرنے کے لیے ایک ایک گردہ فروخت کیا لیکن انفیکشن ہونے پر ساری رقم علاج پر لگ گئی بلکہ اُلٹا قرض بھی چڑھ گیا۔تفصیلات کے مطابق بھائی پھیرو کے بھٹہ مزدور عباس اور اس کے بھانجے مرتضیٰ نے بہکاوے میں آکر اپنی غربت دور کرنے کی خاطر ۸۵ ہزار میں اپنا ایک ایک گردہ بیچ ڈالا جن میں سے ۳۰،۳۰ ہزار

ان کے آپریشن پر خرچ ہو گئے جبکہ باقی رقم بھی زخم خراب ہونے پر علاج پر لگ گئی اور ابھی بھی وہ قرضہ لے کر علاج و معالجہ کروا رہے ہیں۔مرتضٰی اور عباس کے مطابق انہوں نے مقدمہ بازی کا قرض اُتارنے اور خوشحالی کے لیے یہ قدم اٹھایا تھا لیکن ان کا مقصد بھی پورا نہیں ہوسکا بلکہ اب وہ کوئی سخت کام کرنے کے قابل بھی نہیں رہے۔انہوں نے انکشاف کیا کہ بھٹہ خشت کے ان کے دیگر کئی ساتھی مزدور بھی گردے فروخت کر چکے ہیں۔عباس اورمرتضٰی دونوں غیر شادی شدہ ہیں۔انہوں نے بتایا کہ وہ بھائی پھیرو بائی پاس پر واقع حیات ڈوگر، اقبال عرف بالا اور چودھری طارق کے بھٹہ پر مزدوری کرتے تھے جہاں پر ایجنٹ نے انہیں ورغلایا اور لاہور جیل روڈ کے ایک ہسپتال میں لے جا کر ان کا ایک گردہ نکلوا دیا۔انہوں نے بتایا کہ انہیں صرف تین دن ہسپتال میں رکھنے کے بعد دوائیاں دے کر گھر بھجوا دیا گیا۔ وہ اپنا علاج خود کروا رہے ہیں۔دریں اثناء انہوں نے مطالبہ کیا کہ حکومت گردے نکلوانے کا کام کرنے والے ایجنٹوں کے خلاف کارروائی کرے''۔

(روزنامہ نوائے وقت ۵ محرم الحرام ۱۴۲۵، ۲۶ فروری ۲۰۰۴ صفحہ آخر)

کتابیات

القرآن الکریم

	کتاب	مصنف
۱-	آپ بیتی (یادایام)	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ
۲-	ابن ماجہ اور علم حدیث	محقق العصر حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ
۳-	الاحادیث المختارۃ	محمد بن عبدالواحد الحنبلی المقدسی رحمۃ اللہ علیہ
۴-	احیاء علوم الدین	ابو حامد محمد بن محمد الغزالی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ
۵-	اخبار الاخیار	حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
۶-	أسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ	علامہ ابن الاثیر الجزری رحمۃ اللہ علیہ
۷-	اشاعتِ اسلام	حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ
۸-	اصلاحی خطبات	حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم
۹-	اعیان الحجاج	حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی رحمۃ اللہ علیہ
۱۰-	انوار العیون	
۱۱-	البدایۃ والنہایۃ	حافظ عماد الدین ابن کثیر الشافعی رحمۃ اللہ علیہ
۱۲-	بذل المجہود فی حل ابی داؤد	حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ
۱۳-	پندرہ روزہ تعمیر حیات	لکھنؤ
۱۴-	تاریخ بغداد	ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی رحمۃ اللہ علیہ
۱۵-	تاریخ الخلفاء	جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ
۱۶-	تاریخ دعوت وعزیمت	حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ
۱۷-	تذکرۃ الحفاظ	ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ
۱۸-	التذکرۃ فی احوال الموتیٰ وامور الآخرۃ	ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی المالکی رحمۃ اللہ علیہ

کتاب	مصنف
١٩- الترغیب و الترھیب	حافظ ذکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری رحمۃ اللہ علیہ
٢٠- تزکیہ واحسان	حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ
٢١- تفسیر القرآن العظیم	حافظ عماد الدین ابن کثیر الشافعی رحمۃ اللہ علیہ
٢٢- التفسیر الکبیر	فخر الدین ابوعبداللہ محمد بن عمر بن حسین الشافعی رحمۃ اللہ علیہ
٢٣- تہذیب الکمال	جمال الدین ابوالحجاج یوسف المزّی رحمۃ اللہ علیہ
٢٤- جامع ترمذی	محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمۃ اللہ علیہ
٢٥- الجامع لاحکام القرآن	ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی المالکی رحمۃ اللہ علیہ
٢٦- جہانِ دیدہ	حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم
٢٧- حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات	مرتبہ مولانا ابوالحسن اعظمی
٢٨- حکایاتِ اولیاء (ارواحِ ثلاثہ)	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
٢٩- حیاۃ الحیوان	علامہ کمال الدین الدمیری رحمۃ اللہ علیہ
٣٠- الدرر الکامنۃ فی اعیان المائۃ الثامنۃ	احمد بن علی بن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ
٣١- دُنیا وآخرت	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
٣٢- دیباچہ دُرلا ثانی	شاہ محمد ہدایت علی جے پوری رحمۃ اللہ علیہ
٣٣- ڈاڑھی اور انبیاء کی سنتیں	حضرت مولانا سعید احمد پالن پوری
٣٤- رسالہ قشیریہ	علامہ ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ
٣٥- روح البیان	اسماعیل حِقّی البروسوی رحمۃ اللہ علیہ
٣٦- روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی	سیّد محمود آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ
٣٧- روزنامہ نوائے وقت	لاہور
٣٨- روض الریاحین فی حکایات الصالحین	عفیف الدین ابوالسعادت عبداللہ بن اسعد رحمۃ اللہ علیہ
٣٩- سفرنامۂ ہند	پروفیسر محمد اسلم مرحوم

۴۰- سنن ابن ماجہ — ابو عبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی رحمۃ اللہ علیہ

۴۱- سنن ابی داؤد — ابو داؤد سلیمان بن اشعث السجستانی رحمۃ اللہ علیہ

۴۲- سنن دارمی — ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی رحمۃ اللہ علیہ

۴۳- سنن نسائی — ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی النسائی رحمۃ اللہ علیہ

۴۴- سیر اعلام النبلاء — ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی رحمۃ اللہ علیہ

۴۵- سیرت حلبیہ

۴۶- شرح السنۃ — ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ

۴۷- شعب الایمان — ابوبکر احمد بن حسین البیہقی رحمۃ اللہ علیہ

۴۸- صحیح البخاری — ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ

۴۹- صحیح المسلم — ابو الحسین مسلم بن الحجاج القشیری رحمۃ اللہ علیہ

۵۰- طبقات ابن سعد — علامہ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ

۵۱- طبقات المحدثین باصفہان

۵۲- عمل الیوم واللیلۃ — ابوبکر احمد بن محمد بن اسحٰق السنی رحمۃ اللہ علیہ

۵۳- فضائل ذکر — شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ

۵۴- فضائل صدقات — شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ

۵۵- فضائل علم — حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

۵۶- فضائل نماز — شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ

۵۷- فلکیات جدیدہ — حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمۃ اللہ علیہ

۵۸- کتاب الاذکیاء — ابو الفرج ابن الجوزی الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ

۵۹- کتاب الزہد — امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

۶۰- کتاب الکبائر — ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ

۶۱- کشف الاسرار — امام عبدالعزیز بخاریؒ

کتاب	مصنف
۶۲- کمالات انوری	مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ علیہ
۶۳- الکنز المدفون	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی رحمۃ اللہ علیہ
۶۴- مؤطا امام مالکؒ	حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ
۶۵- ماہنامہ ندائے شاہی	مراد آباد (انڈیا)
۶۶- مجمع الزوائد ومنبع الفوائد	نورالدین علی بن ابی بکر الھیثمی رحمۃ اللہ علیہ
۶۷- مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	علی بن سلطان محمد القاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ
۶۸- المستدرک علی الصحیحین فی الحدیث	ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ المعروف بالحاکم رحمۃ اللہ علیہ
۶۹- مسند احمد	حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ
۷۰- مشاہدات وتاثرات	حضرت مولانا سیّد سلمان منصور پوری
۷۱- مشکوٰۃ المصابیح	ولی الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی رحمۃ اللہ علیہ
۷۲- مصنف ابن ابی شیبہ	ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ
۷۳- مطالعۂ قرآن کے اصول ومبادی	حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ
۷۴- مظاہرِ حق (جدید)	نواب قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ
۷۵- معارف القرآن	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ
۷۶- معارف مدنیہ (شرح ترمذی)	شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ
۷۷- معجم طبرانی اوسط	ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی رحمۃ اللہ علیہ
۷۸- مفتی اعظمؒ کی یاد	مولانا حفیظ الرحمٰن واصف رحمۃ اللہ علیہ
۷۹- ملفوظات حسن العزیز	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
۸۰- مناقب ابی حنیفہؒ	صدر الائمہ موفق بن احمد المکی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ
۸۱- مناقب ابی حنیفہؒ	حافظ الدین بن محمد کردری رحمۃ اللہ علیہ
۸۲- نفحات الانس من حضرات القدس	عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ
۸۳- نقشِ دوام	مولانا سیّد انظر شاہ کشمیری

۸۴- نووی شرح مسلم — محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النواوی رحمۃ اللہ علیہ

۸۵- وحدت اُمت — حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ

۸۶- وعظ اجابۃ الداعی — حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

۸۷- وعظ امارت شرعیہ کا قیام — حکیم الاسلام قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ

۸۸- وعظ الباقی — حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

۸۹- وعظ تقلیل الکلام — حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

۹۰- وعظ الخضوع — حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

۹۱- وعظ مظاہر الاحوال — حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

۹۲- وعظ النور — حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

۹۳- الوفا باحوال المصطفیٰ — ابوالفرج ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ

۹۴- وفیات الاعیان — شمس الدین ابن خلکان

۹۵- ہفت روزہ خدام الدین — لاہور

۹۶- الیواقیت والجواہر — علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ

فضیلت کی راتیں

فضائل و مسائل

تألیف

مولانا نعیم الدین

فاضل جامعہ مدنیہ، لاہور

مکتبہ قاسمیہ

۱۷- اردو بازار ○ لاہور